انوار احمدی
شیخ الاسلام
حضرت علامہ حافظ محمد انوار اللہ فاروقی چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ
صدر الصدور حیدر آباد دکن انڈیا
النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی

شیخ الاسلام

حضرت علامہ حافظ محمد انوار اللہ فاروقی چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صدر الصدور حیدر آباد دکن انڈیا

النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی

لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: انوارِ احمدی ﷺ

تصنیف: حضرت علامہ حافظ محمد انوار اللہ قادری چشتی

طباعت اوّل: شوال المکرم ۱۴۳۳ھ ستمبر ۲۰۱۲ء

ناشرین: محمد مصطفیٰ اشرف قادری رضوی

محمد مختار اشرف قادری رضوی

با اہتمام: حاجی محفوظ احمد قادری رضوی مصطفوی

دار النور
اہل السنۃ والجماعۃ

واحد تقسیم کار

دار النور

مرکز الاویس، دربار مارکیٹ، لاہور۔ پاکستان

0092-42-37247702
0092-300-8539972
0092-314-4979792

النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی
لاہور پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿فہرست مضامین﴾

مضمون	صفحہ نمبر

مضمون	صفحہ نمبر

مضمون	صفحہ نمبر

مضمون	صفحہ نمبر

مضمون	صفحہ نمبر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

تقدیم

انوارِ احمدی اور اُس کے مصنف کا تعارف

جامع المعقولات والمنقولات شیخ الاسلام حضرت علامہ محمد انوار اللہ قُدِّسَ سِرُّہٗ ضلع ناندیڑ حیدرآباد دکن کے قصبہ قندہار میں ٤ ربیع الثانی ١٢٦٤ھ کو پیدا ہوئے۔ والدِ گرامی کا نام شجاع الدین بن قاضی سراج الدین تھا جو اپنے زمانہ کے معروف عالمِ دین اور شیخِ طریقت تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب والدِ ماجد کی طرف سے خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت سید کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچتا ہے۔ والدِ ماجد کی کنیت ابو محمد تھی جو بڑے پابندِ سُنّت اور عالمِ باعمل تھے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تعلیم کا آغاز اپنے والدِ ماجد سے کیا، جب عمر سات برس کی ہوئی تو حفظِ قرآن مجید کے لئے حافظ امجد علی نابینا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور چار سال کی مدت میں حفظِ قرآنِ کریم کی تکمیل فرمائی، عربی، فارسی کی ابتدائی تعلیم کے لئے آپ نے مولانا فیاض الدین اورنگ آبادی کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا، مزید تفسیر، حدیث، فقہ اور معقولات کی تعلیم کے لئے فرنگی محل میں حضرت مولانا عبدالعلیم فرنگی محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اُن کے وصال کے بعد اُن کے جانشین حضرت مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر رہے، علمِ تفسیر شیخ عبداللہ یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیا۔

بیس برس کی عمر میں ۱۲۸۴ھ کو اُس زمانہ کے مشہور عالمِ دین حضرت مولانا حاجی امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دُخترِ نیک اختر سے نکاحِ مسنون فرمایا۔ ۱۲۸۵ھ کو محکمۂ مال میں پچھتر (۷۵) روپے تنخواہ پر خلاصہ نویس کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی۔ ایک بار ایک سودی کاروبار کی مثل خلاصہ لکھنے کے لئے آپ کے پاس آئی آپ نے اُسی دن اس ملازمت کو ناجائز سمجھتے ہوئے اِستعفاء پیش کر دیا۔ طریقت کا سلوک اپنے والدِ ماجد کی زیرِ نگرانی طے کیا اور اُن کی طرف سے بیعت کی اجازت عطاء ہوئی۔

ملازمت ترک کرنے کے بعد آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمایا آپ کو بہت سے علوم میں مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ آپ کی علمی قابلیّت کی شہرت جلد ہی دور دراز کے مقامات تک پہنچ گئی تشنگانِ علوم آپ کے چشمۂ فیض پر جمع ہو کر اِستفادہ کرنے لگے۔ یہ سلسلہ رفتہ رفتہ اتنا بڑھا کہ جامعہ نظامیہ کے نام سے ایک عظیم معیاری دینی درسگاہ مُعرضِ وجود میں آ گئی۔ ۱۲۹۲ھ میں اس عظیم دینی ادارہ کی بنیاد ڈالی گئی اس کا ڈنکا عرصہ دراز تک برِّصغیر کے طول وعرض میں بجتا رہا۔

۱۲۹۴ھ کو پہلا حج کیا مکہ مکرمہ پہنچے اُس وقت شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں قیام پذیر تھے حضرت شیخ الاسلام نے اُن کے ہاتھ پر تمام سلاسلِ طریقت میں بیعت کی تجدید کی اور کسی طلب واظہارِ خواہش کے بغیر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو اپنی خِلعتِ خلافت سے نواز دیا۔

حج سے واپسی پر آپ کی اعلیٰ علمی اِستعداد اور بے مثل تدریسی مہارت کی بنا پر ۱۲۹۵ھ کو آصفِ سادس میر محبوب علی خاں والی حیدر آباد دکن کے اُستاد کی حیثیت سے آپ کا تقرّر عمل میں آیا۔

۱۳۰۱ھ میں دوسرا حج کیا اور ۱۳۰۵ھ میں تیسرا حج کیا اس دفعہ آپ تین برس تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے تمام وقت حرم شریف کے کُتب خانہ میں گزارتے۔ زیرِ نظر کتاب انوارِ احمدی بھی

س دور کی یادگار ہے۔

تین سال کے اس قیام کے دوران آپ نے بہت عظیم علمی اور دینی کارنامہ یہ انجام دیا کہ یہاں کے قدیم کُتب خانوں سے تفسیر، حدیث اور فقہ کی نادرالوجود کتابوں کی نقول حاصل کیں جن میں کنزُ العُمّال، جامع المسانید، جواھر النقی علی سُنن البیھقی اور احادیثِ قدسیہ قابلِ ذکر ہیں۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران خواب میں تین بار حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیدارِ فیض بار سے مُشرّف ہوئے خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا حیدرآباد واپس جاؤ اور دینِ حق کی تبلیغ کرو۔ آپ نے یہ خواب اپنے شیخ حضرت حاجی امداداللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پیش کیا تو اُنہوں نے واپسی کا حکم دیا۔

حج سے واپسی پر آپ حیدرآباد دکن ریاست کے ولی عہد میر عثمان علی خان کے استاد مقرر ہوئے ۱۳۱۸ھ میں حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو اہم اداروں کی بنیاد رکھی۔

﴿۱﴾ کُتب خانہ آصفیہ۔

﴿۲﴾ مجلس دائرۃ المعارف۔

ثانی الذکر ادارہ نے اشاعتِ علوم وفنون کے اِعتبار سے علمی دنیا میں نہایت بلند مرتبہ پایا اس ادارہ نے ان تمام قلمی کتابوں کی اشاعت کی سعادت حاصل کی جن کی نقول آپ نے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حاصل کی تھیں۔

۱۳۲۹ھ میں جب نظام محبوب علی خان کا انتقال ہوا اور امیر عثمان علی خان نے اُن کی جگہ لی تو اُنہوں نے ۱۳۳۰ھ میں آپ کو محکمۂ اِحتساب کا سربراہ مقرر کیا۔ ۱۳۳۲ھ میں محکمۂ اوقاف کے وزیر بنا دیئے گئے اور نواب فضیلت جنگ کا خطاب پایا۔ اسی سال آپ ربیع الاول میں ولی عہد اور

اُس کے بھائی کے معلّم مقرر ہوئے اس طرح دربار میں آپ کو بڑا اثر ورسوخ حاصل ہوگیا دینی احکام اورشرعی مسائل میں آپ کا حکم نافذ ہوتا، آپ نے بہت سی اصطلاحات کیں جن سے مخلوقِ خدا کو بے حد فوائد حاصل ہوئے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک شہرہ آفاق استاد اور مُتبحّر عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک پختہ کار قلمکار اور قادر الکلام شاعر بھی تھے، اُن کے شعری اور ادبی محاسن کا اندازہ اس طویل مُسدّس سے ہوتا ہے جس کی شرح انوارِ احمدی کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ گراں قدر تصانیف کا ایک خاصہ بڑا ذخیرہ آپ کی یادگار ہے جن میں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں:

﴿۱﴾ مقاصدُالاسلام: یہ ضخیم کتاب گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔

﴿۲﴾ حقیقة الفقه: دوجلدوں میں فقہ حنفیہ کی وجوہِ ترجیح اور امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فضائل ومناقب کے بیان میں ہے۔

﴿۳﴾ افادة الْاَفْهَام: مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کے رد میں لکھی گئی ایک ضخیم کتاب ہے۔

﴿۴﴾ کتاب العقل: قدیم وجدید فلسفہ کے بیان میں، دہریوں اور نیچریوں کا رد ہے۔

﴿۵﴾ الکلام المرفوع۔

﴿۶﴾ انوار الله الودود فی مسئلة وحدة الوجود۔

﴿۷﴾ انوارِ احمدی: زیرِ نظر کتاب جس پر مفصل تبصرہ بعد میں آئے گا۔

آپ علومِ عقلیہ اور نقلیہ میں نادرِ روزگار تھے نہایت عبادت گذار، مطالعۂ کُتب، تصنیف وتدریس اور مذاکرۂ علمی میں مصروف رہتے، اہلِ بدعت سے سختی سے پیش آتے، ظاہر وباطن یکساں تھا، سلف صالحین کے نقشِ قدم پر تھے، دن کے وقت جامعہ نظامیہ میں بلا معاوضہ درس دیتے، عشاء کی نماز

کے بعد فتوحاتِ مکّیہ کا درس دیتے اُس درس میں اکثر انوار وتجلّیات کا ورود ہوتا، بہت سے لوگوں نے ارواحِ قدسیہ کی تشریف آوری کو ملاحظہ کیا تصنیف وتالیف کا کام تہجّد کی نماز سے پہلے کرتے، تہجّد کی نماز سے فارغ ہوکر رات کے پچھلے پہر تک آرام فرماتے، نمازِ فجر کے بعد جامعہ نظامیہ میں تشریف لے جاتے وہاں درس وتدریس اور دعوت وارشاد میں مصروف رہتے، روز وشب کے یہی معمولات تھے جو آپ نے زندگی کے آخری لمحات تک برقرار رکھے، زندگی کے آخری سالوں میں آپ کی راتیں علمی مشاغل میں گذرتی تھیں، صبح کی نماز کے بعد دن چڑھے تک سو جاتے۔

آپ کا قد لمبا سینہ چوڑا اور جسم مضبوط تھا، رنگ سرخ وسفید تھا، آنکھیں کشادہ تھیں، کھانے پینے میں کوئی تکلّف نہ تھا، ورزش کا معمول آخر وقت تک جاری رہا، حصولِ مال اور وظیفہ کے بارے میں نہایت محتاط تھے، حلیم اور متواضع طبیعت کے مالک تھے، بیماروں کی عیادت فرماتے جنازوں میں شریک ہوتے تھے، زبان پاکیزہ تھی، فضول گوئی سے کوسوں دور رہتے۔

اس دارِ فانی میں تریسٹھ (۶۳) سال گذار کر ۱۳۳۰ھ میں دارِ آخرت کی طرف رختِ سفر باندھا، اپنی ہی تعمیر کردہ دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ کے احاطہ میں پیوندِ خاک ہوئے، مزار اب تک زیارت گاہِ عوام وخواص ہے۔

آپ کے حالات وخدمات پر مستقل اور مفصل کتاب بھی موجود ہے جس کا نام "انوار الحق" ہے تفصیلی حالات وعلمی فتوحات جاننے کے لئے اس کا مطالعہ کریں، درج بالا حالات:

نزهة الخواطر جلد۸۔

حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکّی اور اُن کے خلفاء۔

مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

اور "تذکرہ علمائے اہلِ سنت" سے ماخوذ ہیں۔

انوارِ احمدی

یہ بابرکت کتاب حضرت مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے تیسرے سفرِ حج کی دل کش یادگار ہے، مدینہ منورہ میں قیام کے دوران آپ درس و تدریس سے فارغ تھے چناں چہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل و مناقب اور شمائلِ مبارکہ پر مشتمل ایک مسدّس نظم شروع کی یہ نظم قرآنِ مجید، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ علماءِ کرام اور ارشاداتِ اولیائے عظام کا خلاصہ ہے، انہیں مضامین کو آپ نے نظم کا جامہ پہنا دیا ہے۔ یہ نظم آپ کے منصوبہ کے مطابق ابھی پایۂ تکمیل کو نہ پہنچی تھی کہ خیال آیا کہ ممکن ہے کہ لوگ اس کو عام نظم و نعت سمجھ لیں اور اِس کو ناظم کے جذبات کی جولانی خیال کرنے لگیں اس بناء پر آپ نے اس کی شرح لکھنی شروع کی تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس میں شامل مضامین کس قدر مُستند اور مضبوط ہیں۔

یہ کتاب اس مبارک مسدّس کے صرف چھ بندوں کی شرح پر مشتمل ہے جب کہ اس کے کُل بند باسٹھ ہیں، اس طرح نہ ہی یہ نظم حضرت مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے منصوبہ کے مطابق مکمل ہے اور نہ ہی اس کی یہ شرح، لیکن بایں ہمہ جس قدر موجود ہے اہلِ ایمان کے لئے حرزِ جان بنانے کے لائق ہے، اور نامکمل ہونے کے باوجود نامکمل ہونے کا احساس نہیں ہوتا، اپنے موضوع پر نہایت جامع اور مؤثر ہے۔

اُمّتِ مرحومہ کا ایک المیہ اس کے باہم دست و گریبان مختلف فرقوں کا وجود ہے، جن کی باہمی چپقلش اور عداوت اِسلام اور مسلمانوں کے لئے نہایت نقصان دہ ہے حضرت شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ذاتِ بابرکت مسلمانوں کے دو گروہوں یعنی اہلِ سنت و جماعت اور علمائے دیوبند کا مقامِ اِتّصال اور جائے اِنفصال ہیں، اس کتاب کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس پر پُرزور تقریظ اُردو اور عربی زبان میں تحریر فرمائی، اُردو

تقریظ میں آپ نے فرمایا:

اس کا ایک ایک جملہ اور فقرہ امداد مذہب اور مشربِ اہلِ حق کی کر رہا ہے،

اور حق کی طرف بلاتا ہے۔

عربی تقریظ میں اس کتاب مستطاب کے بارے میں اپنی شیفتگی کا اظہار ان اَلفاظ میں فرمایا:

اِنَّمَاھٰذَا مَذْھَبِیْ وَعَلَیْہِ مَدَارُ مَشْرَبِیْ۔

(اس کتاب کے مضامین میرے مذہب کا اظہار ہیں اور انہی پر میرے مشرب کا مدار ہے۔)

اکابر علمائے دیوبند شیخ محمد قاسم نانوتوی، شیخ رشید احمد گنگوہی، شیخ اشرف علی تھانوی، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین وخلفاء میں سے تھے، اور آج کے علمائے دیوبند بھی حضرت حاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنا مقتداء اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں، یہ کتاب ان حضرات کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ: جن امور کو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنا مذہب اور اپنے مشرب کا مدار قرار دے رہے ہیں اُس کی تردید ان حضرات کو کہاں لے جارہی ہے۔

ترسم كه بكعبه نرسی اے اعرابی

کیں راه كه تو میروی بتر كستان است

انوارِاحمدی کا پہلا ایڈیشن آج سے ایک سو برس سے زائد کا عرصہ ہوا حضرت مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چھپوایا تھا، اس کے بعد کتاب بازار سے نایاب ہوگئی۔ اس ایڈیشن میں شیخ المشائخ حضرت شاہ امداد اللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اُردو عربی دو زبانوں میں تقاریظ تھیں، اختتام پر حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی کچھ نعتیہ غزلیں اور قصائد بزبانِ فارسی تھے، اور آخر میں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے حالات درج تھے، یہ کتاب ۱۳۳۲ھ میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی تھی اور بعد میں نایاب ہوگئی۔

پہلے ایڈیشن کے باسٹھ برس بعد صفر المظفر ۱۳۹۰ھ فروری، مارچ ۱۹۷۰ء کو اس کا دوسرا ایڈیشن فیصل آباد پاکستان سے مولانا محمد اسلم علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ادارہ سُنّی دارالاشاعت ڈ چکوٹ روڈ سے شائع کیا، اس میں ابتداء میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی تقریظات اور آخر میں نعتیں اور قصائد شامل ہیں، اس طرح یہ کتاب پہلی بار پاکستان میں شائع ہوئی۔

اس کے دو سال بعد ۱۹۷۲ء میں اس کا ایک اور ایڈیشن ادارہ اَلْکِتَاب گنج بخش روڈ لاہور نے شائع کیا لیکن اس اشاعت میں ایک بہت بڑی کوتاہی یہ ہوئی کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہر دو تقریظات اور نعتیہ غزلیں اور قصائد حذف کر دیئے گئے، نہ معلوم ان ضروری تقریظات کو جو کتاب کے درجۂ اِعْتماد و اِسْتناد کو مقامِ ارفع عطاء کرنی والی تھیں کیوں شامل نہ ہو سکیں۔

اس مبارک کتاب کی تلخیص حضرت رئیس التحریر مولانا ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ﴿مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم﴾ کے نام سے تیار کی جو مختلف مقامات سے شائع ہو چکی ہے، اس کا بہترین ایڈیشن ادارہ **مظہرِ علم لاہور، جہلم، میرپور** نے ۱۴۲۴ھ میں طبع کرایا، کئی ایک محافلِ میلاد مبارک میں تمام حاضرین کی خدمت میں اس کا ایک ایک نسخہ بطورِ تحفہ پیش کیا گیا، ادارہ ہٰذا نے اس کے علاوہ بھی اس کتاب کی مفت تقسیم کا اہتمام کیا، اس کی کتابت، طباعت، کاغذ کی نفاست اور صحت قابلِ دید ہے، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے اپنی بارگاہوں میں شرفِ قبولیت سے نوازیں۔

﴿۱﴾ کتاب کی پہلی تینوں اشاعتوں میں عبارت مسلسل ہے نہ پیرابندی ہے اور نہ ضمنی عنوانات، معلوم نہیں ہوتا کوئی مضمون کہاں سے شروع ہوا اور کہاں سے اس سے اگلے مضمون کا آغاز ہوا، کتاب کی اس اشاعت کے دوران اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کتاب کو مختلف پیراگرافوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، اور ضمنی عنوانات پہلی اشاعت کی فہرست کے مطابق قائم کر دیئے گئے ہیں، اس سے کتاب کے مضامین کو سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔

﴿۲﴾ کتاب میں جابجا موقع محل کے مناسب فارسی اشعار موجود ہیں کتاب کی تصنیف کے زمانہ میں فارسی زبان کا عام رواج تھا اس کا سمجھنا عوام وخواص کے لئے مشکل نہ تھا، اسی لئے حضرت مصنف قدس سرہ العزیز نے ان کے ترجمہ کی ضرورت محسوس نہ کی، لیکن اب اس زبان کا وہ رواج نہیں رہا دن بدن اس کا رواج کم سے کم تر ہو رہا ہے اس لئے ان اشعار کا ترجمہ شاملِ اشاعت کرنا وقت کی ضرورت تھا اسی کے پیشِ نظر ان کا ترجمہ شاملِ اشاعت کر دیا گیا ہے۔

﴿۳﴾ کچھ عربی عبارات بظاہر ایسی ہیں جن کا ترجمہ ان کے نیچے کتاب میں موجود نہ تھا کیوں کہ حضرت مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان عبارات کے سیاق یا سباق میں ان کا مفہوم درج کر دیا تھا اس لئے اس کی دوبارہ ضرورت نہ سمجھی، آج کا کم سواد قاری جب ان عبارات کو دیکھے گا اور بعد میں ان کا ترجمہ نہ پائے گا تو پریشان ہوگا ایسے لوگوں کی ضرورت کے پیشِ نظر ان عبارات کا ترجمہ بھی شاملِ اشاعت کر دیا گیا ہے عربی عبارات اور فارسی اشعار کا ترجمہ راقم الحروف عفی عنہ نے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ بے نیاز میں دعا ہے کہ وہ پاک ذات اس ادارہ کی اس پیش کش کو شرفِ قبولیت سے نوازے، اسے اہلِ ایمان کے ایمانوں کی ترقی کا باعث بنائے اور گمراہ لوگوں کے لئے اسے راہِ ہدایت پر چلنے کا ذریعہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بانی اور روحِ رواں دامت برکاتہم العالیہ اور خدام کو دنیا و آخرت میں بے شمار حسنات وبرکات سے نوازے۔

اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَسَلَّمَ۔

۲۲ رجب ۱۴۲٦ھ

۲۸ اگست ۲۰۰۵ء

یَوْمُ الْاَحَدِ

اُستاذ العلماء مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی زید مجدہ الکریم

ترجمہ: اس محمود ذات پاک کی حمد جو ہر ہر صورت میں انوارِ احمدی کے ساتھ جلوہ نما ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

باعث تصنیف کتاب

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ط

اَمّا بعد بندۂ بے بضاعت محمد انوار اللہ بن مولانا و مرشدنا مولوی حافظ ابی محمد شجاع الدّین صاحب قندھاری دکنی مُحِبانِ بارگاہِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں کہ آقائے دارین نے بنظرِ کمال بندہ پروری اس ناچیز کی حضوری افضل البلاد مدینہ طیّبہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا میں منظور فرمائی تھی چندروز ایسے گزرے کہ کوئی کام درس و تدریس وغیرہ کا متعلق نہ رہا چوں کہ نفسِ ناطقہ بے کار نہیں رہتا یہ بات دل میں آئی کہ چند مضامین میلاد شریف و فضائل و مُعجزاتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کُتُب احادیث و سِیَر سے منتخب کر کے منظوم کئے جائیں ہر چند فنِ شاعری میں نہ کسی سے تلمّذ ہے نہ مہارت نہ اہلِ ہند کے محاورات سے واقفیت مگر صرف اس لحاظ سے کہ یہ خدمت غالبًا مناسب مقام ہے اور تعجب نہیں کہ اہلِ اسلام کو اُس سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہو چند اشعار لکھے اور ہنوز مقصود تک نہ پہنچا تھا کہ ان اشعار کی شرح کرنے کا خیال اس وجہ سے پیدا ہوا کہ جب تک مأخذ اِن مضامین کا بیان نہ کیا جائے قابلِ اعتماد نہ سمجھے جائیں گے چنانچہ اُسی مدتِ حضوری میں چند اشعار کی شرح لکھی گئی تھی کہ پھر یہ حرمانِ نصیب مہاجرتِ صوری میں مبتلا ہوا۔

جب مکّہ مُعظّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا میں حاضر ہوا اور اِن اجزاء کی تالیف کا ذکر پیش گاہِ

اقدس قُدْوَۃُ الْمُحَقِّقِین ہادیٔ منازلِ تحقیق مرشدنا و مولانا حضرت **حاجی شاہ امداد اللہ** صاحب قدس سرہ العزیز میں آیا ارشاد ہوا کہ ہم ان اجزا کو اول سے آخر تک سنیں گے چنانچہ کمالِ شوق سے وہ تمام اجزاء حضرت نے سماعت فرمائے، چوں کہ بزرگانِ دین کو ذکرِ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل دل چسپی اور نسبتِ عشقیہ ہوتی ہے حضرت ممدوح اکثر مضامین پر نہایت محظوظ ہوتے غرض پوری کتاب کو سماعت فرمانے کے بعد اُس کا نام **انوارِ احمدی** صلی اللہ علیہ وسلم تجویز فرما کر اپنی خوشنودی کے اظہار سے اس کو مستجل فرمایا، چنانچہ تبرُّکًا وہ تحریرات درج ذیل ہیں وہ اجزاء اب تک یوں ہی رکھے ہوتے تھے اور مشاغلِ ضروریہ سے اس قدر فرصت نہ ملی کہ اُن کی تکمیل ہو سکے۔

ان دنوں بعض احباب خیر خواہِ قوم و ملت نے اس بات پر زور دیا کہ جس قدر شرح لکھی جا چکی ہے وہ ہی طبع کرا دی جائے چونکہ حضرت ممدوح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد بھی اُس کے چھپوانے کے لئے تھا اس لئے اِمْتِثَالًا لِلْاَمْرِ اس کتابِ ناقص کی طبع کا ارادہ کیا گیا اور چند قصائد و غزلیات بھی اُس کے ساتھ ملحق کر دیئے گئے اگر چہ وہ اس قابل نہیں کہ اہلِ کمال کے رُوبرُو پیش کئے جائیں مگر چونکہ اسی زمانہ حضوری میں عرض کئے گئے تھے اِس لئے خالی از مناسبت نہیں۔ فقط

اُردو تقریظ

نقل تحریر شیخ المشائخ

حضرت مولانا ممدوح حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ العزیز

بَعْدِ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوۃِ ان دنوں میں ایک عجیب وغریب کتابِ لاجواب مسمّٰی بہ **اَنْوَارِ احمدی** مصنفہ حضرت علامۂ زمان وفریدِ دوراں عالمِ باعمل وفاضلِ بے بدل جامعِ علومِ ظاہری وباطنی عارف باللہ مولوی **مُحَمَّد انوار اللہ** حنفی چشتی سلّمہ اللہ تعالیٰ فقیر کی نظر سے گزری اور بلسانِ حق ترجمان مصنف علامہ کی اول سے آخر تک سُنی تو کتاب کے ہر مسئلہ کی تحقیقِ محققانہ میں تائیدِ ربّانی پائی گئی کہ اس کا ایک ایک جملہ اور فقرہ امداد مذہب اور مشربِ اہلِ حق کی کر رہا ہے اور حق کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصنف کے علم اور عمل اور عمر میں برکت دے اور نعماءِ عرفانی اور دولتِ قربتِ ربّانی سے مُشرّف فرما کر مراتبِ عُلیا کو پہنچا دے اور اس کتاب کو مقبول کرے تا طالبانِ حق اس سے مُستفید ہوتے رہیں۔ آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

کاتبُ الحروف فقیر حقیر امداد اللہ حنفی چشتی عَفَی اللّٰہُ عَنْہُ۔

عربی تقریظ

نقل تحریر شیخ المشائخ

حضرت مولانا ممدوح حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ العزیز

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا بِمَصَادِیْقِ مَنْ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ بَشَّرَنَا بِمَقْبُوْلِیَّتِهٖ اتِّفَاقَ الْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الطَّاهِرِیْنَ الْمُطَهَّرِیْنَ وَالْاَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِیْنَ الْمُطَاعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَیَقُوْلُ الْفَقِیْرُ اِمْدَادُ اللّٰهِ الْحَنَفِیُّ مَذْهَبًا وَّالْچِشْتِیُّ مَشْرَبًا وَّالتَّهَانَوِیُّ ثُمَّ الْمَکِّیُّ مَوْطَنًا جَعَلَهُ اللّٰهُ الْمَدَنِیَّ مَدْفَنًا اِنِّیْ سَمِعْتُ هٰذَا الْکِتَابَ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰی آخِرِ بَحْثِ الْاٰدَابِ وَوَجَدْتُّهٗ مُوَافِقًا لِلسُّنَّةِ السَّنِیَّةِ فَسَمَّیْتُهٗ **بِالْاَنْوَارِ الْاَحْمَدِیَّةِ** وَاِنَّمَا هٰذَا مَذْهَبِیْ وَعَلَیْهِ مَدَارُ مَشْرَبِیْ یَقْبَلُهُ اللّٰهُ بِقُبُوْلِ الْمَقْبُوْلِیْنَ وَجَعَلَهٗ ذَخِیْرَةً لِّیَوْمِ الدِّیْنِ اٰمِیْن۔ وَبَارَكَ اللّٰهُ فِیْ عِلْمِ الْمُصَنِّفِ الْقَمْقَامِ وَشَرَّفَهٗ بِنِعْمَةِ حُسْنِ الْخِتَامِ آمین؛ بِجَاهِ طٰهٰ وَیٰسٓ۔ نظم:

جَاءَ بِالنُّوْرِ قُوَّتُهٗ نُوْرٌ　　اَلْمُصَنِّفُ كَاسْمِهٖ اَنْوَارٌ

اَرْجُوْا اَنْ تَنْفَعَ دَلَائِلُهٗ　　تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ بِالْاَذْکَارِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

﴿۱﴾

شکرِ حق اس نظم میں ہیں وہ مضامیں دلپذیر
جس سے اُترے رحمت اور ہوویں دلِ اعدا پہ تیر
چونکہ منصوصات سے ہیں وہ تمامی مستنیر
اہلِ ایمان مان لیں گے اُن کو دل سے ناگزیر
اگرچہ ہیں اشعار یہ پر شاعری اس میں نہیں
ترجمہ منقول کا ہے خود سری اس میں نہیں

ذکرِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعثِ نزولِ رحمت ہے

قولہ: جس سے اُترے رحمت ---------- امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقاصدِ حسنہ میں حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ:

عِنۡدَ ذِکۡرِ الصَّالِحِیۡنَ تَنۡزِلُ الرَّحۡمَۃُ۔

(ترجمہ: نیکوکاروں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔)

جب عموماً صالحین کے ذکر کے وقت نزولِ رحمت ہو تو قیاس کرنا چاہئے کہ سید الصلحاء والانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے وقت کس قدر جوشِ رحمت ہوتا ہوگا۔

دشمنانِ مصطفیٰ ﷺ کے خلاف شعر کہنا خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی کا باعث ہے

قولہ: ہوویں دلِ اعدا پہ تیر   كَمَافِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ فِي شَمَائِلِ النُّبُوَّةِ، وَكَذَا فِي سُنَنِهِ، وَالنَّسَائِيِّ، وَالْبَزَّارِ، كُلُّهُمْ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِالرَّزَّاقِ عَنْ جَعْفَرَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَابْنُ رَوَاحَةَ يَمْشِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يَقُوْلُ:

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ   اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ

ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيْلِهٖ   وَيَذْهَلُ الْخَلِيْلُ عَنْ خَلِيْلِهٖ

فَقَالَ عُمَرُ يَاابْنَ رَوَاحَةَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ حَرَمِ اللّٰهِ تَقُوْلُ شِعْرًا فَقَالَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِّ عَنْهُ يَاعُمَرُ فَلَهِيَ فِيْهِمْ أَسْرَعُ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ۔ كَذَافِي الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِّيَّةِ وَشَرْحُهٗ لِلزُّرْقَانِيِّ۔

یعنی مواہب لدنیہ اور اُس کی شرح زرقانی میں روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرہ قضا کرنے کے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اُس وقت کی یہ حالت تھی کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے آگے حضرت ابنِ رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

ہٹو اے اولادِ کفار! حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستہ سے، آج ہم تم کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کتاب کے حکم پر وہ مار ماریں گے کہ سروں کو گردنوں سے جدا کردے اور دوست

کو دوست سے بھلا دے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے ابنِ رواحہ! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرُو اور حرم میں تم اشعار پڑھتے ہو، آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ ان کے اشعار کُفّار کے دلوں میں تیر سے جلد تر سرایت کرتے ہیں۔ انتھی

اور ایک حدیث شریف میں وارِد ہے کہ اس قسم کے اشعار کہنا جہادِ لسانی ہے:

كَمَافِي الْمِشْكٰوةِ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اِنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَنْزَلَ فِى الشِّعْرِ مَا اَنْزَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَلِسَانِهٖ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ كَاَنَّمَا تَرْمُوْنَهُمْ بِهٖ نَضْحَ النَّبْلِ: رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِى الْاِسْتِيْعَابِ لِاِبْنِ عَبْدِالْبَرِّ اَنَّهٗ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ مَاذَاتَرٰى فِى الشِّعْرِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَلِسَانِهٖ۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم حق تعالیٰ نے شعر کی برائی میں آیہ شریفہ نازل کی یعنی:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝

(ترجمہ: اور جو شعراء ہیں تو اُن کی پیروی حق سے بھٹکے ہوئے لوگ ہی کرتے ہیں۔)

مقصود یہ کہ اب شعر کہنا درست نہ ہوگا، فرمایا کہ ایمان والے تلوار سے اور زبان سے جہاد کرتے ہیں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کفار کے مقابلہ میں تمہارا شعر پڑھنا مثل تیراندازی کے ہے۔

حضرت ابن عبدالبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ شعر کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بلاشک مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے۔

الحاصل آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل اور اُن کے مخالفین کے جوابات میں جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کرتے ہوں اشعار کا لکھنا جہادِ لسانی ہے جو تیر کا کام کرتا ہے۔

﴿مضامینِ کتاب کی ثقاہت﴾

قولہ: چوں کہ منصوصات الخ اس کتاب میں اِلتزام اس امر کا کیا گیا ہے کہ حتیٰ الامکان احادیث و آثار کا مضمون لکھا جائے مگر کہیں کہیں بطورِ نکات[۱] کے اور مضامین جو منقول ہی سے مستفاد ہیں بڑھائے گئے، باقی رہی یہ بات کہ سوائے صحاح ستہ کے اور کُتب حدیث سے بھی احادیث اس میں نقل کی گئیں ہیں سو اس کی وجہ یہ ہے کہ کل احادیث صحاح ستہ میں موجود و منحصر نہیں ہیں چناں چہ شیخ ابوالفیض محمد بن علی فارسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواھر الاصول میں لکھا ہے کہ: ''صحیحین یعنی بخاری اور مسلم میں بلاتکرار کل چار ہزار حدیثیں ہیں''۔

اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بُستَانُ المُحَدِّثِین میں لکھا ہے کہ:

''ابوداؤد میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں''۔انتہٰی

ان میں اکثر مکررات بھی ہیں، اور وہ بھی ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں علیٰ ہذا القیاس باقی صحاح میں اکثر وہ حدیثیں ہیں جو ان تینوں کتابوں میں موجود ہیں۔ بہرحال اگر شمار کیا جائے تو کل صحاح ستہ میں دس بارہ ہزار حدیثوں سے زائد نہ نکلیں گی حالاں کہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح بخاری میں امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ''لاکھ حدیثیں صحیح مجھے یاد ہیں''۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح الغیبؒ میں لکھا ہے کہ:

ذَکَرَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ السَّرْخَسِیُّ رَاوِی الصَّحِیْحِ وَمَنْ تَبِعَهٗ اَنَّ الَّذِیْ لَمْ یُخْرِجْهُ

---

[۱] نکات: نکتہ کی جمع ہے اور نکتہ وہ پاکیزہ بات ہے جو پوشیدہ ہو اور ہر ایک کی سمجھ میں نہ آئے۔

اَلْبُخَارِیُّ مِنَ الصَّحِیْحِ اُکْثَرُ مِمَّا اَخْرَجَهٗ۔

(ترجمہ: امام سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اور اُن کے مُتّبِعین نے ذکر کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جن صحیح احادیث کی تخریج کی ہے اُن سے زیادہ وہ صحیح احادیث ہیں جن کی اُنہوں نے تخریج نہیں کی۔)

اور جواہر الاصول میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ:

- ''ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ حدیثیں صحیح ہیں''۔

اب دیکھیے کہ اگر صحاح ستہ پر ہی صحیح حدیثوں کا مدار [۱] رکھا جائے تو لاکھوں حدیثیں صحیح بے کار ہو جاتی ہیں اور تصنیف ان کتابوں کی لغو ٹھہر جاتی ہے حالاں کہ ایسے ایسے محدثین جن کا حال اظہر مِنَ الشّمس ہے بے فائدہ کام کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔ اور اہلِ علم یہ تو بخوبی جانتے ہیں کہ بڑے بڑے محدثین مثل ابنِ حجر عسقلانی وغیرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ہزارہا مواقع میں سوائے صحاح ستہ کے دوسری کُتُب حدیث سے برابر استدلال کیا کرتے ہیں۔

پھر ہر بات پر صحاح ستہ کی حدیث کا طلب کرنا تکلیف مَالَا یُطَاقُ [۲] ہے بلکہ یہ الزام درحقیقت امام بخاری وغیرہ اکابر محدثین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم پر عائد ہوگا کیوں کہ باوجودیکہ لاکھوں حدیثیں صحیح یاد رکھتے تھے کیوں جمع نہ کیں؟ اور ہم یہ گمان کبھی نہیں کر سکتے کہ ان حضرات نے بخل کیا ہے۔ بلکہ وجہ اُس کی یہ ہے کہ ہر مُحدِّث کو تالیف کے وقت ایک مقصودِ خاص پیشِ نظر رہا کیا ہے جس کی تکمیل کی اُنہوں نے فکر کی اور یہ مقصود کسی کے پیشِ نظر نہ رہا کہ انحصار جمیع احادیثِ صحیحہ کا کیا جائے، ورنہ یہ دعویٰ کرتے کہ اپنی تصنیف کے سوا کُل حدیثیں موضوع یا ضعیف ہیں، حالاں کہ امام بُخاری و امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی تقریر سے ابھی معلوم ہو چکا کہ لاکھوں صحیح حدیثوں کے وجود کا اُنہوں نے اعتراف کیا ہے۔

---

[۱] انحصار کیا جائے یعنی اگر صحاح ستہ پر ہی صحیح حدیثوں کو منحصر اور موقوف رکھا جائے [۲] ایسے کام کی فرمائش کرنا جو طاقت سے باہر ہو، ایسا کام کرنے کو کہنا جس سے آدمی عاجز ہو۔

﷽ ﷽ ﷽

﴿۲﴾

لکھا اس کو نظم میں ہر چند میں شاعر نہیں
کیوں کہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہِ دیں
تھی یہی لم جو مُمِدِّ حساں کے تھے روح الامیں
فیضِ رحمانی ہے نعتِ رحمۃٌ للعالمیں
ذکرِ ختم المرسلین اس نظم سے مقصود ہے
جو ازل سے تاابد ممدوح اور محمود ہے

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اشعارِ نعتیہ اور قصیدہ بانت سعاد سے خوش ہونا

قولہ: خوش ہوتے تھے الخ چنانچہ اس خبر سے معلوم ہوتا ہے جو مواہب لدنیہ میں منقول ہے:

(فَقَامَ) اَیْ کَعْبُ بْنُ زُهَيْرٍ صَاحِبُ قَصِيْدَةِ "بَانَتْ سُعَادُ" (حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهٗ فِىْ يَدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِىْ رِوَايَةِ ابْنِ اَبِىْ عَاصِمٍ فَأَسْلَمَ كَعْبٌ وَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ (وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْرِفُهٗ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ اِنَّ كَعْبَ بْنَ زُهَيْرٍ قَدْجَاءَ كَ لِيَسْتَأْمِنَكَ تَائِبًا مُسْلِمًا فَهَلْ اَنْتَ قَابِلٌ مِنْهُ اِنْ اَنَا جِئْتُكَ بِهٖ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ كَعْبُ بْنُ زُهَيْرٍ۔

قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ فَحَدَّثَنِىْ عَاصِمُ ابْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ اِنَّهٗ وَثَبَ عَلَيْهِ رَجُلٌ

مِّنَ الْاَنصَارِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ دَعْنِىْ وَعَدُوَّ اللّٰهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ عَنْكَ فَقَدْجَآءَ تَائِبًا نَّازِعًا قَالَ فَغَضِبَ كَعْبٌ عَلٰى هٰذَاالْحَيِّ مِنَ الْاَنْصَارِ لِمَاصَنَعَ بِهِ صَاحِبُهُمْ وَذَالِكَ اِنَّهٗ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيْهِ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلَّابِخَيْرٍ ثُمَّ قَالَ قَصِيْدَتَهُ اللَّامِيَةَالَّتِىْ أَوَّلُهَا :

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِى الْيَوْمَ مَتْبُوْلٌ مُتَيَّمٌ اِثْرَهَا لَمْ يُفْدَ مَكْبُوْلٌ

وَفِيْهَا:

اُنْبِئْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوْعَدَنِىْ وَالْعَفْوُ عِنْدَرَسُوْلِ اللّٰهِ مَأْمُوْلٌ الخ

(وَفِىْ رِوَايَةِأَبِىْ بَكْرِ ابْنِ الْاَنْبَارِيِّ) وَابْنِ قَانِعٍ (اِنَّهٗ لَمَّاوَصَلَ اِلٰى قَوْلِهٖ

أَنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُّسْتَضَاءُ بِهٖ مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلٌ

رَمٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِلَيْهِ بُرْدَةً كَانَتْ عَلَيْهِ وَاِنَّ مُعَاوِيَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَذَلَ فِيْهَاعَشَرَالَافٍ فَقَالَ مَاكُنْتُ لِأُوْثِرَ بِثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا فَلَمَّامَاتَ كَعْبٌ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَعَثَ مُعَاوِيَةُ اِلٰى وَرَثَتِهٖ بِعِشْرِيْنَ أَلْفًا فَأَخَذَهَا مِنْهُمْ۔قَالَ وَهِىَ بُرْدَةُ الَّتِىْ عِنْدَ السُّلْطَانِ۔انتہٰی۔

كَذَافِى الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِيَّةِ وَشَرْحِهٖ لِلزُّرْقَانِيِّ۔ وَقَالَ الشَّيْخُ اَبُوالشَّيْخِ اَبُوْمُحَمَّدجَمَالُ الدِّيْنِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَشَامِ الانْصَارِيُّ فِىْ شَرْحِ قَصِيْدَةِ"بَانَتْ سُعَادُ" وَكَانَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ كَعْبٍ رَّضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ هٰذِهِ الْقَصِيْدَةُ فِيْمَارَوٰى مُحَمَّدٌ بْنُ اِسْحٰقَ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْن هشام وَأَبُوْبَكْرِمُحَمَّدٌ بْنُ الْقَاسِمِ بْنِ بَشَّارِالْاَنْصَارِيُّ وَأَبُوالْبَرَكَاتِ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْاَنْبَارِيِّ دَخَلَ حَدِيْثُ بَعْضِهِمْ

فِیْ حَدِیْثِ بَعْضٍ اِنَّ کَعْبًا۔ الْحَدِیْثُ۔ وَذَکَرَ الزُّرْقَانِیُّ اِنَّہٗ رَوَی الْحَاکِمُ اِنَّ کَعْبًا اَنْشَدَہٗ مِنْ سُیُوْفِ الْھِنْدِ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ۔

ترجمہ: مواہب لدنیہ میں قصہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے کا پورا پورا ذکر کیا ہے مگر یہاں مختصر لکھا جاتا ہے کہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بھاگے ہوئے تھے مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہو کر اس غرض سے آیا ہے کہ امن پائے، اگر میں اُس کو حاضرِ خدمت کروں تو کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی عرض قبول فرمائیں گے؟ ارشاد ہوا ''ہاں'' عرض کی کہ ''میں ہی کعب بن زہیر ہوں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم'' یہ سنتے ہی ایک شخص انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم حکم دیجئے کہ میں اس دُشمنِ خدا کی گردن ماروں'' حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں چھوڑ دو توبہ کر کے (ہمارے) اشتیاق میں آیا ہے'' چوں کہ مہاجرین سے کسی نے سوائے خیر کے اُن کے باب میں کچھ نہ کہا تھا اس انصاری کی اِس حرکت سے وہ برہم ہوئے (اسی سبب سے قصیدہ میں انصار پر کسی قسم کی تعریض بھی کی ہے) پھر قصیدہ لامیہ پڑھا جس کا اول بَانَتْ سُعَادُ ہے۔

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِی الْیَوْمَ مَتْبُوْلٌ مُتَیَّمٌ اِثْرَھَا لَمْ یُفْدَ مَکْبُوْلٗ

ترجمہ: یعنی معشوقہ کی جُدائی سے دل میرا بیمار ہے اور ذلیل اور غلام بنا ہوا اُس کے ساتھ ساتھ ہے جو فدیہ دے کر چھوٹ نہ سکا بلکہ پابز نجیر ہے کہ اُس کے قیدِ خیال سے نکل نہیں سکتا۔

اور اس میں یہ شعر بھی ہے:

اُنْبِئْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْعَدَنِیْ وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَاْمُوْلٗ

جس کا ترجمہ یہ ہے: خبر پائی میں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے حق میں وعید و تخویف کی ہے حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عفو کی اُمید ہے۔

روایت ہے کہ جب وہ اس شعر پر پہنچے:

أَنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ   مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

ترجمہ: یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں جس سے روشنی لی جاتی ہے اور شمشیرِ ہند برہنہ ہیں اللہ تعالیٰ کی شمشیروں سے۔

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی طرف اپنی چادر مبارک پھینکی جو جسم شریف پر تھی پھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس چادر پر دس ہزار درہم لگائے مگر حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی نہ ہوئے اور کہا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر مبارک میں کسی کو نہ دوں گا پھر جب حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس ہزار درہم اُن کے وَرَثہ کے پاس بھیجے اور اُن سے وہ چادر مبارک لی۔ حضرت عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ یہ وہی چادر ہے جو سلاطین کے پاس آج تک چلی آتی ہے۔ اور علاّمہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ حاکم نے روایت کی ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھا تھا مِنْ سُيُوْفِ الْهِنْدِ (ہندوستان کی تلواروں سے) آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصلاح دی اور فرمایا:

مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ۔ کہو (اللہ تعالیٰ کی تلواروں سے)۔ انتہٰی

الحاصل اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشعارِ نعتیہ سُن کر خوش ہوتے تھے چناں چہ چادر مبارک عطا کرنا اس پر دلیل ہے۔

اشعارِ نعتیہ میں معشوقہ کا ذکر

فائدہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس روایت سے کئی استدلال ہو سکتے ہیں۔

﴿۱﴾ اشعارِ نعتیہ بطور قصائد کے لکھنا جس میں تمہید وگریز وغیرہ ہو۔

﴿۲﴾ معشوقہ جمیلہ اجنبیہ کا ذکر اور اپنی شیفتگی کا حال بیان کرنا، جس کا اتباع ابنِ فارض اور حافظ وجامی وغیرہ شعرائے کرام نے کیا ہے۔

﴿۳﴾ شعر کہنے والے کو از قسم لباس عطاء کرنا، جس کی تبعیت مشائخِ کرام نے کی ہے۔

﴿۴﴾ لباس کو متبرک سمجھنا باوجودیکہ جزو بدن بھی نہیں۔

﴿۵﴾ حاصل کرنے میں تبرکات کے رغبت کرنا جس قدر روپیہ اس کے لئے صرف ہو اسراف نہ سمجھنا وَغَیرُ ذَالِکَ۔

اور اسی طرح جب حضرت جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشعارِ نعتیہ پڑھے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو دُعادی جس کا اثر اُن کی عمر بھر رہا چناں چہ مواہب لدنیہ اور اُس کی شرح زرقانی میں لکھا ہے:

وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلنَّابِغَةِ الْجَعْدِیِّ لَمَّاقَالَ اَیْ اَنْشَدَہٗ مِنْ قَصِیْدَتِہٖ الْمُطَوَّلَةِ نَحْوَ مِائَتَیْ بَیْتٍ:

وَلَاخَیْرَ فِیْ حِلْمٍ اِذَالَمْ یَکُنْ لَہٗ بَوَادِرُتَحْمِی صَفْوَہٗ اَنْ یُّکَدِرَا

وَلَاخَیْرَ فِیْ عِلْمٍ اِذَالَمْ یَکُنْ لَہٗ حَلِیْمٌ اِذَامَااَوْرَدَالْاَمْرُ اَصْدَرَا

لَایُفْضِضُ اللّٰہُ فَاکَ اَیْ لَایُسْقِطُ اللّٰہُ اَسْنَانَکَ وَتَقْدِیْرُہٗ لَایُسْقِطُ اللّٰہُ اَسْنَانَ فِیْکَ فَحُذِفَ الْمُضَافُ۔ قَالَ الرَّاوِیُّ لِھٰذَاالْحَدِیْثِ عَنِ النَّابِغَةِ فَاَتٰی عَلَیْہِ اَکْثَرُ مِنْ مِّائَةِ سَنَةٍ کَانَ اَحْسَنَ النَّاسِ ثَغْرًا۔ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ وَفِیْ رِوَایَةِ ابْنِ اَبِیْ اُسَامَةَ وَکَانَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ ثَغْرًا وَاِذَاسَقَطَ لَہٗ سِنٌّ نَبَتَتْ لَہٗ اُخْرٰی۔ وَکَذَا رَوَاہُ السِّلْفِیُّ فِی الْاَرْبَعِیْنَ الْبُلْدَانِیَةِ وَعِنْدَابْنِ السَّکَنِ فِی الصَّحَابَةِ وَالدَّارُ قُطْنِیُّ فِی الْمُؤْتَلَفِ وَالْمُخْتَلَفِ عَنْ کُرزبْنُ اُسَامَةَ فَرَاَیْتُ اَسْنَانَ النَّابِغَةِ اَبْیَضَ مِنَ الْبَرَدِ لِدَعْوَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ وَعِنْدَ الْخِطَابِیِّ فِیْ غَرِیْبِ الْحَدِیْثِ وَالْمَرْھَبِیُّ فِیْ کِتَابِ الْعِلْمِ وَغَیْرِھِمَا مِنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ جَرَّادٍ فَرَاَیْتُ اَسْنَانَ النَّابِغَةِ کَالْبَرَدِالْمُنْھَلِ مَاانْقَضَمَتْ لَہٗ

سِنٌّ اِلّاانْفَلَتَ۔ وَحُكِيَ فِي الْاِصَابَةِ الْخِلَافُ فِيْ سِنِّهٖ۔فَرَوَى الْحَاكِمُ عَنِ النَّضْرِ بْنِ شُمَيْلٍ عَنِ الْمُنْتَجِعِ الْاَعْرَابِيِّ قَالَ اَكْبَرُ مَنْ لَقِيْتُ النَّابِغَةُ الْجَعْدِيُّ قُلْتُ لَهٗ كَمْ عِشْتَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ دَارَيْنِ، قَالَ النَّضْرُ يَعْنِيْ مِائَتَيْ سَنَةٍ، وَقَالَ الْاَصْمَعِيُّ عَاشَ مِائَتَيْنِ وَثَلٰثِيْنَ سَنَةً ۔وَقَالَ ابْنُ قُتَيْبَةَ مَاتَ بِاَصْبَهَانَ وَلَهٗ مِائَتَانِ وَعِشْرُوْنَ سَنَةً۔ اِنْتَهٰی

ترجمہ: حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرُو ایک طولانی قصیدہ پڑھا جس کے شعر قریب دوسو کے تھے جب وہ ان دوشعروں پر پہنچے:

وَلَا خَيْرَ فِيْ حِلْمٍ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ بَوَادِرُ تَحْمِيْ صَفْوَهٗ اَنْ يُّكَدِّرَا

جن کا ترجمہ یہ ہے: نہیں ہے حلم میں کچھ خیر جب نہ ہو اُس کے ساتھ حدّتِ غضب جو بچائے اُس کے صافی کو مکدر ہونے سے۔

وَلَا خَيْرَ فِيْ عِلْمٍ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ حَلِيْمٌ اِذَا مَا اَوْرَدَ الْاَمْرُ اَصْدَرَا

اور نہیں ہے علم میں کچھ خیر جب علم والا حلیم نہ ہو کہ کوئی امر پیش آئے تو اپنے کو مہلکوں سے روکے۔

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سُن کر فرمایا لَا يُفْضِضِ اللّٰهُ فَاكَ کہ ”خدا تعالیٰ تمہارے مُنہ کی مہر نہ توڑے“ یعنی تمہارے دانت نہ گریں اور مُنہ کی رونق نہ بگڑے۔ راوی کہتے ہیں کہ باوجودیکہ سو برس سے زیادہ اُن کی عمر ہوئی مگر دانت اُن کے سب اچھے تھے اور جب کوئی دانت اُن کا گرتا تو اُس کی جگہ ایک دوسرا دانت نکل آتا۔ حضرت کُرز بن اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نابغہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دانت دیکھے اولوں سے زیادہ سفید تھے یہ اثر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دُعا کا تھا۔ اصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت نابغہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر میں اختلاف ہے حاکم نے نضر بن شمیل سے اور وہ مُنتجع اعرابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا قول نقل کرتے ہیں کہ میرے ملاقاتیوں میں سب سے بڑی عمر والے حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے میں نے اُن سے پوچھا

کہ ایامِ جاہلیّت میں تمہاری عُمر کتنی گذری تھی کہا ''دودار'' نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ مراد اس سے دوسو برس ہیں۔ اور اصمعی کہتے ہیں نابغہ دوسوتیں برس زندہ رہے۔ اور اِبنِ قُتَیبَۃ کہتے ہیں کہ انتقال اُن کا اَصْفہان میں ہوا اور اُس وقت عمر اُن کی دوسوبیس برس کی تھی۔ انتھی

فائدہ اگرچہ جس مضمون پر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوش ہو کر دُعا دی وہ ایک عام بات ہے کہ حلم کے لئے غضب اور علم کے لئے حلم ہونا چاہئے لیکن چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر یہ بات ظاہر تھی کہ جیسے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علی وجہ الکمال یہ صفتیں ظہور میں آتی ہیں دوسروں سے ظہور میں آ ہی نہیں سکتی ہیں۔ اس لئے شاعر نے گو صراحۃً مصداق معیّن نہ کیا لیکن مقصود اس سے توصیف آں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی تھی جس کو حسبِ قولِ مشہور اَلْکِنَایَۃُ اَفْصَحُ مِنَ الصَّرَاحَۃِ (کنایہ[1] صراحت سے زیادہ فصاحت والا ہوتا ہے) پیرایۂ حکمت میں بیان کیا، پس الحاصل ان دونوں شعروں میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت ایسے طور پر ہوئی کہ گویا ان صفات میں کوئی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شریک نہیں۔

اور اسی طرح دُعا دی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اُنہوں نے اشعارِ نعتیہ پڑھنے کی اجازت چاہی، چنانچہ مواہب لدنیہ میں ہے:

(وَلَمَّا دَخَلَ قَالَ الْعَبَّاسُ) بْنُ عَبْدُالْمُطَّلِبِ كَمَارَوَاهُ الطَّبَرَانِیُّ وَغَيْرُهُ أَتَأْذِنُ لِیُ أَمْتَدِحُكَ؟ قَالَ قُلُ لَّايُفْضِضُ اللّٰهُ فَاكَ فَقَالَ:

مِنْ قَبْلِهَاطِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَ فِیْ	مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ
ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ وَلَابَشَرٌ	أَنْتَ وَ لَا مُضْغَةٌ وَّ لَا عَلَقٌ
بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ	أَلْجَمَ نَسْرًا وَّ أَهْلَهُ الْغَرَقُ
وَرَدْتَّ نَارَ الْخَلِيْلِ مُكْتَتِمًا	فِیْ صُلْبِهٖ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

[1] کنایہ: معین شئے کو ایسے الفاظ سے تعبیر کرنا جس کی دلالت اس شئے پر صراحت سے نہ ہو۔

وَأَنْتَ لَمَّا وَلَدْتَ أَشْرَقَتِ الْ أَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْأُفُقُ
فَنَحْنُ فِيْ ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّوْ رِ وَ سُبُلَ الرِّشَادِ نَخْتَرِقُ
وَ أَضَاءَ مِنْكَ الْوُجُوْدُ نُوْرٌ سَنَا وَفَاحَ مِسْكًا وَّ نَشْرُكَ الْعَبِقُ

وَفِيْ الْخَصَائِصِ الْكُبْرٰى أَخْرَجَ الْحَاكِمُ وَالطَّبْرَانِيُّ عَنْ خُرَيْمِ بْنِ أَوْسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ هَاجَرْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْصَرِفَهُ مِنْ تَبُوْكَ فَسَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُوْلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ أُرِيْدُ أَنْ أَمْتَدِحَكَ قَالَ قُلْ لَّا يُفْضِضُ اللّٰهُ فَاكَ فَقَالَ الخ

ترجمہ: روایت کی ہے طبرانی وغیرہ نے کہ جب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے عرض کی کیا مجھے اجازت ہے کہ میں مدح میں کچھ عرض کروں؟ فرمایا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہو "اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کی مُہر نہ توڑے" یعنی مُنہ کی رونق نہ بگڑے پس اُنہوں نے ایک قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعارِ مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے:

پہلے اس کے خوش تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سایوں میں اور اُس ودیعت گاہ میں جہاں ملائے جاتے تھے پتے یعنی حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے جسم پر اس آیہ شریفہ کی طرف اشارہ ہے:

وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۔

(ترجمہ: اور چپٹانے لگ گئے اپنے (بدن) پر جنت کے پتے۔)

پھر اُترے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہروں میں کہ نہ بشر تھے آپ اور نہ مضغہ، بلکہ نطفہ تھے کہ سوار تھے کشتی میں اس حالت میں کہ لگام دی تھی غرق نے نسر کو (جو ایک بُت تھا) اور اس کے پوجنے والوں کو (یعنی جب طوفان کا پانی اُن کے مُنہ میں داخل ہوا تھا)۔

آپ حضرت خلیل علیہ السلام کی پشت میں مخفی ہو کر آگ میں گئے پھر کیوں کر وہ جل سکتے تھے۔

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے روشن ہوگئی زمین اور روشن ہوگیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے اُفق ہم اسی روشنی اور نور میں ہیں اور راستے ہدایت کے طے کیا کرتے ہیں۔

اور کُل وجود آپ سے روشن ہوگیا اور مہک گیا جیسے مشک مہکتا ہے اور آپ کی خوشبو پائدار ہے انتہی

الحاصل ان تمام روایات سے ثابت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشعار سے خوش ہوتے تھے۔

قولہ: تھی یہی لم جو مُمِدّ حسان کے تھے روح الامیں یعنی چونکہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نظم سے خوش ہوتے تھے اسی وجہ سے جبرئیل علیہ السلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید کیا کرتے تھے: چنانچہ مشکوۃ شریف میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِحَسَّانَ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَايَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَانَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَرَسُوْلِهٖ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے تھے کہ جبرئیل ہمیشہ تمہاری تائید کیا کرتے ہیں جب تک تم اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے مقابلہ کرتے ہو۔ اور فرمایا: حسان نے کفار کی ہجو کی جس سے شفا دی مسلمانوں کو اور خود بھی شفا پائی یعنی سب کی تشفی ہوئی۔ انتہی

الحاصل یہ مدد دینا روح الامین کا (حضرت) حسان بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اسی وجہ سے تھا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اشعار پسند تھے اسی وجہ سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حضرت) حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد شریف میں منبر رکھواتے تا کہ اُس پر اشعارِ نعتیہ پڑھیں۔ چنانچہ اس باب میں جو احادیث ہیں قریب نقل کی جائیں گی۔

حضرت کعب اور ابنِ رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اگر یقین نہ ہوتا کہ اشعارِ نعتیہ کے پڑھنے کو

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پسند فرماتے ہیں حضرت کے رُوبرُو اور حرمِ کعبہ میں اشعار پڑھنے پر کبھی مبادرت نہ کرتے۔ اور علیٰ ہذا القیاس کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اول حضوری میں قصیدہ پڑھا اس سے یہی معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اشعارِ نعتیہ کو پسند فرمانا مشہور عام تھا ورنہ ایسی حالت خطرناک میں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُن کے قتل کے درپے تھے جس کا حال ابھی معلوم ہوا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی جراٴت نہ کر سکتے چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمایا کہ صلہ عنایت ہوا۔

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازلاً و ابدًا ممدوح و محمود ہیں

قولہ: جو ازل[1] سے تا ابد[2] ممدوح اور محمود ہے جاننا چاہیے کہ جملہ عالم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے پیدا ہوا چنانچہ زرقانی نے نقل کیا ہے:

رَوٰی اَبُوالشَّیْخِ فِیْ طَبَقَاتِ الْاَصْفَهَانِیِّیْنَ وَالْحَاکِمُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عِیْسٰی اٰمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَمُرْ اُمَّتَكَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِهٖ فَلَوْلَامُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُ اٰدَمَ وَلَاالْجَنَّةَ وَلَاالنَّارَ وَلَقَدْخَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَی الْمَآءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَیْهِ "لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰہِ" فَسَكَنَ۔ صَحَّحَهُ الْحَاکِمُ وَاَقَرَّهُ السُّبْکِیُّ فِیْ شِفَاءِ السِّقَامِ وَالْبَلْقِیْنِیُّ فِیْ فَتَاوَاهُ وَمِثْلُهٗ لَایُقَالُ رَاْیًافَحُکْمُهُ الرَّفْعُ وَعِنْدَالدَّیْلَمِیِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا رَفَعَهٗ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لَوْلَاكَ مَاخَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَاكَ مَاخَلَقْتُ النَّارَ، وَذَکَرَ ابْنُ السَّبُعِ وَالْغَرْفِیُّ عَنْ عَلِیٍّ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ اِنَّ اللّٰہَ قَالَ لِنَبِیِّهٖ مِنْ اَجْلِكَ

---

[1] ازل: وہ زمانہ جس کی کوئی ابتداء معلوم نہ ہو۔ [2] ابد: وہ زمانہ جس کی انتہا نہ ہو، ہمیشگی۔

أَسْطِحُ الْبَطْحَاءَ وَأُمَوِّجُ الْمَوْجَ وَأَرْفَعُ السَّمَآءَ وَأَجْعَلُ الثَّوَابَ وَالْعِقَابَ۔

ترجمہ: وحی کی خدائے تعالیٰ نے (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام پر کہ تم بھی (حضرت) محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی اُمت کو حکم دو کہ وہ بھی ایمان لائیں کیوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ ہیں کہ اگر میں اُن کو نہ پیدا کرتا تو نہ آدم علیہ السلام کو پیدا کرتا اور نہ جنت و دوزخ کو جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا اُس پر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا جس سے وہ ساکن ہو گیا۔ اور ابن السبع اور غرفی روایت کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہ بسبب آپ کے میں نے زمین کو بچھایا اور موج کو متحرک کیا اور آسمان کو بلند کیا اور ثواب وعقاب مقرر کیا۔ انتہٰی

اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ عالم اس لئے پیدا کیا گیا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بزرگی اور مرتبہ دکھلایا جائے، كَمَافِي الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِيَّةِ۔

وَفِيْ حَدِيْثِ سَلْمَانَ عِنْدَ ابْنِ عَسَاكِرَ قَالَ هَبَطَ جِبْرِيْلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ اِنْ كُنْتُ اتَّخَذْتُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا فَقَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِيْبًا وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَأَهْلَهَا لِأُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِيْ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا۔

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو آپ کو اپنا حبیب بنایا اور کوئی چیز ایسی نہیں پیدا کی جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ بزرگ ہو اور یقین جانئے کہ میں نے دنیا اور اس کے لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا کہ اُن کو بزرگی اور مرتبہ آپ کا معلوم کراؤں جو میرے نزدیک ہے، اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا کو میں پیدا نہ کرتا۔ انتہٰی

فائدہ حدیثِ سابق میں جو مذکور ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے عالَم کو پیدا کیا گیا ہے اُس کا مطلب بھی اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آفرینشِ خلق سے مقصود یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ اور عظمت ظاہر ہو۔ پھر جب خدا تعالیٰ نے صرف اظہارِ فضیلت کے لئے اس قدر اہتمام کیا ہو تو ضرور ہے کہ تمام عالَم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح ونعت میں بدِل وجان مصروف ہوگا کیوں کہ بادشاہ مثلاً اگر کوئی عمدہ اپنی مرغوب چیز کسی شخص کو بتلائے اور وہ شخص اس کی تعریف نہ کرے تو حمیّتِ بادشاہی اسی کی مُقتضِی ہوگی کہ اس بےادبی کی پاداش میں وہ سزائے سخت کا مستحق سمجھا جائے اور ایسا شخص سوائے مُتمرِّد وسرکش کے دوسرا نہ ہوگا۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہرت آسمان وزمین میں

اسی وجہ سے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُجھے سب اہلِ آسمان وزمین جانتے ہیں، سوائے نافرمان جن وانس کے۔

كَمَا فِي الشِّفَا وَشَرْحِهٖ لِعَلِيٍّ الْقَارِي (عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ مَالِكٍ) كَمَا رَوَاهُ اَبُوْ نُعَيْمٍ (وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ) كَمَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَزَّارُ وَالْبَيْهَقِيُّ عَنْهُ (وَيَعْلَى ابن مرة) كَمَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَنْهُ (وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ) كَمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاَبُوْدَاوٗدَ عَنْهُ كَانَ لَايَدْخُلُ اَحَدٌ الْحَائِطَ اِلَّا شَدَّ عَلَيْهِ الْجَمَلُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَوَضَعَ مِشْفَرَهٗ عَلَى الْاَرْضِ وَبَرَكَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَخَطَمَهٗ وَقَالَ مَابَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ شَيْئٌ اِلَّا يَعْلَمُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا عَاصِي الْجِنِّ وَالْاِنْسِ،

وَمِثْلُهٗ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی۔

ترجمہ: کسی باغ میں ایک سرکش اونٹ تھا جس کی وجہ سے اُس میں کوئی نہیں جا سکتا تھا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس میں تشریف لے گئے اور اُس کو بلایا فوراً آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرُو وہ بیٹھ گیا اور ہونٹ زمین پر رکھ دیا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کو مہار لگا دی اور فرمایا کہ سوائے نافرمان جن وانس کے زمین وآسمان میں کوئی ایسی چیز نہیں جو مُجھے نہ جانتی ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔انتھی

ہر چند کفار بظاہر مخالف تھے لیکن دل میں ضرور سمجھتے تھے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول خدا ہیں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ۔

یعنی پہچانتے ہیں کفار آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جیسے اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں۔

یعنی بغیر شبہ کے اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول اللہ اور متصف باوصافِ کمالیہ ہیں۔دوسری جائے حق تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ٥

یعنی ہم جانتے ہیں کہ غمگین کرتا ہے آپ کو وہ جو کفار کہتے ہیں وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن وہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

روایت ہے:(قَالَ عَلِیٌّ كَرَّمَ اللّٰہُ وَجْهَهٗ) كَمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ (قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نُكَذِّبُكَ وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ) كَذَا فِی الشِّفَا وَشَرْحِهٖ لِعَلِیِّ نِ الْقَارِیِّ۔

ترجمہ: حضرت علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ابو جہل نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ قرآن کو جھٹلاتے ہیں۔

اور کُتبِ سِیَر وغیرہ سے ثابت ہے کہ نبوّت کے پہلے سے کفار آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امین کہا کرتے اور سمجھتے تھے، پس آیہ شریفہ اور احادیث مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کفار گو ایمان نہ لائے اور تکذیب قرآن شریف کی کرتے رہے مگر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کے معترف ہی رہے اور سوائے کفار کے تمام موجودات کا پہچاننا بھی حدیث شریف سے ابھی ثابت ہوا۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ مراد اس معرفت سے معرفتِ صفات ہے نہ معرفتِ ذات اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ معرفتِ صفاتِ حمیدہ مستلزِم مدح ہے[۱]، اس سے ثابت ہوا کہ ازل سے تا ابد حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممدوحِ عالَم ہیں۔ اور ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایتِ مذکور سے اور دوسری احادیث سے جو اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی قریب آتی ہیں یہ بات ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے نام مبارک حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یعنی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ عرش پر لکھا ہے۔

نام کی وضع میں وصفی معنی کا لحاظ

اس سے ظاہر ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازلاً ابداً ممدوح اور محمود ہیں کیوں کہ ہر چند وضعِ علم[۲] ذاتِ مخصوص پر دلالت کرنے کے لئے ہوتی ہے اور معنی وصفی مراد نہیں ہوتا مگر یہ بھی نہیں ہے کہ بالکل معنی وصفی متروک ہی ہو جائیں کیوں کہ لفظ اپنے معنی موضوع لہٗ اول پر ہمیشہ دلالت کرتا رہے گا جب تک وہ لفظ یا اُس کا مبدا اُس معنی میں مستعمل رہے اسی وجہ سے کسی کا نام اللہ رکھنا درست نہیں۔ یا اگر کسی کا نام شیطان رکھا جائے بے شک جب سنے گا رنجیدہ ہوگا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ معنی وصفی متروک نہیں ہوتے

---

[۱] معرفتِ صفاتِ حمیدہ مستلزِم مدح ہے: قابلِ تعریف صفات کی پہچان پہچاننے والے پر صفات والی ہستی کی تعریف کو لازم کرنے والی ہے۔ [۲] ہر چند وضعِ علم: اگرچہ کسی کے ذاتی نام کی ساخت اس خاص شخصیت کا پتہ و نشان بتانے کے لئے ہوتی ہے۔

بلکہ اکثر وضع [1] بلحاظ معنی وصفی کے ہوا کرتی ہے۔ پس جب حق تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام وضع فرمایا وقتِ وضع معنی وصفی مقصود تھے یعنی (حمد کیا گیا) پھر جب تک نام مبارک عرش پر اور حق تعالیٰ کے پاس مسطور و مذکور ہے یعنی ازلاً و ابداً حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ممدوح اور محمود ہونا مستمر ہے فَثَبَتَ الْمَقْصُوْدُ۔ (لہٰذا مقصود ثابت ہوا)

اگر کوئی اس مقام پر شبہ کرے کہ حدیثِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حق تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ بتلانے کے لئے عالَم کو پیدا کیا اس سے لازم آتا ہے کہ افعال حق تعالیٰ کے معلَّل بالاغراض ہوں؟ [2] حالاں کہ یہ بات خلافِ عقیدہ ہے؟

سو جواب اُس کا یہ ہے کہ معلل بالاغراض نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ کے کام فوائد و منافع سے خالی ہوں ورنہ بڑی قباحت لازم آئے گی کہ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ (ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں) ہر ایک کام عبث ہو جائے حالاں کہ حق تعالیٰ اُس کی نفی فرماتا ہے:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا۔

(ترجمہ: کیا تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے۔)

بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی کام میں حق تعالیٰ کو غرض ایسی نہیں جو باعثِ اِستکمال ہو جیسے مخلوقات کو ہوا کرتی ہے کیوں کہ اِستکمال بالغیر [3] حق تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ پس اس حدیث شریف کو ایسی

---

[1] بلکہ اکثر وضع: بلکہ اکثر الفاظ کی ساخت اور بناوٹ ان لفظوں میں پائے جانے والے معانی کی اعتبار سے ہوتی ہے۔

[2] معلّل بالاغراض ہوں: یعنی اس حدیث کو صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں یہ خرابی لازم آتی ہے کہ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی علت اور باعث، غرضیں اور ضرورتیں ہوں، اور ان کے باعث اُس کے افعال کا صدور ہو۔ فائدہ: صاحب غرض اور ضرورت اپنی ضروت اور غرض پوری کرنے کا محتاج ہوتا ہے محتاجی اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہونا ایک عیب ہے اللہ تعالیٰ اس سے اور دیگر ہر قسم کے عیب سے پاک ہے، ہاں اُس کے ہر کام میں حکمتیں ہیں اور جو فوائد ان حکمتوں سے پہنچتے ہیں وہ صرف بندوں کو پہنچتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے فوائد کے حصول سے غنی ہے اس کی ذات کو ان کی ضرورت نہیں۔

[3] استکمال بالغیر: غیر کے ذریعہ سے کمال چاہنا اللہ تعالیٰ کے حق میں ناممکن ہے کیوں کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال کے حصول میں غیر کا محتاج ہو۔

سمجھنا چاہئے جیسے: وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِیَعْبُدُوْنِ۔
یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن وانس کو مگر تا کہ میری عبادت کریں اور ایک تفسیر پر (تا کہ پہچانیں مُجھ کو)۔

اب یہاں ایک دوسرا شبہ پیدا ہوا کہ اس آیہ شریفہ سے معلوم ہوا کہ جن وانس کی تخلیق عبادت یا معرفت کے لئے ہے اور حدیثِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل پر واقف کرانے کے لئے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر کام میں ایک ہی مقصود ہوا کرے ادنیٰ عقل مند کے ایک ایک کام میں کتنے اغراض ہوا کرتے ہیں چہ جائے کہ خدائے تعالیٰ کا کام اور وہ بھی اتنا بڑا جو آفرینشِ عالَم ہے اس میں صرف ایک ہی مقصود رہنا کیا ضرور؟ دیکھ لیجئے عناصرِ اربعہ[1] سے کتنے کام لئے جاتے ہیں کہ اگر غور کیا جائے تو عقل حیران ہو جائے۔ کیا تخلیق کے وقت یہ سب اغراض ومنافع پیشِ نظر نہ ہوں گے؟ پھر اگر آفرینشِ ثَقَلَیْنِ سے دونوں مقصود ہوں تو کیا قباحت لازم آئے گی؟ بلکہ ثقلین اگر بِاَحْسَنِ وُجُوْدِہٖ عبادت کریں اور تقربِ الٰہی انہیں حاصل ہو جائے تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ باحسن وجوہ سمجھ لیں گے ہاں جن وانس کی نسبت اتنا لازم آسکتا ہے کہ ایک قصد اَوّلی ہو اور ایک ثانوی اور ممکن ہے دونوں اَوّلی ہوں۔

اگر کہا جائے کہ جب مقصود یہ تھا تو کفار نے پھر تصدیق کیوں نہ کی؟

سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہی اعتراض بعض لوگ آیہ شریفہ پر کرتے ہیں کہ باوجودیکہ تخلیق عبادت کے لئے ہے پھر کفار عبادت کیوں نہیں کرتے؟ جو جواب اُس کا دیا جاتا ہے وہی جواب یہاں بھی ہوگا۔ حالانکہ کفار کا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جاننا خود قرآن شریف سے ابھی ثابت ہو چکا اگرچہ مناسب اس موقع کے اور احادیث ومباحث ہیں مگر بخوفِ تطویل اختصار کیا گیا۔

---

[1] عناصرِ اربعہ: عناصر جمع ہے عنصر کی، جس کا معنی ہے مادہ، اصلی جزو، بنیاد، عناصرِ اربعہ آگ، ہوا، پانی، مٹی کو کہتے ہیں۔

﴿۳﴾

ٹھہرا کفارہ گناہوں کا جو ذکرِ اولیا اور از قسم عبادت ہے جو ذکرِ انبیا
پھر ہو ذکرِ سرورِ عالَم کا کیسا مرتبا جس کا ذکر پاک ہے گویا کہ ذکرِ کبریا
رفعِ ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے
مطمئن ہوتے ہیں دل ذکرِ شہ لولاہ سے

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور صالحین کا ذکر کفارۂ گناہ ہے

قولہ: ٹھہرا کفارہ گناہوں کا جو ذکرِ اولیا الخ حدیث شریف میں وارد ہے:

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذِكْرُ الْأَنْبِيَاءِ عِبَادَةٌ وَّذِكْرُ الصَّالِحِيْنَ كَفَّارَةٌ وَّذِكْرُ الْمَوْتِ صَدَقَةٌ وَّذِكْرُ الْقَبْرِ يُقَرِّبُكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ۔ فر، حَدِيْثٌ حَسَنٌ لِّغَيْرِهٖ كَذَا فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَشَرْحِهٖ سِرَاجِ الْمُنِيْرِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ ذکر نبیوں کا ایک قسم کی عبادت ہے اور ذکر صالحین کا (یعنی اولیاء اللہ کا) کفارہ ہے گناہوں کا اور ذکر موت کا صدقہ ہے اور یاد کرنا قبر کا نزدیک کرتا ہے تم کو جنت سے۔

الحاصل جب اولیاء اور سائر انبیاء علیہم السلام کا ذکر عبادت اور کفارۂ گناہ ہو تو سلطان الانبیاء والاولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کس درجہ کی عبادت اور کفارہ گناہوں کا ہوگا؟ یقین ہے کہ اس ذکرِ پاک میں بحسب خصوصیت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ ایسی خصوصیت ہوگی کہ دوسرے میں ہرگز نہ ہو سکے۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ذکرِ حق تعالیٰ ہے

قولہ: جس کا ذکرِ پاک ہے گویا کہ ذکرِ کبریا کَمَافِی الشِّفَا (رَوٰی اَبُوْسَعِیْدِنِ الْخُدْرِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ)

کَمَافِیْ صَحِیْحِ ابْنِ حِبَّانَ وَمُسْنَدِاَبِیْ یَعْلٰی (اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ لِیْ اِنَّ رَبِّیْ وَرَبَّكَ یَقُوْلُ تَدْرِیْ كَیْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ؟ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ[۱] اَعْلَمُ قَالَ اِذَاذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِیْ قَالَ ابْنُ عَطَاءٍ جُعِلَتْ تَمَامُ الْاِیْمَانِ بِذِكْرِیْ مَعَكَ وَقَالَ اَیْضًا جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِّنْ ذِكْرِیْ فَمَنْ ذَكَرَكَ ذَكَرَنِیْ۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جبرئیل علیہ السلام نے میرے پاس آ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جانتے ہو کہ آپ کا ذکر میں نے کیسا بلند کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور رسول اُس کا جانتا ہے۔ کہا جس وقت ذکر کیا جاتا ہوں میں ذکر کئے جاتے ہو آپ میرے ساتھ۔ ابنِ عطا کہتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ ایمان کا تمام وکمال اِس بات پر مقرر کیا کہ آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہو اور آپ کا ذکر میرا ذکر ہے۔

اور امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر دُرِ منثور میں لکھا ہے:

وَاَخْرَجَ اَبُوْ یَعْلٰی وَابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ مَرْدَوَیْہِ وَاَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الدَّلَائِلِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ لِیْ اِنَّ رَبَّكَ یَقُوْلُ

---

[۱] صحیح ابنِ حبان اور مسند ابی یعلیٰ کے مطبوعہ نسخوں میں وَرَسُوْلُہٗ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ لیکن شفاء شریف مطبوعہ قاہرہ (مصر) شفاء شریف مع شرح علامہ ملا علی قاری میں یہ الفاظ موجود ہیں، لیکن ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اَلظَّاهِرُ اَنَّ قَوْلَهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَهْوُ قَلَمٍ۔ ملاحظہ ہو شرح ملا علی قاری مطبوعہ بیروت جلد ا صفحہ ۴۵، ۴۶۔ ہاں اگر رسول سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام کی ذات لی جائے تو یہ سہوِ قلم نہیں بنتا۔ محمد علیم الدین عفی عنہ

تَدْرِیْ کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَکَ؟ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ أَعْلَمُ قَالَ إِذَاذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جبرئیل علیہ السلام نے میرے پاس آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جانتے ہو کہ آپ کا ذکر میں نے کیسا بلند کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور رسول اُس کا جانتا ہے۔ کہا جس وقت ذکر کیا جاتا ہوں میں ذکر کئے جاتے ہو آپ میرے ساتھ۔ یعنی تفسیر دُرِ منثور میں ہے کہ حدیث موصوف اتنی کتابوں [1] میں موجود ہے۔

اور قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کو مقصدِ سادس مواہب لدنیہ میں ذکر کیا ہے مگر اس میں بجائے اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ أَعْلَمُ کے اَللّٰہُ أَعْلَمُ ہے اور کہا کہ روایت کیا اس کو طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اور ابن حبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس کو صحیح کہا ہے اور شارح زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی ضیائے مقدسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی تصحیح کی ہے۔

نکتہ عجب نہیں کہ اِذَاذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ (جب میرا ذکر کیا جاتا ہے آپ کا ذکر میرے ساتھ کیا جاتا ہے) سے اشارہ ہو طرف حقیقتِ محمدی علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ کے جس کی تصریح حضراتِ صوفیہ و اکابر اولیاء فرماتے ہیں۔ وَالْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ (عقل مند کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے) اور اتنا تو صراحۃً بھی اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ذکر کیا گیا میں ساتھ ہی آپ بھی ذکر کئے گئے بلاتعیُّنِ وقت۔ وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہِ

قولہ: رفعِ ذکرِ پاک ثابت ہے کلام اللہ سے حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ ۝ یعنی بلند کیا ہم نے ذکر آپ کا۔ انتہی

اس سے کیا بڑھ کر ہو کہ حق تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مقرر فرمایا چنانچہ ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ابھی معلوم ہوا۔ اور رفعتِ ذکر ہی

---

[1] امام ابونعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلائل النبوۃ تین دفعہ چھپی ہے دو دفعہ تو اس کا انتخاب چھپا، اگرچہ چھاپنے والوں نے اسے انتخاب ظاہر نہ کیا تیسری دفعہ دار النفائس بیروت سے چھپی ہے لیکن اس پر تحقیق کرنے والوں نے تصریح کر دی ہے کہ انہیں اس کا کامل نسخہ دستیاب نہیں ہوا، مطبوعہ نسخہ میں یہ حدیث موجود نہیں ہے۔ محمد علیم الدین عفی عنہ

کی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ نام مبارک آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آسمانوں میں ہر جگہ اور عرش پر اور درو دیوار پر جنت کے بلکہ اُس کے ہر ایک پتے پر اور سینوں پر حوروں کے اور فرشتوں کی آنکھوں کے بیچ میں اور ہر پتے پر شجرہ طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے اور خاتم پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے اور تختی پر اُس خزانہ کے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے لکھا ہوا ہے چنانچہ قریب ان شاء اللہ تعالیٰ وہ احادیث جو اس باب میں وارد ہیں نقل کی جائیں گی۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر سے اطمینانِ قلب

قولہ: مطمئن ہوتے ہیں دل ذکرِ شہ لولاہ سے امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دُرِ منثور میں آیہ شریفہ

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

ترجمہ: آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ کی تفسیر میں نقل کیا ہے:

أَخْرَجَهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ أَبِیْ حَاتِمٍ وَأَبُو الشَّیْخِ عَنْ مُجَاهِدٍ أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ قَالَ: بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ۔

ترجمہ: یعنی مجاہد کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ (آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں) مراد اس سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور صحابہ کا ذکر ہے۔

فائدہ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بِذِكْرِ اللّٰهِ کی تفسیر میں بِمُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ جو کہا ہے ہر چند ظاہر آیہ شریفہ کے مناسب نہیں معلوم ہوتا مگر چوں کہ ایسے محدث جلیل القدر نے تفسیر کی ہے اُس کو بحُسنِ ظن مان لینا چاہئے کیوں کہ ان حضرات کو جب تک کسی معنی کا یقین نہیں ہوتا تفسیر بالرائے نہیں کرتے چناں چہ امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی جامع کے ابوابِ تفسیرِ قرآن میں اس کی تصریح کی ہے:

كَمَا قَالَ وَأَمَّا الَّذِیْ رُوِیَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقَتَادَةَ وَغَیْرِهِمَا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّهُمْ

فَسَّرُوا الْقُرْاٰنَ فَلَيْسَ الظَّنُّ بِهِمْ اَنَّهُمْ قَالُوْا فِي الْقُرْاٰنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَوْ مِنْ قِبَلِ اَنْفُسِهِمْ وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُمْ مَّا يَدُلُّ عَلٰى مَا قُلْنَا اَنَّهُمْ لَمْ يَقُوْلُوْا مِنْ قِبَلِ اَنْفُسِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔

(ترجمہ: حضرت مجاہد، حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما اور ان کے علاوہ باقی اہلِ علم حضرات سے تفسیرِ قرآن کے سلسلہ میں جو روایات مروی ہیں ان کے بارے میں یہ گمان نہیں ہے کہ اُنہوں نے قرآنِ کریم کی تفسیر میں علم کے بغیر یا ذاتی خواہشات کی بناپر کچھ کہا ہے اُن سے ایسی روایات مروی ہیں جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں جو ہم نے بیان کی ہے کہ اُنہوں نے من گھڑت انداز میں علم کے بغیر کچھ نہیں کہا۔)

اہلِ انصاف ضرور یہاں غور فرمائیں گے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باوجود تجربۂ علم وعلوِ شان کے متقدمین کی نسبت کس درجہ کا حسنِ ظن رکھتے تھے کہ باوجودیکہ تفسیرِ قرآن کے لئے کمال درجہ کی احتیاط چاہئے تاہم اُن کی تفسیرِ مُجرد [۱] کو یہ نہ کہا کہ ایسے اقوال بلا استدلالِ حدیث قابلِ اعتبار نہیں بلکہ حُسنِ ظن ظاہر کیا کہ ان حضرات کو ضرور احادیث پہنچی ہوں گی گو ہمیں معلوم نہ ہوں۔

جب اس درجہ کے علماء ایسے مواقعِ احتیاط میں اقوالِ متقدمین کو صرف بحُسنِ ظن مان لیں تو ہم لوگوں کو متقدمین کی نسبت کس قدر حُسنِ ظن چاہئے کہ نہ ہمیں ویسا علم ہے نہ ویسا فہم۔

افسوس ہے اُن لوگوں سے کہ جن کو عبارت پڑھنے کا بھی حوصلہ نہیں آئمۂ مجتہدین پر اعتراض کرتے ہیں اگر بالفرض چند کُتبِ حدیث پڑھ بھی لیں تو کیا کہیں امام ترمذی ہوسکتے ہیں حاشا و کلاً۔

ترمذی وہ شخص ہیں کہ جن کی جلالتِ شان وتبحرِ علم وکمالِ قوّتِ حافظہ پر ایک عالَم گواہی دے رہا ہے سچ ہے عالی ظرفوں کی بات ہی کچھ اور ہوا کرتی ہے مثل مشہور ہے جیسا آدمی ویسی بات۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

دَوْلَةُ الْاَرْذَالِ آفَةُ الرِّجَالِ۔

(ترجمہ: کمینوں کا مالدار ہونا باہمت لوگوں کے لئے آفت ہے۔)

﴿اللہ﴾ ﴿اللہ﴾ ﴿اللہ﴾

۱۔ تفسیرِ مُجرد: اس سے مراد وہ تفسیر ہے جو ان بزرگوں سے منقول ہے لیکن اس کے ساتھ یہ منقول نہیں کہ یہ تفسیر اُنہوں نے اپنے کس شیخ سے سنی، یعنی ایسی تفسیر جس میں اُنہوں نے اس تفسیر کا ماخذ ذکر نہ کیا۔

﴿۴﴾

ذکرِ نام پاک سے نارِ جہنم سرد ہو اور سی حضرت کا دوزخ میں نہ جائے مومنو
بوالبشر نے کی وصیّت وقتِ آخر شیث کو کہ قرینِ ذکرِ حق ذکرِ محمد کیجیو
وحشت آدم کی گئی نامِ شہِ لولاک سے
مردے زندہ ہوگئے تاثیرِ نام پاک سے

فضیلتِ نام مبارک ونجات بطفیل نام

قولہ: ذکرِ نام پاک سے نارِ جہنم سرد ہو — مواہبِ لدنیہ میں ہے:

رُوِیَ اِنَّ قَوْمًا مِّنْ حَمَلَةِ الْقُرْاٰنِ یَدْخُلُوْنَهَا فَیُنْسِیْهِمُ اللّٰهُ تَعَالٰی ذِکْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی یُذَکِّرَهُمْ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَیَذْکُرُوْنَهٗ فَتَخْمُدُ النَّارُ وَتَنْزَوِیْ عَنْهُمْ۔

ترجمہ: روایت ہے کہ ایک قوم حافظِ قرآن دوزخ میں داخل ہوگی جس سے بھلادے گا اللہ تعالیٰ ذکر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پھر یاد دلائیں گے اُن کو جبرئیل علیہ السلام جب یاد کریں گے وہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو آگ بُجھ جائے گی اور ہٹ جائے گی۔ انتہی

قولہ: اور سی حضرت کا دوزخ میں نہ جائے مومنو — مواہب لدنیہ اور شرح زرقانی میں روایت ہے:

رَوَیْنَا مِمَّا أَخْرَجَهُ الْحَافِظُ أَبُوْطَاهِرٍ السَّلَفِیُّ وَابْنُ بُکَیْرٍ فِیْ جُزْئِهٖ مِنْ طَرِیْقِ حُمَیْدٍ الطَّوِیْلِ (عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُوْقَفُ عَبْدَانِ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ تَعَالٰی

فَیَأْمُرُ اللّٰهُ بِهِمَا اِلَی الْجَنَّةِ فَیَقُوْلَانِ رَبَّنَا بِمَا اسْتَأْهَلْنَا الْجَنَّةَ وَلَمْ نَعْمَلْ عَمَلًا یُجَازِیْنَا الْجَنَّةَ؟ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اُدْخُلَا الْجَنَّةَ فَاِنِّیْ آلَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ أَنْ لَّا یَدْخُلَ النَّارَ مَنِ اسْمُهٗ أَحْمَدُ وَلَا مُحَمَّدٌ، وَرَوٰی اَبُوْ نُعَیْمٍ عَنْ نُبَیْطِ بْنِ شُرَیْطٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا عَذَّبْتُ أَحَدًا تُسَمّٰی بِاسْمِكَ فِی النَّارِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ دو بندے رُوبرُو اللہ تعالیٰ کے کھڑے کیے جائیں گے حکم ہوگا لے جاؤ اُن کو جنت کی طرف وہ عرض کریں گے: اے رب کس سبب سے ہم قابلِ جنت ہوئے حالاں کہ کوئی عمل ہم نے ایسا نہیں کیا جس کا بدلا جنت ہو؟ ارشاد ہوگا جاؤ جنت میں میں نے قسم کھائی ہے اپنی ذات کی کہ دوزخ میں داخل نہ ہو وہ شخص جس کا نام احمد یا محمد ہو۔

اور نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھائی ہے کہ نہ عذاب کرے گا دوزخ میں اُس شخص کو جو آپ کے نام کے ساتھ موسوم ہو۔

ہر چند ابنِ تیمیہ نے لکھا ہے کہ فضیلتِ تسمیہ کے باب میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سب موضوع ہیں مگر علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ قول قابلِ اعتبار نہیں البتہ بعض حفاظ نے لکھا ہے کہ کوئی حدیث اس باب میں صحیح نہیں یہ بات اور ہے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ کتب اصولِ حدیث میں مصرح ہے۔ اور ایسی حدیث کیوں کر موضوع ہوسکتی ہے جس کو اکابر محدثین مثل حاکمؔ اور بزارؔ، ابنِ عدیؔ، ابو منصورؔ، ابو سعیدؔ، ابو یعلیؔ، طرابطنی، ابنِ جوزیؔ، سلفیؔ، ابو نعیمؔ، خرائطی، ابنِ بکیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم وغیرہم نے موقوفاً ومرفوعاً روایت کیا ہے۔ هٰكَذَا أَفَادَ الزُّرْقَانِیُّ فِیْ شَرْحِ الْمَوَاهِبِ (اسی طرح فائدہ بیان کیا امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مواہب لدنیہ کی شرح میں)

اور احادیثِ موقوفہ[1] بھی یہاں حکم میں مرفوع[2] کے ہیں اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے امور اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے جیسا کہ محدثین نے اس کی تصریح کی ہے۔

رہا یہ کہ بعض ملاحدہ وزنادقہ بھی نام مبارک کے ساتھ موسوم ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے فضائل بلکہ جمیع اعمالِ حسنہ بغیر ایمان کے کچھ کام نہیں آتے مقدم سب سے خدا تعالیٰ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان اور محبت ہے جب یہیں معاملہ ٹھیک نہ ہوا تو سوائے جہنم کے پھر کہیں ٹھکانا نہیں۔ الغرض آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس قدر عظمت ملحوظ ہے کہ توہین حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کی بھی حق تعالیٰ کو گوارہ نہیں۔

حضرت ﷺ کا نام مبارک عرش پر اور حضرت آدم علیہ السلام کی وصیت

قولہ: بوالبشر نے کی وصیت: الخ مواہب لدنیہ میں مروی ہے:

وَرَوَى ابْنُ عَسَاكِرَعَنْ كَعْبِ الْاَحْبَارِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَقْبَلَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى ابْنِهٖ شِيْثَ فَقَالَ اَيْ بُنَيَّ اَنْتَ خَلِيْفَتِيْ مِنْ بَعْدِيْ فَخُذْهَا بِعِمَارَةِ التَّقْوٰى وَالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى فَكُلَّمَاذَكَرْتَ اللّٰهَ فَاذْكُرْ اِلٰى جَنْبِهٖ اسْمَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ اسْمَهٗ مَكْتُوْبًا عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ وَاَنَا بَيْنَ الرُّوْحِ وَالطِّيْنِ ثُمَّ اِنِّيْ طُفْتُ السَّمٰوَاتِ فَلَمْ اَرَفِي السَّمٰوَاتِ مَوْضِعًا اِلَّا رَاَيْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَكْتُوْبًا عَلَيْهِ وَاِنَّ رَبِّيْ اَسْكَنَنِي الْجَنَّةَ فَلَمْ اَرَ فِي الْجَنَّةِ قَصْرًا وَلَاغُرْفَةً اِلَّا وَجَدْتُّ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَكْتُوْبًا عَلَيْهِ وَلَقَدْرَاَيْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَكْتُوْبًا عَلٰى نُحُوْرِ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَعَلٰى وَرَقِ قَصَبِ اٰجَامِ الْجَنَّةِ وَعَلٰى وَرَقِ

---

[1] حدیثِ موقوف: وہ حدیث جس کے راویوں کا سلسلہ صرف کسی صحابی تک پہنچا ہو۔

[2] حدیثِ مرفوع: وہ حدیث جس کے روایوں کا سلسلہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا ہو۔

شَجَرَةِ طُوبٰی وَعَلٰی وَرَقِ سِدْرَةِ الْمُنْتَھٰی وَعَلٰی اَطْرَافِ الْحُجُبِ وَبَیْنَ أَعْیُنِ الْمَلٰئِکَةِ فَاَکْثِرْ ذِکْرَہٗ فَاِنَّ الْمَلٰئِکَةَ مِنْ قَبْلٍ تَذْکُرُہٗ فِیْ کُلِّ سَاعَاتِھَا۔

ترجمہ: روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو پس خلافت کو عمارتِ تقوٰی اور دستگاہِ محکم کے ساتھ لو اور جب یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو تو اُس کے متصل نامِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرو کیوں کہ میں نے اُن کا نام ساقِ عرش پر لکھا دیکھا ہے جب میں روح و طین میں تھا پھر تمام آسمانوں میں پھر کر دیکھا کہ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لکھا نہ ہو اور میرے رب نے مجھ کو جنت میں رکھا وہاں کوئی محل اور کوئی بالاخانہ اور برآمدہ ایسا نہیں دیکھا جس پر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نہ لکھا ہو اور سینوں پر تمام حوروں کے، ہر جنت کے تمام درختوں اور شجرِ طوبیٰ اور سدرۃ المنتہٰی کے پتوں، پردوں کے اطراف اور فرشتوں کی آنکھوں کے بیچ میں نام مبارک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لکھا ہوا ہے اس لئے اکثر اُن کا ذکر کیا کرو فرشتے قدیم سے ہر وقت اُن کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ انتہٰی

فائدہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو جو کثرتِ ذکرِ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت فرمائی اُس کا منشا ایک تو یہ ہے کہ جب فرشتے ہمیشہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا کرتے ہیں تو ضرور ہے کہ وہ نہایت عمدہ عبادت ہوگی اور ایسی عبادت زیادہ کرنا بہتر ہوگا۔ دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جیسی محبت ہے کسی کے ساتھ نہیں ہرچند حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی خلیل اللہ ہیں مگر حبیب اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت کچھ اور ہی ہے۔ چناں چہ خود حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام معترف ہیں کہ میری خُلّت اس درجہ کی نہیں۔

کَمَا فِی الْمَوَاھِبِ وَشَرْحِہٖ لِلزُّرْقَانِیِّ وَلَفْظُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَةَ وَحُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ النَّاسَ

فَیَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی تَزْلُفَ لَھُمُ الْجَنَّۃُ فَیَأْتُوْنَ آدَمَ فَیَقُوْلُوْنَ یَااَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّۃَ فَیَقُوْلُ وَھَلْ اَخْرَجَکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ اِلَّا خَطِیْئَۃُ اَبِیْکُمْ آدَمَ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِکَ اذْھَبُوْا اِلَی ابْنِیْ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰہِ فَیَقُوْلُ اِبْرَاھِیْمُ (لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِکَ اِنَّمَا کُنْتُ خَلِیْلًا مِنْ وَّرَاءٍ وَّرَاءٍ۔ الحدیث۔

ترجمہ: روایت کی مسلم نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمع کرے گا حق تعالیٰ لوگوں کو محشر میں کھڑے ہوں گے ایمان والے یہاں تک کہ قریب ہوگی اُن سے جنت تو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے اے پدرِ بزرگوار ہمارے! کھلوائیے ہمارے لئے جنت وہ کہیں گے تمہیں جنت سے تمہارے باپ آدم ہی کی خطا نے تو نکالا ہے میں اس کام کا نہیں جاؤ میرے فرزند خلیل اللہ کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے میں بھی اس کام کا نہیں ہوں میں خلیل صرف دور ہی دور سے تھا۔ انتھی

الحاصل حضرت آدم علیہ السلام پر یہ امر بخوبی منکشف ہو گیا تھا کہ حق تعالیٰ کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت محبت ہے کیوں کہ ہر ایک مقام پر نام مبارک کو لکھنا اور فرشتوں سے ہمیشہ ذکر کروانا فرطِ محبت پر دلیلِ قطعی ہے، چناں چہ حدیث شریف میں وارد ہے:

(مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ مِنْ ذِکْرِہٖ) وَھُوَ حَدِیْثٌ مَّرْفُوْعٌ رَوَاہُ اَبُوْنُعَیْمٍ وَّالدَّیْلَمِیُّ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا ذَکَرَہٗ فِی الْمَوَاھِبِ وَشَرْحِہٖ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے تو اکثر اُس کو یاد کرتا ہے انتھی

اس لئے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے اُس فرزند کو جو محبوب ترین اولاد اور خلیفہ تھے وصیّت کی کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت کیا کریں۔ اس وصیّت میں بظاہر دو فائدے ہیں ایک خاص نفع ذاتی حضرت شیث علیہ السلام کا کہ بدولت اُس کے حق تعالیٰ کے نزدیک ان کا تقرب بڑھے۔

دوسرا یہ کہ تمام اولاد کی بھلائی بھی مدِ نظر تھی کیوں کہ جب سب کو یہ معلوم ہو جائے کہ اُپ پیارے فرزند ولی عہد کو ایسی وصیت کی ہے تو اُن میں جو زیرک اور خلف الصدق ہیں ضرور اس کام پر رغبت کریں گے اس پر بھی اگر کسی ناخلف نے پدرِ مہربان کی وصیت کو لغو سمجھا تو اپنا نقصان کیا۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر باعثِ محبت و ایمان

یہ تو اُن کا ذکر تھا جو خود نبی مقرب تھے اب اس موقع پر ناظرین خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جب انبیائے اولوالعزم نے ذکرِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس قدر اہتمام کیا ہو تو ہم اُمتیوں کو کس قدر اُس کا اہتمام والتزام چاہئے کیوں کہ ہمارا تو دین وایمان حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہی محبت کے ساتھ وابستہ ہے دیکھو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ کوئی تم میں ایمان دار نہیں ہوتا جب تک کہ اُس کے دل میں میری محبت اُس کے باپ اور بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

یعنی تمام عالم سے زیادہ جب تک آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو ایمان ہی نہیں غرض ایمان اگر حاصل کرنا ہو تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت حاصل کرنی چاہئے اور حصولِ محبت کی مفتاح ذکر ہے۔ چناں چہ ابنِ قیم نے حادی الارواح اِلی بلاد الافراح میں لکھا ہے:

وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ مَطْلُوْبٍ مِفْتَاحًا وَّمِفْتَاحُ الْوِلَايَةِ وَالْمَحَبَّةِ الذِّكْرُ۔

ترجمہ: یعنی حق تعالیٰ نے ہر ایک مطلب کے لئے ایک کُنجی مقرر کی ہے اور کُنجی قرب ومحبت کی ذکر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اگر حاصل کرنا ہو تو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر

بکثرت کرنا چاہئے تا کہ محبت حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدا ہو اور بدولت اُس کے ایمان حاصل ہو اور اگر ایمان ہے یعنی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہے جب تو بمقتضائے:

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِهٖ۔

(ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے تو اکثر اُس کو یاد کرتا ہے)

خود ذکر ہونے لگے گا۔

﴿حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ عالم کی پیدائش کے باعث ہیں﴾

قولہ: شہِ لولاہ: اشارہ اُس حدیث شریف کی طرف ہے جو مواہب لدنیہ میں ہے:

وَرُوِیَ اَنَّہٗ لَمَّا خَرَجَ آدَمُ مِنَ الْجَنَّةِ رَاٰی مَكْتُوْبًا عَلٰی سَاقِ الْعَرْشِ وَعَلٰی كُلِّ مَوْضِعٍ فِی الْجَنَّةِ اسْمَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْرُوْنًا بِاسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَقَالَ يَارَبِّ هٰذَا مُحَمَّدٌ مَنْ هُوَ؟ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذَا وَلَدُكَ الَّذِیْ لَوْلَاهُ مَاخَلَقْتُكَ فَقَالَ يَارَبِّ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْوَلَدِ ارْحَمْ هٰذَا الْوَالِدَ فَنُوْدِیَ يَاآدَمُ لَوْتَشَفَّعْتَ اِلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ فِیْ أَهْلِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْنَاكَ۔

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکلے دیکھا کہ ساقِ عرش پر اور جنت میں ہر جگہ نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے، عرض کیا یارب یہ محمد کون ہیں؟ ارشاد ہوا: هٰذَا وَلَدُكَ لَوْلَاهُ مَاخَلَقْتُكَ یعنی یہ تمہارے فرزند ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا، عرض کیا یارب بحرمت اس فرزند کے اس والد پر رحم کر، ندا آئی کہ اے آدم! اگر تم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کل زمین و آسمان والوں کے حق میں سفارش کرتے تو بھی ہم قبول کرتے۔

اور اسی طرح لفظِ (لَوْلَاهُ) اُس حدیث شریف میں وارِد ہے جس کو روایت کیا امام سیوطی رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ نے دُرِ منثور میں تفسیر آیہ شریفہ فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ کے تحت میں۔

كَمَاقَالَ أَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْمُعْجَمِ الصَّغِيْرِ وَالْحَاكِمُ وَأَبُوْنُعَيْمٍ وَّالْبَيْهَقِيُّ كِلَاهُمَافِي الدَّلَائِلِ وَابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّاأَذْنَبَ آدَمُ الذَّنْبَ الَّذِيْ أَذْنَبَ رَفَعَ رَأْسَهٗ إِلَى الْعَرْشِ فَقَالَ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّاغَفَرتَ لِيْ فَأَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ وَمَنْ مُحَمَّدٌ؟ فَقَالَ لَمَّاخَلَقْتَنِيْ رَفَعْتُ رَأْسِيْ اِلٰى عَرْشِكَ فَاِذَافِيْهِ مَكْتُوْبٌ" لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ لَيْسَ أَحَدٌ أَعْظَمَ عِنْدَكَ قَدْرًامِمَّنْ جَعَلْتَ اسْمَهٗ مَعَ اسْمِكَ فَأَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ يَاآدَمُ اَنَّهٗ آخِرُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَاهُ مَاخَلَقْتُكَ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام سے وہ گناہ صادر ہوا تو عرش کی طرف سر اُٹھا کر دُعا کی کہ الٰہی بحق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے بخش دے۔ اُن پر وحی ہوئی کہ محمد کون؟ عرض کیا الٰہی جب پیدا کیا تو نے مُجھ کو تو میں نے عرش کی طرف سر اُٹھا کر دیکھا تو لکھا ہوا ہے: لَااِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس سے میں نے جانا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے اُس سے زیادہ کسی شخص کا مرتبہ تیرے پاس نہ ہوگا، وحی آئی کہ اے آدم! وہ نبیوں سے آخر ہوں گے تمہاری اولاد میں، وَلَوْلَاهُ مَاخَلَقْتُكَ ،یعنی اگر نہ ہوتے وہ تو نہ پیدا کرتا میں تم کو۔ انتھی

ابنِ جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی کتاب الوفا بفضائل المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اس حدیث شریف کو روایت کیا ہے۔

فائدہ اکثر احادیث میں بظاہر اختلاف ہوا کرتا ہے کہ جس کی توفیق ہر شخص سے ہو نہیں سکتی ایسے مواقع میں یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ کہ دونوں حدیثوں میں کچھ ضعف آجاتا ہو بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ ہر ایک حدیث کو دوسری حدیث سے تعداد کی وجہ سے قوت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے کہ

ہرایک حدیث نفسِ واقعہ کی صداقت پر گویا دوسری حدیث کی گواہ ہوتی ہے ہاں جن اُمور زائدہ میں تعارض ہے اُن میں شک پیدا ہوگا نہ کہ نفسِ واقعہ میں، دیکھ لو احادیثِ معراج جو صحیحین وغیرہ میں وارد ہیں اس سے ترتیب مقاماتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کس قدر اختلاف ظاہر ہے۔ پھر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس وجہ سے وہ سب احادیث ضعیف ہوگئی ہوں بلکہ محدثین حتی الامکان اس قسم کی احادیث میں توفیق دے دیتے ہیں۔

اور کبھی منشا اختلاف کا یہ بھی ہوتا ہے کہ راوی کو ہر چند اصل واقعہ تو یاد ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ بسبب تمادیٔ ایام کے تقدیم یا تاخیر اوقات وغیرہ پورے طور پر یاد نہ رہنے کی وجہ سے اپنے ظنِ غالب پر بیان کردیا ہو چناں چہ ان دونوں حدیثوں میں یہی صورت معلوم ہوتی ہے۔

الحاصل ان دونوں حدیثوں سے مخاطبہ حق تعالیٰ کا حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں ثابت ہے کیوں کہ ابھی حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے اُس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔

نام مبارک سے رفعِ وحشت

قولہ: وحشتِ آدم گئی نامِ شہ لولاک سے

کَمَا فِی الْمَوَاهِبِ وَالزُّرْقَانِيِّ (وَأَخْرَجَ أَبُو نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَفَعَهُ لَمَّا نَزَلَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْهِنْدِ اسْتَوْحَشَ فَنَزَلَ جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَادٰى بِالْأَذَانِ "اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ" مَرَّتَيْنِ "أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" مَرَّتَيْنِ "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" مَرَّتَيْنِ ـ الحديث۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب آدم علیہ السلام ہند میں اُترے اور اُن کو وحشت ہوئی اُس وقت جبریل علیہ السلام اُترے اور اذان کہی اس طور سے اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ دوبار

أَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دوبار أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ دوبار آخر حدیث تک (مقصود یہ کہ بدولت اس اذان کے وحشت جاتی رہی)۔

وَرَوَاهُ اَيْضًا الْحَاكِمُ وَابْنُ عَسَاكِرَ وَقَدْ رَوَى الدَّيْلَمِيُّ عَنْ عَلِيٍّ رَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِيْنًا فَقَالَ يَا ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ مَالِيْ اَرَاكَ حَزِيْنًا فَمُرْ بَعْضَ اَهْلِكَ يُؤَذِّنُ فِيْ اُذُنِكَ فَاِنَّهٗ دَوَاءٌ لِّلْهَمِّ فَجَرَّبْتُهٗ فَوَجَدْتُهٗ كَذٰلِكَ وَقَالَ كُلٌّ مِنْ رُّوَاتِهٖ جَرَّبْتُهٗ فَوَجَدْتُهٗ كَذٰلِكَ۔

ترجمہ: اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ کو حزین و غمگین دیکھ کر فرمایا کہ اے ابنِ ابی طالب تم کو میں غمگین پاتا ہوں کسی سے کہو کہ تمہارے کان میں اذان کہہ دے وہ غم کی دوا ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو آزمایا فی الحقیقت اس سے حزن جاتا رہا، اور اس حدیث شریف کے جتنے راوی ہیں سبھوں نے ایسا ہی کہا کہ ہم نے بھی اُس کو آزمایا ہے واقعی یہی تاثیر پائی۔ انتہی

نکتہ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب کوئی اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے تو جتنے خیالات وحشت انگیز ہوں سب محو ہو جاتے ہیں اس لئے کہ جب انسان کو کسی کے ساتھ کمال درجہ کی محبت ہو اور اُس کو یاد کرے تو دل اسی کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے جس سے خیال اُن اُمور کا جو وحشت انگیز ہوں باقی نہیں رہتا یعنی کیفیتِ جدیدہ دل میں متمکن ہونے کی وجہ سے کیفیتِ سابقہ محو ہو جاتی ہے۔

جب یہ تاثیر ہر محبوب کے یاد کرنے میں عموماً ٹھہری تو محبوبِ رب العالمین کے یاد کرنے میں کس قدر تاثیر ہونی چاہئے، جب بحسب عقیدہ اہلِ اسلام کسی کیفیتِ قلبی وغیرہ کا وجود بے تخلیقِ خالق ممکن نہیں سو جیسے حق تعالیٰ نے ہر محبوب کے یاد کرنے میں تاثیر رکھی ہے، اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد میں اگر خاص طور پر وہ تاثیر رکھی ہو تو کیا عجب؟ البتہ ان دونوں میں اتنا فرق ہوگا کہ وہاں تذکر کے بعد ایک نئی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے کیفیتِ سابقہ محو ہو جائے اور یہاں توسّطِ کیفیتِ

جدیدہ کی ضرورت نہیں مگر چوں کہ تاثیراتِ اشیاء مِن جانب اللہ ہیں اثر آخری دونوں کا ایک طور پر ہوا جیسے طبِ یونانی ومصری یا ڈاکٹری کہ کسی میں علاج بالضد ہے اور کسی میں بالموافق ہر چند کیفیاتِ درمیانی متغایر ہوں مگر انجام دونوں کا جواز الۂ مرض ہے ایک ہے۔

الحاصل آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر مبارک میں یہ اثر دیا گیا ہے کہ وحشت واندوہ کو دفع کرے، میں یقین سمجھتا ہوں کہ یہاں باریک ونازک اَسرار ہوں گے جن کو اہلِ مذاق جانتے ہوں گے اتنا تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ اِدھر شانِ رحمۃ للعالمینی جلوہ گر ہے کہ نام سے آثارِ رحمت ہویدا ہیں اور اُدھر عظمتِ شانِ غیوری آمادۂ قہر ہے کہ جب عموماً محبوبوں کے ذکر میں وہ تاثیر ہو کیا معنی کہ محبوبِ رب العالمین کے ذکر میں وہ اثر نہ ہو؟ دلوں پر جبر ہے کہ بخرقِ عادت بلاتوسُّطِ کیفیتِ جدیدہ وحشت واندوہ دفع ہوا کرے۔

یہاں ایک بات اور یاد رکھ لینی چاہئے کہ اگر کسی بداعتقاد قَسِیُّ الْقَلْب کے دل میں یہ اثر ظاہر نہ ہو تو یہ نہ سمجھیں کہ اُس کی تاثیر میں کُچھ فرق ہے بلکہ وہاں یہ سمجھنا چاہئے کہ محل میں صلاحیت نہیں جیسے اَطِبّاء معترف ہیں کہ جب محل میں صلاحیتِ قبول نہ ہو دوا کیسی ہی قوی الاثر کیوں نہ ہو کُچھ اثر نہیں کرتی علیٰ ہذاالقیاس اَوْرَاد، ادعیہ وسُوَرِ قرآنی باوجود قطعیتِ تاثیر کے اسی وجہ سے کبھی اثر نہیں بھی کرتے ہیں۔

فائدہ اگر کوئی یہاں یہ سوال کرے کہ حدیث شریف سے تو مجموعِ اذان کی تاثیر ثابت ہوتی ہے اور اس میں کئی امور مذکور ہیں خاص حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کی تاثیر کہاں سے ثابت ہوئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اذان میں تین چیزوں کا ذکر ہے: اللہ تعالیٰ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نماز کی دعوت۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اس اذان سے دعوتِ نماز مقصود نہیں ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کان میں اذان کہلوانے کا ارشاد کیوں ہوتا، فرمادیتے کہ اذان و قتیہ سُن لو۔

اب رہا خدائے تعالیٰ کا ذکر سو اس میں کُچھ شک نہیں کہ خدائے تعالیٰ کے نام پاک میں ہر قسم

کی تاثیرات ہیں اُس کا انکار کون کر سکے؟ مگر یہ بھی تو ہے کہ مؤثرِ حقیقی وہی ہے اور مختار ہے چاہے تاثیر کسی شے کی کسی وقت ظاہر کرے چاہے نہ کرے۔

چناں چہ حضرت آدم علیہ السلام جب سے کہ اپنے مقام سے جدا ہوئے کیا ہو سکتا ہے کہ اس محلِ وحشت واندوہ میں سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی کا ذکر اُنہوں نے کیا ہوگا؟ پھر باوجود اس کے نام پاک کی تاثیر ظاہر نہ فرمائی کیوں کہ مقصود کچھ اور تھا۔ پھر جب وحشت کو اُن کی دفع کرنا منظور ہوا جبریل علیہ السلام بھیجے گئے کہ اذان کہیں جس میں نام آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی تھا۔

اب ذرا غور کیا جائے کہ ایسے موقع میں حضرت آدم علیہ السلام نے کیا خیال کیا ہوگا؟ یہی وجہ تھی کہ جب نام مبارک آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یاد دلا دیا گیا تمامی خصوصیات حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو وہ دیکھ چکے تھے سب آنکھوں کے سامنے ہو گئے اور کہنے لگے: الٰہی بحقِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے بخش دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمامی اذان سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام مبارک کا ذکر مقصود تھا جس کی تاثیر ظاہر ہوئی۔

اس کی مثال ایسی ہوئی جیسے قیامت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سے صرف تصدیقِ رسالت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقصود ہوگی۔

کَمَا فِی الْمَوَاهِبِ وَشَرْحِهٖ (وَأَخْرَجَهُ)أَیْ حَدِیْثَ أَبِیْ هُرَیْرَةَ الْمَذْکُوْرَ(الطَّبَرَانِیُّ وَالْحَاکِمُ بِلَفْظِ)قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (تُحْشَرُ الْأَنْبِیَاءُ عَلَی الدَّوَابِّ وَأُبْعَثُ عَلَی الْبُرَاقِ وَیُبْعَثُ بِلَالٌ عَلٰی نَاقَةٍ مِّنْ نُوْقِ الْجَنَّةِ یُنَادِیْ بِالْأَذَانِ مَحْضًا وَّبِالشَّهَادَةِ حَقًّا حَتّٰی إِذَا قَالَ "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" شَهِدَ لَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ الْأَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ)۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ انبیاء کا حشر سواریوں پر ہوگا، اور سوار ہوں گا میں

براق پر اور بلال ناقۂ جنت پر ہوں گے اور اذانِ خالص کہیں گے اور سچی گواہی دیں گے جب
اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًارَّسُوْلُ اللّٰهِ کہیں گے تو سب اگلے پچھلے اہلِ ایمان اس کی گواہی دیں گے انتہی
یہ بات ظاہر ہے کہ نہ محشر میں نماز کی دعوت مقصود ہے نہ شہادت توحید کیوں کہ وہاں تو کفار
بھی مؤحِد ہو جائیں گے مقصود یہ کہ مجموعِ اذان سے دونوں صورتوں میں ایک ہی چیز مقصود ہے اس سے
معلوم ہوا کہ اذان میں جو رفعِ وحشت واندوہ کی تاثیر ہے بنظرِ نام مُبارک آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے ہے اور وحشت حضرت آدم علیہ السلام کی اسی سے زائل ہوئی وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ۔

حدیثِ لَوْلَاكَ

قولہ: شہِ لولاک حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

لَوْلَاكَ مَاخَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَاكَ مَاخَلَقْتُ النَّارَ۔

ترجمہ: اے محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو نہ پیدا کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دوزخ کو نہ پیدا کرتا۔

اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لَوْلَاكَ مَاخَلَقْتُ الدُّنْيَا مروی ہے چناں چہ
دوسری اور چوتھی تسدیس میں دونوں روایتیں مذکور ہوئیں۔

فائدہ یہاں معلوم کرنا چاہئے کہ آج کل جو غل مچ رہا ہے کہ لَوْلَاكَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ
حدیث موضوع ہے یہ تسلیم بھی کیا جائے تو اہلِ جرح کو اس سے فائدہ کیا؟ زمین، دریا،
جنت، دوزخ، ثواب، عقاب، جملہ آدمیوں کے جدِ بزرگوار بلکہ ساری دنیا جب بدولت آں حضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیدا ہوئی تو افلاک کیا چیز ہیں؟ دیکھ لو جنت، دوزخ بدولت حضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی حدیث کو حاکم، دیلمی، سبکی، بلقینی نے روایت کیا ہے۔ اور زمین ودریا پیدا
ہونے کی حدیث کو ابنِ سبع، اور غرفی نے۔ اور دنیا طفیلی ہونے کی حدیث کو ابنِ عسا کرنے۔ اور ثواب،

عقاب کی حدیث کو ابنِ سبع وغرفی نے۔اور خلقِ آدم علیہ السلام کی حدیث کو طبرانی، حاکم، بیہقی، ابنِ عساکر، ابونعیم، ابوالشیخ بلقینی سبکی نے چناں چہ دوسری اور چوتھی تسدیس میں ان احادیث کا ذکر ہو چکا۔اور خصائصِ کبریٰ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے:

أَخْرَجَ الْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الصَّغِيرِ وَأَبُونُعَيْمٍ وَابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّااقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيْئَةَ قَالَ يَارَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّاغَفَرْتَ لِيْ قَالَ كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا قَالَ لِأَنَّكَ لَمَّاخَلَقْتَنِيْ بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ مِنْ رُّوْحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَرَأَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبٌ "لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلَى اسْمِكَ اِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْكَ قَالَ صَدَقْتَ يَاآدَمُ وَلَوْلَامُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُكَ۔

ترجمہ: روایت کیا حاکم اور بیہقی اور طبرانی نے صغیر میں اور ابونعیم اور ابنِ عساکر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام مرتکب خطا ہوئے عرض کی یارب بحقِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے، ارشاد ہوا تم نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا؟ عرض کیا جب تو نے مجھے پیدا کیا اور اپنی روح مجھ میں پھونکی تو میں نے سر اُٹھایا جو دیکھا تو عرش کے ہر پایہ پر لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے اس سے میں سمجھ گیا کہ اپنے نام کے ساتھ اُسی کا نام تو نے ملایا ہوگا جو محبوب ترینِ خلق تیرے پاس ہے، ارشاد ہوا: اے آدم! تم سچ کہتے ہو اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو نہ پیدا کرتا۔انتہی

الحاصل ان سب روایات سے معلوم ہوا کہ تمام عالَم کا وجود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طفیلی ہے۔اب کہیے اَفْلَاك اس سے کہاں نکل سکیں گے بلکہ خود افلاک کا نام بھی صراحۃً

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں آچکا ہے جو دوسری تسدیس میں مذکور ہے۔ اب باقی رہی یہ بات کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ موضوع ہے سو یہ بحث علمی ہے اعتراض کرنے والے سب ایسے نہیں ہیں کہ ابحاثِ علمیہ سے واقف ہوں بلکہ اکثر تو ایسے ہوں گے کہ لفظِ حدیث کے معنی تک نہ جانتے ہوں گے ایسے لوگوں کا ایسے موقع میں مقصود کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ خَبَرُ الْغَیْبِ عِنْدَاللّٰہِ۔

ابنِ جوزی نے تو اس حدیث کو موضوعات کی کتاب الفضائل میں ذکر نہیں کیا باوجودیکہ کمال تشدد اُن کا ظاہر ہے کہ اکثر احادیثِ ضعیفہ کو بھی داخلِ موضوعات کر دیا ہے۔ ہاں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے موضوعات الحدیث میں خلاصہ نقل کیا ہے کہ صغانی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ معنی اس کے صحیح ہیں کیوں کہ دیلمی کی روایت میں لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَاكَ مَاخَلَقْتُ النَّارَ اور ابنِ عساکر کی روایت میں لَوْلَاكَ مَاخَلَقْتُ الدُّنْیَا وارد ہے۔ اِنْتَھٰی

الحاصل حدیثِ لولاک صحیح ہے گو الفاظ میں کسی قدر فرق ہو پس اطلاقِ شہِ لولاک میں کچھ کلام نہیں۔ وَھُوَالْمَقْصُوْدُ۔

مردہ کا زندہ ہونا نام مبارک سے

قولہٗ: مردے زندہ ہوگئے تاثیرِ نام پاک سے

مواہب لدنیہ میں ہے:

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ شَابًّا مِّنَ الْأَنْصَارِ تَوَفّٰی وَلَهٗ أُمٌّ عَجُوْزٌ عُمْیَاءُ فَسَجَّیْنَاهُ وَعَزَّیْنَاهَا فَقَالَتْ مَاتَ ابْنِیْ قُلْنَا نَعَمْ فَقَالَتْ "اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنِّیْ ھَاجَرْتُ اِلَیْكَ وَاِلٰی نَبِیِّكَ رِجَاءً أَنْ تُعِیْنَنِیْ عَلٰی کُلِّ شِدَّةٍ فَلَاتَحْمِلَنَّ عَلَیَّ ھٰذَاالْمُصِیْبَةَ" فَمَابَرِحْنَاأَنْ کَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَّجْھِهٖ فَطَعِمَ وَطَعِمْنَا۔ رَوَاہُ ابْنُ عَدِیٍّ وَابْنُ أَبِی الدُّنْیَاوَالْبَیْھَقِیُّ وَاَبُوْنُعَیْمٍ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ کسی انصاری کا انتقال ہوا جو جوان تھے اور اُن کی

ماں بڑھیا نابینا تھی ہم نے اُن پر کپڑا اوڑھادیا اور اُس بڑھیا کی تعزیت کی، اُس نے پوچھا کیا میرا لڑکا مر گیا؟ ہم نے کہا ہاں، وہ یہ دعا کرنے لگی کہ یا اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہجرت اس اُمید پر کی ہے کہ مدد کرے گا تو میری بدبختی میں تو یہ مصیبت مجھ پر نہ ڈال حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ سے ہٹے نہ تھے کہ اُس جوان انصاری نے اپنے منہ سے کپڑا اٹھایا اور ہمارے ساتھ مل کر کھانا کھایا، اور دوسری روایت میں ہے کہ اُس وقت تک وہ زندہ رہے کہ اُن کی ماں کا انتقال اُن کے رُوبرُو ہوا۔ روایت کیا اُس کو ابن عدی وابن ابی الدنیا اور بیہقی اور ابو نُعَیم نے۔ انتہیٰ

سبحان اللہ کیا قوی ذریعہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کا اُن بی بی کے دل میں متمکّن تھا کہ بغیر سوچنے کے ویسی نازک حالت میں زبان پر آ گیا اور کیسا اعتقاد کامل تھا کہ شک کو کچھ موقع ہی نہ ملا خوب ذہن نشین تھا کہ جب سب گھر بار چھوڑ کے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہو رہے تو کیسی ہی مصیبت کیوں نہ ہو جب اس ذریعہ سے دُعا کی جائے گی اگر موت بھی ہو تو ٹل جائے گی۔ پھر جب ایسی عقیدت کے ساتھ بارگاہِ رب العزّت میں وہ دُعا پہنچی جس میں نامِ مبارک حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریک تھا تو یہ اُس کا قبول ہونا کیا عجب کیوں کہ ابتدائے نشاعنصری انسانی میں یہ سنت اللہ جاری ہو چکی ہے کہ بہ برکتِ نام مبارک دعا قبول ہوا کرے۔

اب یہاں یہ بحث باقی رہی کہ تاثیرِ احیاء ہجرت میں تھی یا نیت میں یا نامِ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یا مجموع میں؟ اور اگر مجموع میں ہو تو جزو اعظم کون ہے؟ چوں کہ یہ بحث مسئلہ تاثیرِ اذان کے مشابہ ہے جس کا ذکر ابھی ہوا اس لئے بخوفِ تطویل ناظرین کی طبعِ رسا اور وجدانِ سلیم پر حوالہ کر دیا جاتا ہے۔

الحاصل بعد غور کے معلوم ہوسکتا ہے کہ تاثیر نام پاک کی تھی کہ مردہ زندہ ہوگیا۔

﴿۵﴾

حضرت آدم نے اُس فرزند سے یہ بھی کہا
میں تفرُّج کے لئے جب آسمانوں پر گیا
دیکھا ذکرِ احمدی میں ہر ملک مصروف تھا
اور ہر ایک پتے پہ جنت کے ہے نام اُن کا لکھا
سینے حوروں کے ملائک کی جبینیں تا بعرش
ہر جگہ اس نام کا ہے عالَمِ علوی میں نقش

نام مبارک اماکنِ علویہ میں

قولہ: حضرت آدم نے اُس فرزند سے یہ بھی کہا الخ تسدیسِ ثالث میں حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مذکور ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک کہاں کہاں لکھا ہوا ہے آسمانوں پر ہر جگہ، جنت کے در و دیوار پر، حوروں کے سینوں پر، سدرۃ المنتہیٰ طوبیٰ اور اشجارِ جنت کے پتے پتے پر، پردوں کے اطراف اور فرشتوں کی آنکھوں کے بیچ میں، اور یہ بھی مذکور ہوا کہ فرشتے ہر وقت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میں مصروف ہیں اور سوائے اس کے اور روایاتِ مرفوعہ بھی اس کی مؤید ہیں۔ چناں چہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خصائصِ کبریٰ میں ذکر کیا ہے:

أَخْرَجَ أَبُوْنُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَافِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ عَلَيْهَاوَرَقَةٌ اِلَّامَكْتُوْبٌ

عَلَیۡھَا لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ۔الخصائصُ الکُبرٰی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۷ الناشر المکتبة النوریة الرضویة لائل پور، پاکستان

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی درخت جنت میں ایسا نہیں جس کے پتوں پر لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہ نہ لکھا ہو۔

اور امام ثعلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر کشف البیان میں بسندِ متصل روایت کیا ہے:

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ عَنۡ عَلِیِّ ابۡنِ اَبِیۡ طَالِبٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمۡ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لَمَّاعُرِجَ بِیۡ رَاَیۡتُ عَلٰی سَاقِ الۡعَرۡشِ مَکۡتُوۡبًا لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ اَبُوۡبَکۡرِ نِ الصِّدِّیۡقُ وَعُمَرُالۡفَارُوۡقُ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ شبِ معراج میں نے عرش کی ساق پر دیکھا لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ اَبُوۡ بَکۡرَ نِ الصِّدِّیۡقُ وَعُمَرُ الۡفَارُوۡقُ لکھا ہے۔

اسی طرح خصائصُ الکبرٰی میں نقل کیا ہے:

اَخۡرَجَ ابۡنُ عَدِی وَابۡنُ عَسَاکِرَ عَنۡ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لَمَّاعُرِجَ بِیۡ رَاَیۡتُ عَلٰی سَاقِ الۡعَرۡشِ مَکۡتُوۡبًا لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ اَیَّدۡتُہٗ بِعَلِیٍّ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ شبِ معراج عرش کی ساق پر میں نے لکھا دیکھا لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ اَیَّدۡتُہٗ بِعَلِیٍّ یعنی تائید دی میں نے ان کو علی سے۔انتھی

اور خصائصِ کبرٰی میں یہ روایت بھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُن فضائل کی ہمیں خبر دو جو قبلِ ولادت شریف ظہور میں آئے، کہا میں نے کُتُبِ سابقہ میں پڑھا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک پتھر پایا تھا جس پر چار سطریں لکھی تھیں: **پہلی سطر**: أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِيْ **دوسری سطر**: إِنِّيْ أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلِيْ طُوْبٰى لِمَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَهٗ الحدیث۔

اور اس کے سوا خصائصِ کبریٰ اور مواہب لدنیہ وغیرہ میں بہت روایتیں مذکور ہیں کہ:

''اکثر بلاد میں اشجار واحجار پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا اکثر لوگوں نے دیکھا ہے''۔

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سُلیمان علیہ السلام کی مُہر کا نقش یہ تھا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

اگرچہ ابنِ جوزی نے اس روایت کو موضوع کہا ہے مگر امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تَعقُّبات میں لکھا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی روایت وارد ہے جس کی تخریج طبرانی نے کی ہے۔

الحاصل جو شخص یہ بات جان لے کہ حق تعالیٰ نے پہلے پہل جب کتابت کو ایجاد فرمایا سب سے پہلے نام پاک آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے نام کے ساتھ لکھا، پھر اُس کو اس قسم کی کسی بات میں شک نہ ہوگا بلکہ یہ سمجھ جائے گا کہ یہ چند مواقع کیا اگر سارا عالم نام آوری پر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گواہی دے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ فردوسِ دیلمی میں روایت ہے:

أَوَّلُ شَيْئٍ خَطَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ "إِنِّيْ أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ غَضَبِيْ فَمَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَلَهُ الْجَنَّةُ (عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عباسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا)

یعنی روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ پہلی بات جو اللہ تعالیٰ نے پہلی کتاب میں لکھی یہ ہے کہ ''میں اللہ ہوں میرے سوائے کوئی معبود نہیں میری رحمت میرے غصہ سے بڑی ہوئی ہے پھر جو شخص گواہی دے کہ کوئی معبود اللہ کے سوا نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کے بندہ اور رسول ہیں اُس کے واسطے جنت ہے۔

الحاصل ان تمام روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ جو قدر و منزلت اور خصوصیت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کے نزدیک ہے اُس کا کچھ شمار و حساب نہیں۔

آپ ﷺ کے اوصاف اور فضائل کسبی نہیں

اب یہ معلوم نہیں کہ منشا اور سبب اُس کا کیا ہے؟ کیوں کہ اگر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف رسول ہی تھے تو اتنا کافی تھا کہ مثل دوسرے رسولوں کے بعد ادا کرنے فرضِ منصبی یعنی تبلیغِ رسالت کے مستحقِ تحسین ہوتے، اس کے کیا معنی کہ ہنوز عالم کا نام تک کسی کی زبان پر نہیں آیا تھا کہ لسانِ غیب سے آپ کی نام آوری کے ہر طرف چرچے ہو رہے ہیں؟

حضرت آدم علیہ السلام نے جب عدم سے آنکھ کھولی پہلے پہل جس چیز پر نظر پڑی آپ ہی کا نامِ گرامی تھا جو خالقِ بے ہمتا کے ساتھ ساتھ ہر جگہ جلوہ گر تھا ہر پتہ گواہی دے رہا ہے کہ اُن کی نظیر کا کہیں پتا نہیں اور ہر فرشتہ ذکر میں آپ کے رطب اللسان اور بزبانِ حال نغمہ سرا ہے کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی سب سے بڑھ کر بزرگ ہیں۔)

ایک طرف انبیائے اولوالعزم نعت گوئی میں مصروف ہیں کوئی آرزوئے اُمتی ہونے کی کر رہا ہے اور کوئی اُن کا توسُّل کر کے حق تعالیٰ سے مرادیں مانگ رہا ہے، معلوم نہیں کہ کونسی جانفشانی آپ کی قبلِ وجود حق تعالیٰ کو ایسی پسند آ گئی تھی کہ اس قدر افزائی ہوئی؟ یہ ظاہر ہے کہ اگر جانفشانی پر اس کا مدار ہوتا تو

انبیائے سابق زیادہ تر مستحق ان مراتب کے تھے مَعَاذَاللّٰہِ یہاں عبودیت وعبادت کو کیا دخل؟ یہ ایک خاص فضیلت ہے جس کا وجود قبل تخلیقِ عالَم ہو چکا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۝

(ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے عطا فرماتا ہے اسے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضلِ عظیم ہے۔)

اب اگر بالفرض کوئی تمام ملائک وجن وانس وغیرہ کی عبادت کر کے یہ توقع رکھے کہ ہم بھی ایک ایسا رتبہ حاصل کر سکتے ہیں تو کیا ممکن ہوگا؟ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ یہ بھی ایک قسم کا جنون سمجھا جائے گا۔ خالقِ عالَم جل شانہ ازل سے ابد تک کی فضیلت اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطاء کر چکا، ازل کا حال تو کسی قدر معلوم ہوا ابد کا حال بھی آئندہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی معلوم ہوگا، شمہ یہ کہ جنت کی چابیاں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے ہاتھ میں ہوں گی اور سلطنت جنت کی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسلّم ہے۔ پھر یہ خیال کہ (کسی دوسرے کو بھی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سی فضیلت حاصل ہو سکتی ہے) اس خدائی میں تو اس کا ظہور ممکن نہیں کیوں کہ یہاں تو انحصار ازل وابد کا ہو گیا اب اس سے زیادہ اس خیال میں خامہ فرسائی کرنا کلماتِ کفر کی حکایت کرنا ہے کسی مسلمان کو طمع تو درکنار خیال تک نہیں آسکتا کہ شرافت وفضیلتِ ذاتی میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کسی قسم کی تساوی ڈھونڈے۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

(ترجمہ: خاک کو عالمِ پاک سے کیا نسبت ہے۔)

اس تقریر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دوسرا شخص خاتم النبیین ہونا محال ہے۔

خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ دوسرا شخص نہیں ہوسکتا

پھر بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ اگرچہ دوسرا خاتم النبیین ہونا محال و ممتنع ہے مگر یہ امتناع لغیرہ ہوگا نہ بالذات جس سے امکانِ ذاتی کی نفی نہیں ہوسکتی کیوں کہ امکانِ ذاتی اور امتناعِ لغیرہ میں کچھ مُنافات نہیں؟

سو جواب اس کا یہ ہے کہ وصف خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ خاصہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے جو دوسرے پر صادق نہیں آسکتا اور موضوع لہ اس لقب کا ذاتِ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ عندالاطلاق کوئی دوسرا اس مفہوم میں شریک نہیں ہوسکتا پس یہ مفہوم جزئی حقیقی ہے اور کلّیتِ مفہومی جو وضع سے قطع نظر کرنے سے معلوم ہوتی ہے بسبب وضع کے جاتی رہی۔

جیسا کہ عبداللہ جب کسی شخص کے لئے وضع کیا جاتا ہے جزئی حقیقی ہوجاتا ہے اور مفہوم کلی اس لفظ کا اُس کی جزئیت میں کچھ فرق نہیں لاتا بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ یہ مثال بھی پورے طور پر یہاں تائید نہیں دیتی اس لئے کہ عبداللہ عین وقتِ وضع میں برابر دوسروں پر کہا جاتا ہے بخلافِ لفظ خاتم النبیین کے جب سے واضع نے اُس کو وضع کیا ہے کبھی دوسرے پر اُس کا اطلاق کیا ہی نہیں اور نہ اطلاق اُس کا سوائے ایک ذات کے دوسرے پر صحیح ہوسکتا ہے اس لئے کہ ختم انتہاء کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ انتہاء متجزّی نہیں ہوسکتی تا کہ دو شخص اس صفت کے ساتھ متصف ہوں، پھر جب عقل نے بہ تبعیت نقل ایک ذات کے اتِّصاف کو مان لیا اُس کے نزدیک محال ہوگیا کہ دوسری ذات اس صفت کے ساتھ مُتّصِف ہوسکے اور بحسب منطوق لازم الوثوق قولہ تعالیٰ:

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ۔

(ترجمہ: میرے ہاں حکم بدلا نہیں جاتا۔)

کے جب ابدالآباد تک یہ لقب مختص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے لئے ٹھہرا تو جزئیت اس

مفہوم کی ابدالآباد کے لئے ہوگی کیوں کہ یہ لقب قرآن شریف سے ثابت ہے جو بلا شک قدیم ہے۔

الحاصل اس مفہوم کی جزئیت میں کوئی شک نہیں اور یہ بات عبداللہ میں نہیں اب اُس دعوٰی کا قضیہ بنائے کہ: غَیْرُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ بِالْاِمْکَانِ۔

بادنیٰ تأمل ثابت ہوجائے گا کہ یہ قضیہ بحملِ صحیح منعقد ہی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ حمل جزئی حقیقی کا کلی پر صحیح نہیں اور اگر بنظرِ اہمالِ موضوع کے جزئی سمجھا جائے پھر وہ معین ہو خواہ غیر معین غیر موضوع لہ محمول کا ہوگا اور ابھی معلوم ہوا کہ محمول جزئی حقیقی ہو تو اُس کا حمل دوسری جزئی پر ہرگز نہیں ہوسکتا، جیسا زَیْدٌ عَمْرٌو درست نہیں اور حملِ مذکور کے عدمِ جواز کی دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ خاصہ کا حمل غیر ذی الخاصہ پر درست نہیں جیسے اَلْحِمَارُ کَاتِبٌ یا غَیْرُ آدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَبُو الْبَشَرِ یا زَیْدٌ اَبُوْ زَیْدٍ یعنی زید اپنا آپ باپ ہے، مثالِ آخری مثل لہ پر اس وجہ سے منطبق ہے کہ عَمْرٌو مثلاً زید کا باپ ہے تو یہ صفت اُس کا خاصہ ہوگی پھر یہ صفت اگر غیر عمرو پر اطلاق کی جائے تو اس امر میں کہ موضوع غیر ذی الخاصہ ہے زید اور بکر دونوں برابر ہوں گے پس اطلاق اَبُوْ زَیْدٍ خاصہ کا اگر بَکْر پر صحیح ہو تو چاہئے کہ اُس کی جہت سے زید پر بھی صحیح ہو کیوں کہ غیر ذی الخاصہ ہونے میں دونوں برابر ہیں وَاللَّازِمُ بَاطِلٌ فَالْمَلْزُوْمُ مِثْلُہٗ ۔اور قطع نظر اُس کے یہ تو ظاہر ہے کہ زید کا پدرِ حقیقی جب عمرو ہو تو یہ صفت دوسروں پر کیوں کر صادق آسکے۔

الحاصل خاصہ ایک شے کا دوسرے پر صادق نہیں آسکتا ورنہ وہ خاصہ خاصہ نہ ہوگا۔ وَھُوَ خُلْفٌ لم اس کا یہ ہے کہ محمول کو چاہئے کہ ذاتی موضوع کا ہو یا عرضی اور حمل وہی صادق آتا ہے جہاں مبداء محمول کا ذاتی موضوع کا ہو جیسے: اَلْاِنْسَانُ نَاطِقٌ یا صفتِ مُنْضَمَّہ ہو جیسے: زَیْدٌ کَاتِبٌ یا مُنْتَزِعَہ ہو خواہ بالاضافت ہو جیسے: اَلسَّمَاءُ فَوْقَنَا یا بلا اضافت ہو جیسے: اَلْاَرْبَعَۃُ زَوْجٌ۔

پھر جب مبداء محمول کا خاصہ کسی دوسری چیز کا ہو تو غیر ذی الخاصہ کی نہ ذاتی ہوسکے گا نہ وصف

مُنْضَمَّہ نہ مُنْتَزَعَہ اس سبب سے خاصہ کا حمل غیر ذی الخاصہ پر صحیح نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کا حمل غیرِ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صحیح نہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ نسبتِ حُکمیہ وقتِ حمل پیدا ہوتی ہے پھر حمل ہی نہیں تو نسبتِ حُکمیہ کہاں؟ اور جب نسبت کا ہی پتہ نہ ہو تو جہتِ امکان کیوں کر ثابت ہو سکے؟ اس لئے کہ جہت تو نسبت کی کیفیت کا نام ہے تو ضرور ہوا کہ ثبوتِ کیفیت سے پہلے ثبوتِ نسبت ہو کیوں کہ ثُبُوْتُ الشَّیْئِ لِلشَّیْئِ فَرْعُ ثُبُوْتِ مُثْبَتْ لَہ ہے یا یوں کہیے کہ:

ثَبِّتِ الْعَرْشَ ثُمَّ انْقُشْ۔

الحاصل اس سے معلوم ہوا کہ قضیۂ مذکورہ غلط ہے اور سنئے محمول قضیہ کا جو جزئی حقیقی ہے اگر دوسری چیز پر حمل کیا جائے تو سَلْبُ الشَّیْئِ عَنْ نَفْسِہٖ لازم آئے گا، دیکھو اس حمل کی نظیر یعنی زَیْدٌ عَمْرٌو ہے سو جب تک زید سے زیدیّت یا عمرو سے عمرویّت مسلوب نہ ہو عمرویّت زید میں قائم نہیں ہو سکتی اور ظاہر ہے کہ سَلْبُ الشَّیْئِ عَنْ نَفْسِہٖ محال ہے۔ پھر یہ محال جو لازم آ رہا ہے وقتِ حمل ہے یعنی ہنوز نسبت ہی کا وجود نہیں ہوا کہ محال لازم آ گیا تا بہ امکان چہ رسد اور عَلٰی سَبِیْلِ التَّنَزُّلِ اگر مُسَاوِق بھی ہو تو تب بھی امکان کو محل نہ ملا۔ اس تقریر سے بھی یہی ثابت ہے کہ وہ قضیہ باطل ہے کیوں کہ مُسْتَلْزِمِ محال محال ہوا کرتا ہے۔

اب اگر کہا جائے کہ یہ بھی مِنْ جملہ وجوہِ امتناع لغیرہ ہے؟

سو اُس کا جواب یہ ہے کہ تقریر بالا سے امکانِ ذاتی کا وجود باطل ہو گیا اگر اس بُطلان کو بھی مِنْ جملہ وجوہِ امتناع لغیرہ کے تصوّر کر لیں تو امتناع کا پلہ خوب ہی بھاری ہو جائے گا جس میں بطلانِ ذاتی یعنی اِمتناعِ ذاتی بھی شریک ہو گا سو وہ دعویٰ امکانِ ذاتی کا کہاں رہا؟

اور اُس دعویٰ کا اِبطال اس تقریر سے بھی ہو سکتا ہے کہ مفہوم خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کا اگرچہ کلی ہے مگر کلیّت اس کی ایسی نہیں جیسے انسان وغیرہ کی ہے اس لئے کہ انسان کے افراد کثیرہ ہونے میں کوئی

قباحت لازم نہیں آتی بلکہ موجود ہیں بخلاف خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ کے کہ اس کے معنی میں کثرت آ ہی نہیں سکتی جیسے: مرکز، یا اوّل، یا آخر، یا مبداء۔

حال ''مرکز'' کا سنئے کہ مرکز اُس نقطہ کو کہتے ہیں کہ جتنے خطوط اُس سے نکل کر محیط تک پہنچیں سب آپس میں برابر ہوں وہ خطوط نصف قُطر دائرہ ہوں گے جن کے مُلتَقیٰ کا نام مرکز ہے پھر اگر اُن خطوط کی ابتداء مُحیطِ دائرہ سے لی جائے تو مرکز منتہیٰ ان خطوط کا ہوگا اور اگر مرکز سے لی جائے تو وہ مبداء اُن کا ہوگا۔ بہرحال خواہ وہ مبداء ہو یا منتہیٰ مرکز ایک نقطہ معین ہوگا جس کا فرض کرنا ہر جگہ مثل اور نقطوں کے ممکن نہیں اور اسی نقطہ میں یہ صفت قائم ہوگی کہ مبداء یا منتہیٰ اُن تمام خطوط کا ہے جو نصف قُطر دائرہ ہوسکیں۔

اب اگر سوائے اُس نقطہ معینہ کے دوسرا نقطہ فرض کریں اور کہیں کہ ممکن ہے کہ وہ بھی مرکز اُس دائرہ کا ہو تو یہ فرض محال ہوگا اس لئے کہ وہ صفتِ مختصہ (یعنی منتہیٰ اُن خطوط کا ہونا) دوسرے میں قائم نہیں ہوسکتی کیوں کہ وہ دوسرا نقطہ اُس دائرہ میں جس جگہ فرض کیا جاوے اصلی مرکز سے ہٹ کر ایک نصف قُطر پر ہوگا تو جملہ خطوطِ مذکورہ کا مبداء یا منتہیٰ ہونا تو درکنار خود اُس خط کا مبداء یا منتہیٰ نہیں ہوسکتا جس پر وہ واقع ہے اس لئے کہ آخر وہ خط بھی نصف قُطر ہے اور ہر نصف قُطر کا مبداء مرکزِ حقیقی ہونا لازم ہے ورنہ خط نصف نہ ہوگا۔

الحاصل مصداق مرکز کا اگر دوسرا فرض کیا جاوے تو اِنسِلَاخُ الشَّیْئُ عَنْ لَوَازِمِهٖ بَلْ عَنْ ذَاتِـــهٖ لازم آجائے گا اور یہ محال لذاتہ ہے اب اُس دائرہ کے کسی نقطہ میں صلاحیت اور امکان نہیں کہ مرکز اور منتہیٰ اُن خطوط کا بن سکے یہاں تک کہ اگر خود واضع اس دائرہ کا چاہے کہ کسی دوسرے نقطہ کو اُس دائرہ کا مرکز قرار دے تو نہیں ہوسکتا کیوں کہ کسی میں صلاحیت ہی نہیں، ہاں وقت دائرہ کھینچنے کے ممکن تھا کہ جس نقطہ کو چاہتا مرکز بنا دیتا لیکن جب اس نقطہ کو معین کر چکا تو نقاطِ موجودہ وغیر موجودہ کو اُس دائرہ کے مایوسی کلی حاصل ہوگئی کہ اب کوئی مرکز نہیں ہوسکتا حالاں کہ مرکز کوئی شے

موجود فی الخارج نہیں وجود اُس کا صرف علم میں ہے کیوں کہ مرکز بھی ایک نقطہ ہے اور ماہیت نقطہ کی یہی ہے کہ طرفِ خط ہو اور ظاہر ہے کہ خود خط بالفعل موجود نہیں ورنہ ترکّب سطح کا خطوط سے لازم آئے گا جو باطل ہے پھر جب خط ہی کا وجود نہیں تو مرکز جو طرف اُس کا ہے کہاں؟ مگر باوجود اس کے مرکز ایک معیّن شے ہے اس لئے اُس دائرہ یا کُرہ پر اطلاق دائرہ کا جب ہی ہوگا کہ نسبت محیط کی مرکز کے ساتھ ہر جہت میں برابر ہو اور اگر مرکز ہی نہ ہو جو اَحَدُ الْمُنْتَسِبَیْن ہے تو نسبت کیسی؟ پھر جب سے کہ مرکز معین ہوا وہ صفتِ مختصہ اُس کی یعنی (منتہیٰ جمیع خطوطِ مذکورہ کا ہونا) بھی اس پر صادق آرہی ہے ہر چند یہ صفت بھی کلی ہے مگر کلیت اُس کی بھی مثل کلیتِ مرکز کے ہے کہ قبل تعیُّنِ مصداق کے علی سبیل البدلیّت مصادیق اُس کے بہت سے ہو سکتے ہیں اور جب مصداق معیَّن ہوگیا اب احتمال کثرت کا جاتا رہا پس یہ صفت اگر چہ کہ علم مرکز کا نہیں مگر اختصاص میں اس درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ عندالاطلاق سوائے اس مرکز کے جو جزئی حقیقی ہے دوسرے کی طرف ذہن منتقل ہو ہی نہیں سکتا۔

اسی طرح خَاتَمُ النَّبِیّٖن کا مفہوم کہ عندالاطلاق سوائے اس ایک ذاتِ خاص کے دوسرا کوئی متبادر نہیں ہوتا پس معلوم ہوا کہ بعد تعیُّنِ مصداق کے مرکز اور مبداء اور ملتہا میں کثرت نہیں آسکتی۔

اسی طرح اوّل و آخر سلسلہ کا مبداء اور منتہیٰ ہوگا وہاں بھی اس قسم کی تقریر جاری ہوگی چوں کہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن کے معنیٰ بھی منتہائے نَبِیّٖن ہے اس سبب سے یہ بھی اس قسم کی کلی ہوگی کہ بعد تعیُّنِ مصداق کے جزئی حقیقی ہو جائے اور سوائے ایک ذات کے دوسرے پر صادق نہ آسکے ہاں کلیت اُس کی قبل تعیُّنِ مصداق متحقق ہے کہ علی سبیل البدلیت بہت افراد پر صادق آسکتی تھی جیسے مرکز مثالِ مذکورہ میں۔ اب یہ دیکھا جائے کہ مصداق اُس کا کب سے معیَّن ہوا؟

سو ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ابتدائے عالَمِ امکان سے جس قسم کا وجود فرض کیا جائے ہر وقت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس صفتِ مُختَصَّہ کے ساتھ متصف ہیں کیوں کہ حق تعالیٰ اپنے

کلامِ قدیم میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خَاتَمُ النَّبِیّٖن فرما چکا ہے اب کونسا ایسا زمانہ نکل سکے گا کہ صفتِ علم وکلامِ باری تعالیٰ پر مقدم ہو؟ پھر تعیُّنِ ذاتِ خاصہ اور اتصاف اس صفتِ مُخْتَصَّہ کے لئے وجودِ خارجی شرط نہیں جیسے مرکز میں ابھی معلوم ہوا اور قطع نظر اُس کے خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے اور جس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔

یعنی ہنوز آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ میں تھے اور میں نبی تھا۔

اب ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازل سے متصف اس صفتِ خاصہ کے ساتھ ہیں اور جو جو تَقَلُّبَات آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر عالَم میں ہوئے اُس کو ہم ایسے سمجھتے ہیں جیسے لڑکپن جوانی وغیرہ کہ ذات ہر وقت میں محفوظ ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَقَلُّبَكَ فِی السَّاجِدِيْنَ ط

(ترجمہ: اور آپ کا سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہونا (وہ دیکھتا رہا)

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسالك الحنفا میں نقل کیا ہے:

وَقَدْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِیْ تَاوِيْلِ قَوْلِ اللّٰهِ وَتَقَلُّبَكَ فِی السَّاجِدِيْنَ اَیْ تَقَلُّبَكَ مِنْ اَصْلَابٍ طَاهِرَةٍ مِّنْ أَبٍ بَعْدَ أَبٍ اِلٰى اَنْ جَعَلَكَ نَبِيًّا۔

(ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشادِ باری تعالیٰ وَتَقَلُّبَكَ فِی السَّاجِدِيْنَ کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم آپ کا پاک صلبوں یعنی ایک جدِّ امجد سے دوسرے جدِّ امجد کی طرف منتقل ہونا دیکھتے رہے یہاں تک کہ آپ کو نبی بنایا۔)

اسی مضمون کو حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے نظم میں لکھا ہے:

تَنَقَّلَ أَحْمَدُ نُورٌ عَظِيمٌ   تَلَألَأَ فِيْ جَبِيْنِ السَّاجِدِيْنَا

(ترجمہ: حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کہ عظیم الشان نور ہیں وہ منتقل ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں جگمگاتے رہے۔)

تَقَلَّبَ فِيهِمْ قَرْنًافَقَرْنًا   اِلٰى أَنْ جَآءَ خَيْرُ الْمُرْسَلِيْنَا

(ترجمہ: آپ مختلف زمانوں میں ان میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آخر کار سب رسولوں سے افضل رسول بن کر تشریف لائے۔)

ذَكَرَهُ الْإِمَامُ السَّيُوْطِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَسَالِكِ الْحنفا۔

(ترجمہ: حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے اپنی کتاب مَسَالِكِ الْحنفا میں ذکر کیا ہے۔)

اور حافظ العصر ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے:

نَبِيُّ الْهُدٰى الْمُخْتَارُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ   فَعَنْ فَخْرِهِمْ فَلْيَقْصُرِ الْمُتَطَاوِلُ

(اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہدایت والے نبی آلِ ہاشم سے ہیں، زیادتی اور ظلم کرنے والوں کو ان کے اس فخر کے انکار سے رک جانا چاہئے۔)

تَنَقَّلَ فِيْ أَصْلَابِ قَوْمٍ تَشَرَّفُوْا   بِهٖ مَثَلَ مَا لِلْبَدْرِ تِلْكَ الْمَنَازِلُ

(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے لوگوں کی پشتوں سے اس طرح منتقل ہوتے رہے جنہوں نے آپ کے ذریعہ سے شرافت و بزرگی پائی کہ کامل چاند کو بھی یہ منازل حاصل نہیں ہیں۔

ذَكَرَهُ السَّيُوْطِيُّ فِي الْمَقَامَاتِ السَّندسيه۔

(حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے اپنی کتاب الْمَقَامَاتِ السَّندسیه میں ذکر کیا ہے)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ عالَمِ شہادت کے پہلے بھی ذات آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

محفوظ تھی کیوں کہ تقلّب صفت ہے اور تمام اور قیام صفت کا بغیر ذاتِ موصوف کے محال ہے۔

اس عالَم میں تشریف فرما ہونے کے پیشتر آدم علیہ السلام سے پہلے بھی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود تھے جو کُنْتُ نَبِیًّا اور اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ سے معلوم ہوا اور بعد آدم علیہ السلام کے بھی جو وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ سے معلوم ہوا۔

الحاصل وجود جزئی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ثابت ہے اگر چہ اطوارِ وجود مختلف ہوں اور حالتِ جزئیت میں اتصاف اس صفت کے ساتھ بھی موجود رہا پھر خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ کے جزئی حقیقی ہونے میں کیا کلام؟

اگر کہا جاوے کہ اس تقریر سے خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ مثل دوسرے اَعْلام کے ایک عَلَم ہو جائے گا تو اس میں فضیلت ہی کیا ہوئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے عَلَم کی حقیقت معلوم کر لیجئے کہ ہر جماعتِ انسان اپنے مافی الضمیر ظاہر کرنے میں محتاج اس امر کی ہے کہ ہر چیز کے مقابلہ میں ایک لفظ مقرر کرے تا جو شخص اُس وضع سے واقف ہو وہ لفظ سنتے ہی سمجھ جائے کہ مقصود متکلم کا یہ ہے۔ اب اس وضع کے وقت یہ ضرور نہیں کہ اس لفظ میں کوئی معنیٰ وصفی ہوں بلکہ حروفِ تہجی سے چند حروف لے کر جو لفظ ترکیب دے دیا جائے وہی عَلَم ہو جائے گا اور اگر کوئی لفظ معنیٰ دار عَلَم ہو تو معنیٰ سابق اس میں نہیں ہوتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تقرّرِ عَلَم کا صرف اس واسطے ہے کہ اس کے کہنے سے ذاتِ معیّنہ معلوم ہو جائے بخلاف صفت کے کہ سوائے ذات کے ایک دوسرے معنیٰ پر بھی اس سے دلالت ہوتی ہے مثلاً: عَالِم کہ اس سے ذات مع صفتِ عِلم سمجھی جاتی ہے اور صفت کا مبداء اُس ذات میں موجود ہوگا اور عَلَم میں یہ بات نہیں۔ اب دیکھئے کہ صفت ختمِ نبوّت کی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک میں ازل سے قائم ہے جیسے ابھی مذکور ہوا مگر صفتِ مُختصّہ ہونے کی وجہ سے اِنْحِصار اس صفت کا

ذاتِ مبارک میں ہے اس انحصار سے یہ لازم نہیں آتا کہ لفظِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْن علم ہو جائے کیوں کہ یہ لفظ ذات مع الصفت پر دلالت کرتا ہے نہ صرف ذات پر۔

الحاصل صفتِ خاتمیّت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اَزَلًا ابدًا مُسَلَّم ہوگئی اب کسی دوسرے کا اتصاف اس صفتِ مُخْتَصَّه کے ساتھ محال ہے جیسے کہ سوائے نقطۂ مخصوصہ کے متصف بصفتِ مرکزیّت ہونا کسی دوسرے نقطہ کا دائرۂ خاص میں محال ہے۔

اب ہم ذرا اُن صاحبوں سے پوچھتے ہیں کہ اب وہ خیالات کہاں ہیں جو كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (ہر بدعت گمراہی ہے) پڑھ پڑھ کے ایک عالَم کو دوزخ میں لے جارہے تھے کیا اس قسم کی بحثِ فلسفی بھی کہیں قرآن وحدیث میں وارد ہے؟ یا قرونِ ثلثه میں کسی نے کی تھی پھر ایسی بدعتِ قبیحہ کے مرتکب ہوکر بحسبِ واقع کیا استحقاق پیدا کیا؟ اور اس مسئلہ میں جب تک بحث ہوتی رہے گی اُس کا گناہ کس کی گردن پر؟ دیکھئے حدیث شریف میں وارِد ہے:

فِی الْمِشْکٰوةِ وَعَنْ جَرِيْرٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئٌ الحديث رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص اسلام میں بُرا طریقہ نکالے تو علاوہ اُس جرمِ ارتکاب کے جتنے لوگ اُس کے بعد اُس پر عمل کرتے رہیں سب کا گناہ اُس کے ذمہ ہوگا اور اُن کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی روایت کیا اس کو مسلم نے۔ انتہٰی

بھلا جس طرح حق تعالیٰ کے نزدیک صرف آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خَاتَمُ النَّبِيِّيْن ہیں ویسا ہی اگر آپ کے نزدیک بھی رہتے تو اس میں کیا نقصان تھا؟ کیا اس میں بھی کوئی شرک و بدعت رکھی تھی جو شاخ شانے نکالے گئے؟

یہ تو بتلائیے کہ ہمارے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں ایسی کونسی بدسلوکی کی تھی جو اُس کا بدلہ ایسے طور پر کیا جا رہا ہے کہ فضیلتِ خاصہ کا مُسلّم ہونا مطلقاً ناگوار ہے یہاں تک کہ جب دیکھا کہ خود حق تعالیٰ فرما رہا ہے کہ آپ سب نبیوں کے خاتَم ہیں کمال تشویش ہوئی کہ ہائے فضیلتِ مُختَصّہ ثابت ہوئی جاتی ہے جب اس کے اِبطال کا کوئی ذریعہ دینِ اسلام میں نہ ملا فلاسفۂ معاندین کی طرف رجوع کیا اور امکانِ ذاتی کی شمشیر دودَم اُن سے لے کر میدان میں آ کھڑے ہوئے۔

افسوس ہے اِس دُھن میں یہ بھی نہ سوچا کہ معتقدینِ سادہ کو انتظار اس خاتمِ فرضی کا کس قدر کنوئیں جھنکائے (حیران و پریشان کرے) گا؟ مقلدینِ سادہ کے دلوں پر اس تقریرِ معقولی کا اتنا تو ضرور اثر ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت میں کسی قدر شک پڑ گیا گو دقائقِ معقولی کو نہ سمجھے ہوں۔

چنانچہ بعض اَتباع نے اسی بناء پر الف ولامِ خَاتَمُ النَّبِیّٖن سے یہ بات بنائی کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن نبیوں کے خاتَم ہیں جو گُزر چکے جس کا مطلب یہ ہوا کہ آئندہ جو انبیاء پیدا ہوں گے اُن کا خاتَم کوئی اور ہوگا۔ معاذ اللہ اس تقریر نے کہاں تک پہنچا دیا کہ قرآن کا انکار ہونے لگا ذرا سوچئے تو کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرُو خَاتَمُ النَّبِیّٖن ہونے میں یہ احتمالات نکالے جاتے تو کس قدر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شاق ہوتا؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف توراۃ کے مطالعہ کا ارادہ کیا تھا اس پر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حالت ایسی متغیر ہوگئی کہ چہرۂ مبارک سے آثارِ غضب پیدا تھے اور باوجود اس خُلقِ عظیم کے ایسے صحابی جلیل القدر پر کیسا عتاب فرمایا کہ جس کا بیان نہیں جو لوگ مذاقِ تقرُّب واخلاص سے واقف ہیں اُس کو سمجھ سکتے ہیں پھر یہ فرمایا کہ اگر خود موسیٰ علیہ السلام میری نبوت کا زمانہ پاتے تو سوائے میری اِتّباع کے ان سے کچھ نہ بن پڑتی دیکھ لیجئے وہ روایت مشکوۃ شریف میں ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَۃٍ مِّنَ التَّوْرَاۃِ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَسَلَّمَ ھٰذِہٖ نُسْخَۃٌ مِنَ التَّوْرَاۃِ فَسَکَتَ فَجَعَلَ یَقْرَأُ وَوَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَغَیَّرُ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ ثَکِلَتْکَ الثَّوَاکِلُ اَمَاتَرٰی مَابِوَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِہٖ رَضِیْنَابِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًاوَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْبَدَالَکُمْ مُّوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْہُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِ وَلَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا وَّاَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ۔

یعنی روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تورات کا نسخہ لاکر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم یہ تورات کا نسخہ ہے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش ہوگئے وہ لگے پڑھنے ادھر چہرۂ مبارک متغیّر ہونے لگا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا ''اے عمر! تم تباہ ہوگئے کیا چہرۂ مبارک کو نہیں دیکھتے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دیکھتے ہی کہنے لگے میں پناہ مانگتا ہو خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غضب سے ہم راضی ہیں اپنے پروردگار اور دینِ اسلام اور اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم ہے اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام تم میں ظاہر ہوتے اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر اُن کی پیروی کرتے تو ضرور گمراہ ہوجاتے اگر موسیٰ علیہ السلام اس وقت زندہ ہوتے اور میری نبوت کے زمانہ کو پاتے تو میری ہی اطاعت کرتے۔''

اور روایتِ احمد وبیہقی میں وَمَاوَسِعَہٗ اِلَّااتِّبَاعِیْ ہے۔

یعنی سوائے میری اتباع کے اُن سے کچھ بن نہ پڑتی۔

اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سے صحابی با اخلاص کی صرف اتنی حرکت اس قدر ناگوارِ طبع غیور ہوئی تو کسی زید وعمرو کی اس تقریر سے جو خاتمیت میں شک ڈال دیتی ہے کیسی اذیت ہوتی ہوگی؟ کیا یہ ایذا رسانی خالی جائے گی؟ ہرگز نہیں، حق تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔

ترجمہ: جولوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اللہ کے رسول کو لعنت کرے گا اُن کو اللہ دنیا اور آخرت میں اور مہیا کر رکھا ہے اُن کے واسطے ذلت کا عذاب۔ انتھی

نَسْئَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی تَوْفِیْقَ الْاَدَبِ وَھُوَوَلِیُّ التَّوْفِیْقِ۔

ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق کا سوال کرتے ہیں اور توفیق کا معاملہ اسی کے دستِ کرم میں ہے۔

شد ادب جملہ طاعت محمود

طاعت بے ادب ندارد سود

(ترجمہ: تمام قابلِ تعریف عبادتیں ادب ہیں بغیر ادب کے عبادت کا کوئی نفع نہیں)۔

﴿۶﴾

ہرطرح سے جس کا خالق کو ہے منظور اہتمام	ہے درودِ پاک بھی ذکرِ شہِ عالی مقام
اورفرشتے دائمًا مشغول ہیں جس میں تمام	بھیجتا ہے خود درود اُس فخرِ عالم پر مدام

کیسی طاعت ہوگی وہ جس میں ہو خود حق بھی شریک
ہے جو طاعت سے بری جس کا نہیں کوئی شریک

قولہٗ: ہے درودِ پاک بھی ذکرِ شہ عالی مقام: تیسری تسدیس میں معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو ایسی کچھ رفعت دی ہے کہ کسی کو وہ بات نصیب نہیں، اور اسی وجہ سے نام مبارک ہر جگہ آسمانوں وغیرہ میں لکھا ہوا ہے جس کا بیان تسدیس رابع میں گذرا۔ منشاء اس کا یہ ہے کہ بحسب حدیث شریف:

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ

(ترجمہ: جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے تو اکثر اُس کو یاد کرتا ہے۔)

فضائلِ درود شریف اجمالاً

حبیب کا ذکر جس قدر ہو اچھا معلوم ہوتا ہے عام اس سے کہ خود کریں یا کوئی دوسرا، پھر جو سخن شناس اس نکتہ سے واقف ہیں ظاہر ہے کہ اپنے خالق کی رضا جوئی کے واسطے خود اُس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت کریں گے ان کے لئے کوئی ترغیب کی ضرورت نہیں، باقی رہے وہ لوگ کہ جب تک کسی کام میں کوئی نفعِ خاص نہیں دیکھ لیتے اُس کی طرف توجہ نہیں کرتے ان کے لئے اقسام کی ترغیبیں دی گئیں پھر ان میں بھی دو قسم کے لوگ ہیں: بعضوں کا میلان نفعِ دنیوی کی طرف زیادہ ہوتا ہے اور بعضوں کا نفعِ اُخروی کی طرف ہر ایک کو اس کی خواہش کے مطابق وعدے دیئے گئے۔

چنانچہ صِنفِ اوّل کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ بدولت اس ذکرِ خاص کے فقر دفع ہوتا ہے، رزق کشادہ ہوتا ہے بلکہ کل اُمور کے لئے اس میں کفایت ہے اور کوئی فکر باقی نہیں رہتا۔

جو لوگ کثرتِ ثواب کے طالب اور نفعِ اخروی پر راغب ہیں اُن کی رعایت سے ارشاد ہے کہ ثواب اس ذکرِ خاص کا پہاڑوں برابر صدقہ دینے کے اور کئی غلام آزاد کرنے کے مساوی ہے اور جہاد سے بڑھ کر بلکہ تمام روئے زمین کے لوگ جتنا عمل کریں سب کے برابر۔ اور حق تعالیٰ کے پاس سب عملوں سے زیادہ اُس کی فضیلت ہے اس کے سبب سے ہزار ہا نیکیاں لکھی جاتی ہیں ہزار ہا گناہ مٹائے جاتے ہیں درجے بلند کئے جاتے ہیں۔

ذاکر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرنے کے پیشتر اپنا مقام جنت میں دیکھ لے گا روزِ قیامت عرش کے سایہ میں رہ کر ہول ودہشت سے وہاں کے نجات پائے گا شفاعت اور قربت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُس کو نصیب ہوگی سب کام آخرت کے اُس پر آسان ہوں گے حق تعالیٰ کے غضب سے امن پائے گا۔

اور برعایت اُن لوگوں کے جو طالبِ رضائے حق ہیں ارشاد ہے کہ اُس سے دل طاہر ہوتے ہیں، حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے، فرشتے اُس شخص کے حق میں دُعائے مغفرت کیا کرتے ہیں اور خود حق تعالیٰ آمین فرماتا ہے۔

پھر عموماً اہلِ ایمان کی ترغیب کے واسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بذاتِ خود مع تمامی ملائک کے ذکرِ خیر آں حضرت کا کیا کرتا ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس اس کے سوائے اور بہت سی ترغیبیں دی گئیں۔ پھر اگر اس پر بھی کوئی نہ مانے تو سزا اُس کی یہ ہوئی کہ نہ طہارت اس کی پوری ہو نہ نماز اور نہ دعا قبول ہو اور وہ شقی جنت کی راہ سے بھٹک کر داخلِ دوزخ ہوگا۔

الحاصل جس طرح حق تعالیٰ نے: وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ (ترجمہ: یعنی بلند کیا ہم نے ذکر آپ کا) فرمایا رفعِ ذکر کے ذریعے بھی ویسے ہی قائم کئے تا قطع نظر ان طُرُقِ رفعِ ذکر کے جو

مذکور ہوئے ہر مسلمان بھی طوعاً و کرہاً ذکرِ خیر میں مصروف رہے۔ پھر وہ ذکر جس کے واسطے وعدے وعید ہیں ایسا نہیں ہے کہ صرف نام مبارک کی تکرار ہوا کرے کیوں کہ اس میں بے ادبی ہے بلکہ خود حق تعالیٰ نے بھی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اصلی نام سے یاد نہ فرمایا بلکہ جب کبھی خطاب کیا یا یاد فرمایا کسی نہ کسی صفت کے ساتھ ذکر کیا جیسے: یَـآاَیُّهَـا الرَّسُوْلُ اور یَـآاَیُّهَـا النَّبِیُّ، وَمَـآاٰتَـاکُمُ الـرَّسُوْلُ وغیرہ۔ مگر ایک دو جائے جہاں بالکل تعیین مقصود تھی صفت کے ساتھ نام کو ذکر فرمایا بخلاف دوسرے انبیاء کے کہ ہر جگہ اُن کے نام کی تصریح فرمائی اور خطاب بھی اصلی نام کے ساتھ کیا جیسا: قُلْنَا یَآاٰدَمُ اسْکُنْ، وَنَادَیْنَاہُ اَنْ یّٰۤاِبْرَاهِیْمُ، اور یَامُوْسٰی اَقْبِلْ وغیرہ۔

الغرض ذکر شریف مؤدّبانہ ہونے کے لئے ایک خاص وضع مقرر کی گئی جو مقتضائے ادب ہے پھر جو شخص اس وضع کی پابندی کے ساتھ ذکرِ موصوف کیا کرے وہی مستحق ان وعدوں کا ہوگا اور وہ وضع بعینہٖ دعا کی سی ہے جس میں توجہ اللہ تعالیٰ کے طرف ہو، اور معلوم ہے کہ دُعا کو خضوع وخشوع ضرور چاہئے پھر اُس کے چند صیغہ مقرر کئے گئے اور ہر صیغہ میں جُدا تاثیر رکھی گئی پھر ان صیغوں کو ایک خاص قسم کی شرافت عطاء ہوئی اور وہ نام سرفراز ہوا جو خاص معبودِ حقیقی کی عبادت کا نام ہے یعنی صلوٰۃ، پس معلوم ہوا کہ صلوٰۃ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک قسم کے ذکر کا نام ہے۔

نکتہ تسدیسِ سابق میں یہ بات ثابت ہوئی کہ جب حق تعالیٰ کا ذکر ہو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہوتا ہے:

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اِذَاذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِیْ

(ترجمہ: جس وقت ذکر کیا جاتا ہوں میں ذکر کئے جاتے ہو آپ میرے ساتھ۔)

اور یہاں معلوم ہوا کہ جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ہو حق تعالیٰ کا ذکر بھی لازم ہے اس تلازُمِ طرفین سے نکتہ سنجان رمز شناس

مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَاقَلٰی

(ترجمہ: نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔)

کے معنی بخوبی سمجھ سکتے ہیں امرِ وجدانی بیان کے قابل نہیں۔

درود شریف پڑھنے کا اہتمام

قولہ: ہر طرح سے جس کا ہے خالق کو منظور اہتمام

ابھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو منظور ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بکثرت ہوا کرے اس لئے تمام مسلمانوں کو درود شریف پڑھنے کا امر فرمایا اور کس خوبی کے ساتھ کہ میں خود اس کام میں مشغول ہوں اور تمام ملائک بھی، اے مسلمانو! تم کو بھی چاہئے کہ اس کام میں مصروف رہو۔

مطلب یہ کہ جب خود خدائے تعالیٰ اور تمام ملائک تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود بھیجا کریں تو تم کو چاہئے کہ بطریقِ اولیٰ اُس میں دل دہی اور جانفشانی کرو نہ یہ کہ ایک دو بار پر اکتفاء کرلو کیوں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو جو احسانات اُمتیوں پر ہیں اَظْهَرمِنَ الشَّمْس ہیں اگر فکر ہے تو ہماری بخشایش کا ہے، اگر دُعا ہے تو ہماری بخشایش کی ہے، ہمیشہ ہماری بھلائی کی ہی فکر میں گزاری اگر اُمتیوں کو کچھ ارشاد ہوتا ہے تو یہی مقصود ہے کہ ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے دنیا وآخرت میں قہرِ الٰہی سے محفوظ رہ کر فوائدِ دارین حاصل کریں، اور اگر حق تعالیٰ کے ساتھ گفت وشنود ہے تو اسی بارہ میں کہ کسی نہ کسی طرح سے راستہ ان کی نجات کا نکلے اور پروردگار اُن سے راضی ہو جائے باوجود یکہ:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

(ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطاء فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔)

وغیرہ آیتوں سے تسکینیں دی گئیں مگر خدا جانے فرطِ محبتِ اُمت نے کیا کیا خیالات پیش کر دیئے تھے کہ ہر وقت خلوت وجلوت میں حالتِ نزع تک اُمت ہی کا خیال اور اسی کی بخشائش کا حق تعالیٰ سے سوال وجواب رہا۔ اب ایسا کون کم بخت ہوگا جو ایسے محسن کے احسانوں کو بھول جائے۔

مقتضائے انسانیت تو یہ ہے کہ بمصداق

اَلْاِنْسَانُ عُبَیْدُ الْاِحْسَانِ ۔

(ترجمہ: انسان احسان کا ادنیٰ غلام ہوتا ہے۔)

کے ساری عمر شکر گذاری میں بسر کریں اور یہ صرف مقتضائے انسانیت ہی نہیں شریعت بھی یہی کہہ رہی ہے کہ جس نے اپنے محسن کی شکر گذاری نہ کی خدا کا شکر بھی نہ کیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّا یَشْکُرُ النَّاسَ لَایَشْکُرُ اللّٰهَ ۔ رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ کَذَا فِیْ تَجْرِیْدِ الْاُصُوْلِ۔

یعنی فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے اپنے محسن کا شکر نہ کیا اُس نے اللہ تعالیٰ کا بھی شکر نہ کیا۔ انتھی

اُن احسانوں کا شکر تو کسی سے کیا ہو سکتا ہے اتنا تو ہو کہ ذکرِ خیر میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رطب اللّسان رہیں۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ خدائے تعالیٰ اور فرشتے تو ذکرِ خیر میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رہیں اور باوجود احسانوں کے ہم سے یہ بھی نہ ہو سکے۔ میرے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی شخص اُمتی ہونے کا دعویٰ کرے اور پھر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکرِ خیر سے اُس کو انکار ہو۔

الغرض جو شخص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُن مدارج سے واقف ہو جس کا اہتمام ازل سے ہو رہا ہے اور یہ جان لے کہ باوجود اس رفعتِ شان کے ہمہ تن ہماری خیر خواہی کے طرف متوجہ ہیں تو پھر یہ نہ ہو سکے گا کہ ذکرِ خیر میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوتاہی کرے یا منظرِ حُکمِ جدید رہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے پہلے ہی سے اہتمام اس امر کا فرمادیا کہ جب عُشاق حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھیں (جو ایک قسم کا وہ بھی ذکرِ خیر ہے) تو چاہئے کہ شکریہ اُس کا بھی عالمِ غیب سے ہوا کرے۔ چنانچہ جب سے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرمائے خلق ہوئے ہیں ایک فرشتۂ خاص اسی کام پر مقرر ہے کہ جب کوئی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ گویا شکریہ میں اُس

کے کہتا ہے کہ تجھ پر بھی حق تعالیٰ رحمت کرے چناں چہ کَنزُ العُمّال میں روایت ہے:

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ يَامُحَمَّدُ مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ مِنْ أُمَّتِكَ صَلٰوةً كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَّمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَّرَفَعَ بِهَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَّقَالَ لَهُ الْمَلَكُ مِثْلَ مَاقَالَ لَكَ، قُلْتُ يَاجِبْرَئِيْلُ وَمَاذَاكَ الْمَلَكُ؟ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَكَّلَ لَكَ مَلَكًا مِّنْ لَّدُنْ خَلَقِكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ مُّنْذُ خَلَقَكَ اِلٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ لَايُصَلِّيْ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِكَ اِلَّاقَالَ وَاَنْتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَابُوالفرج ابن جوزی فِيْ كِتَابِ الْوَفَا مَعَ زِيَادَةٍ۔

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جبریل علیہ السلام نے میرے پاس آ کر کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو امتی آپ کا آپ پر درود پڑھے تو حق تعالیٰ اس کے بدلے دس نیکیاں لکھتا ہے، دس گناہ مٹاتا ہے، دس درجہ بڑھاتا ہے، اور فرشتہ اُس کے حق میں وہی کہتا ہے جو وہ آپ کے لئے کہتا ہے۔ کہا میں نے اے جبریل فرشتہ کیسا؟ کہا کہ حق تعالیٰ نے جب سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا کیا ہے ایک فرشتہ قیامت تک متعین ہے اس غرض سے کہ جو آپ کا امتی آپ پر درود پڑھے تو وہ فرشتہ کہتا ہے: وَاَنْتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ یعنی تجھ پر بھی خدا رحمت کرے۔ روایت کیا اس کو طبرانی نے اور ابنِ جوزی نے کتاب الوفا میں مع زیادتی کے۔ انتھی ذکر کیا اس حدیث شریف کو کنز العمال اور مسالك الحنفا اور وسیلة العظمی میں۔

فتوحاتِ ربانیه شرح اذکارِ نوویه میں شیخ محمد بن علی نے حافظ ابوذر ہروی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

''کہ درود شریف کا حکم ۲ھ دو ہجری میں نازل ہوا بعض کہتے ہیں مہینہ شعبان کا تھا اسی واسطے شعبان کو ''شهرِ صلوٰة'' کہتے ہیں'' ۔انتھی

اب دیکھئے کہ درود شریف پڑھنے کا حکم ۲ھ سے ہوا اور فرشتۂ موصوف پہلے ہی سے مقرر کیا گیا ہے کس قدر اہتمام درود شریف کا اس سے ظاہر ہے، اور یہ بھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم سے

پہلے درود شریف پڑھنے والے بھی موجود ہوں گے۔ سوائے اُس کے اور دو فرشتے خاص اس کام پر مقرر ہیں کہ جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کسی کے رُوبرُو ہو اور وہ درود پڑھے تو وہ فرشتے اس کے واسطے مغفرت کی دُعا کیا کریں جیسا کہ وسیلة العظمیٰ میں ہے:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ لِيْ مَلَكَيْنِ لَا أُذْكَرُ عِنْدَ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ فَيُصَلِّيْ عَلَيَّ إِلَّا قَالَ ذَانِكَ الْمَلَكَانِ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَقَالَ اللّٰهُ وَمَلٰئِكَتُهٗ جَوَابًا لِّذَيْنِكَ الْمَلَكَيْنِ آمِيْن وَلَا أُذْكَرُ عِنْدَ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ فَلَا يُصَلِّيْ عَلَيَّ إِلَّا قَالَ ذَانِكَ الْمَلَكَانِ لَا غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَقَالَ اللّٰهُ وَمَلٰئِكَتُهٗ جَوَابًا لِّذَيْنِكَ الْمَلَكَيْنِ آمِيْن۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَابْنُ مَرْدَوَيْه۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مقرر کئے ہیں حق تعالیٰ نے میرے لئے دو فرشتے کہ جب کسی بندۂ مسلمان کے آگے میرا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ "یعنی بخش دے اللہ تعالیٰ تجھ کو" پھر خود حق تعالیٰ اور دوسرے فرشتے جواب میں اُن کے آمین کہتے ہیں، اور جس نے میرا ذکر سن کر درود نہ پڑھا تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں لَا غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ "نہ بخشے تجھ کو اللہ تعالیٰ" اور آمین فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اور دوسرے فرشتے اُن کے جواب میں۔ انتہٰی

اور اسی مضمون کی یہ بھی روایت ہے:

وَيُرْوٰى أَنَّهٗ قِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هٰذَا مِنَ الْعِلْمِ الْمَكْنُوْنِ وَلَوْلَا أَنَّكُمْ سَأَلْتُمُوْنِيْ عَنْهُ مَا أَخْبَرْتُكُمْ بِهٖ إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى وَكَّلَ لِيْ مَلَكَيْنِ فَلَا أُذْكَرُ عِنْدَ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ فَيُصَلِّيْ عَلَيَّ إِلَّا قَالَ ذَانِكَ الْمَلَكَانِ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَقَالَ اللّٰهُ وَمَلٰئِكَتُهٗ جَوَابًا لِّذَيْنِكَ

ـملَکَیْنِ آمِیْن وَلَاأُذْکَرُ عِنْدَعَبْدٍ مُسْلِمٍ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اِلَّاقَالَ ذَالِکَ الْمَلَکَانِ لَاغَفَرَ
ہُ لَکَ وَقَالَ اللّٰہُ وَمَلٰئِکَتُہٗ جَوَابًا لِّذَیْنِکَ الْمَلَکَیْنِ۔ آمِیْن۔ کَذَافِی تَفْسِیْرِ الْقُرْطَبِیِّ وَقَالَ ابنُ
حر فی الدُّرِّ الْمَنْضُوْدِ اَخْرَجَہُ الطَّبَرَانِیُّ وَابنُ مردویۃ والثعلبی وَغَیْرُھُمْ بِسَنَدٍ فِیْہِ مَتْرُوْکٌ۔

رجمہ: روایت ہے کہ کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم حق تعالیٰ جوفرماتا ہے:
ّ اللّٰـہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ اَلْآیۃ کیابات ہے؟ فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے یہ ایک علم پوشیدہ ہے اگر تم نہ پوچھتے تو نہ خبر دیتا میں تم کو اُس سے، اللہ تعالیٰ نے دوفرشتے میرے
لئے مقرر فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان کے آگے میرا ذکر ہوتا ہے اور وہ مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ
کہتے ہیں غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ یعنی بخش دے اللہ تعالیٰ تجھ کو اور حق تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اُن کے جواب
یں آمین کہتے ہیں اور جس نے میرا نام سنا اور درود نہ پڑھا تو وہ دونوں کہتے ہیں لَاغَفَرَ اللّٰہُ لَکَ "نہ
بخشے خدائے تعالیٰ تجھ کو" اور ویسا ہی جواب میں آمین ارشاد ہوتا ہے۔ انتھی

زہے طالع اُن لوگوں کے کہ جن کی خاص دعا کے واسطے فرشتے مقرر ہیں اور خود حق تعالیٰ اور
تمام فرشتے آمین کہتے ہیں یہ صرف طفیل آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خیر خواہی کا ہے ورنہ شانِ
کبریائی کہاں اور یہ لفظ کہاں؟ اگر چہ یقین ہے کہ معنی اس لفظ کے کچھ اور ہیں مگر اس لفظ کو استعمال تو
فرمایا۔ سبحان اللہ بطفیل آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمّتیوں کو کیا کیا رتبے مل رہے ہیں کہ جس
کا بیان ہو نہیں سکتا مگر یہ بھی معلوم رہے کہ فقط اُمّتی ہونا کافی نہیں مدار اُس کا صرف اسی بات پر ہے کہ
حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ معاملہ ٹھیک رہے ورنہ رتبے کیسے؟

ایمان کا پتا لگنا دشوار ہے حدیث:

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَّفْسِکَ۔

(ترجمہ: کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب کہ میں اس کو اپنی ذات سے بھی زیادہ محبوب
نہ بن جاؤں)

کو دیکھ لیجئے کہ کیا کہہ رہی ہے۔ کلام اس میں تھا کہ حق تعالیٰ نے خاص اس کام کے لئے دوفرشتے معین

کئے ہیں کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دعائے خیر کریں اب ان فرشتوں کی عظمت کو سوچئے کہ کل روئے زمین کے مسلمان جب کبھی درود پڑھیں وہ سن لیتے ہیں اور ہر ایک کا جواب فوراً ادا کرتے ہیں۔ اگر درود کی خبر اُن کو پہنچنا دشوار سمجھا جائے تو چاہئے کہ جسم اُن کا اتنا بڑا ہو کہ کل آبادیوں کو گھیر لے اور جسم بڑا بھی ہوا تو کیا صرف دو کان کفایت کریں گے ہر شخص کے پاس ایک کان لگا رہنا ضرور ہوگا۔ اوّل تو صرف دور کی آواز سننا ہی دشوار تھا علاوہ اُس کے ہر ایک کو فوراً جواب دینا دوسری مشکل ہے۔

اب اگر حدیث کا بالکل انکار کرلیا جائے اس خیال سے کہ سمجھ میں نہیں آتی تو اکابر محدثین پر الزام آجائے گا جنہوں نے اس کو روایت کیا ہے، اور اگر کسی محدث نے اُس کو حدیثِ متروک کہا جب بھی خلاصی نہیں کیوں کہ متروک کے معنی موضوع اور بنائی ہوئی نہیں پھر جب موضوع نہ ہوئی تو بالکل اس کے مطلب کا انکار کرلینا جائز نہ ہوا۔ اگر بالفرض اس ایک حدیث سے انکار کرکے جان چھڑائی بھی تو کیا؟ عزرائیل علیہ السلام کے ہاتھ سے کہاں جاسکیں گے؟ وہ تو مشرقی کو چھوڑیں نہ مغربی کو سب کی خبر آنِ واحد میں برابر لیتے ہیں، کیا اُن کے وجود کا بھی انکار کیا جائے گا؟ پھر جب عزرائیل علیہ السلام کا وجود اس صفت کے ساتھ مان لیا جائے تو اُن دو فرشتوں کے انکار سے کیا فائدہ ہوا؟

اس قسم کے اُمور کا اِستِبعاد و انکار اکثر اسی وجہ سے ہوا کرتا ہے کہ جو صفت آدمی اپنی جنس یا محسوسات میں نہیں پاتا اُس کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے اور جب سمجھ میں نہ آئے تو اُس کا انکار کر بیٹھتا ہے پھر بسا اوقات اسی انکار کی وجہ سے نوبت کفر تک پہنچ جاتی ہے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

نجات کا یہی طریقہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت پر ایمان لائیں اور یہ سمجھ لیں کہ حق تعالیٰ جب کسی کو قدرت دیتا ہے تو اُس سے سب کچھ ہوسکتا ہے پھر اس کے خلاف میں عقل لگانا گمراہی ہے۔

مولانا روم قُدِّسَ سِرُّهٗ فرماتے ہیں:

داند آں کو نیک بخت و محرم است
زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است

(جانتا ہے وہ جو نیک نصیبے والا محرم راز ہے کہ عقل ابلیس سے ہے اور عشق آدم علیہ السلام سے ہے)

زیرکی بفروش و حیرانی بخر
زیرکی ظنّ است وحیرانی نظر

(عقل کوفروخت کردے حیرت کوخرید لے، عقل ظن ہے اور حیرت دید ہے۔)

عقل قُرباں کُن بہ پیشِ مصطفی
حَسبِیَ اللّٰہ گو کہ اللّٰہ ام کَفٰی

(عقل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے قربان کردے اور کہہ دے اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہے۔)

ھمچو کنعاں سرز کشتی وا مکش
کہ غرورش داد نفسِ زیرکش

(کنعان کی طرح سرکشی سے مت باہر نہ نکال کہ اُس کے زیرک نفس نے اُس کودھوکہ دیا۔)

خویش ابلہ کُن تبع میرو سپس
رَستگی زیں ابلھے یابی وبس

(اپنے آپ کوسادہ لوح بنا پیچھے پیچھے چلتا رہ، اس سادہ لوحی کی بدولت تو آزادی پالے گا۔)

باچنیں نورے چو پیش آری کتاب
جانِ وحی آسائ تو آرد عتاب

(ایسے نور کے ہوتے ہوئے جب تو کتاب سامنے لائے گا وحی کے ذریعہ سے آرام پانے والی تیری جان تجھ پر ناراض ہوگی ۔)

اکثر اھلُ الجنّۃ البُلْہۃ اے پدر
بھر ایں گفتست سلطانِ بشر

(اے بابا! اکثر جنتی بھولے بھالے ہوں گے، سرورِ عالم ﷺ نے اسی لئے فرمایا ہے۔)

اندریں رہ ترک کن طاق وطرنب
تاقلاوزت نہ جنبد تو مجنب
(اس راستے میں کرّ وفرّ کو چھوڑ دے جب تک تیرا مرشد حرکت نہ کرے تو حرکت نہ کر۔)

ہر کہ او بے سر بجنبد دُم بود
جنبشش چون جنبشِ کژدم بود
(جو چیز سر کے بغیر حرکت کرتی ہے وہ دُم ہوتی ہے اس کی حرکت بچھو کی مانند ہوتی ہے۔)

درود شریف کے لکھنے والے فرشتے

الحاصل دو فرشتے ایسے جلیل القدر حق تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں کہ ہر ایک کا درود برابر سنتے ہیں اور اس کے حق میں دعائے خیر کیا کرتے ہیں اور بے انتہا فرشتے اس کام پر مقرر ہیں کہ جس قدر درود شریف پڑھا جائے لکھ لیا کریں چنانچہ امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قولِ بدیع میں نقل کیا ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلْمَسَاجِدِ اَوْتَادًا جُلَسَاؤُهُمُ الْمَلٰئِكَةُ اِنْ غَابُوْا فَقَدُوْهُمْ وَاِنْ مَرِضُوْا عَادُوْهُمْ وَاِنْ رَأَوْهُمْ رَحَّبُوْابِهِمْ وَاِنْ طَلَبُوْا حَاجَةً أَعَانُوْهُمْ فَاِذَاجَلَسُوْا حَفَّتْ لَهُمُ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ لَّدُنْ اَقْدَامِهِمْ اِلٰی عَنَانِ السَّمَاءِ بِاَیْدِیْهِمْ قَرَاطِیْسُ الْفِضَّةِ وَاَقْلَامُ الذَّهَبِ یَكْتُبُوْنَ الصَّلٰوةَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ الحدیث

رَوَاهُ اَبُوالْقَاسِمِ ابْنُ بشكوال وَذَكَرَهُ صَاحِبُ الدُّرِّ الْمَنْظُوْمِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مسجدوں میں اوتاد ہوا کرتے ہیں کہ جن کے ہم نشین فرشتے ہیں جب وہ غائب ہوتے ہیں

ڈھونڈتے ہیں اُن کو فرشتے، اور جب بیمار ہوتے ہیں تو اُن کی عیادت کرتے ہیں، اور جب دیکھتے ہیں اُن کو تو مرحبا کہتے ہیں، اور اگر کوئی حاجت طلب کرتے ہیں تو وہ مدد دیتے ہیں، پھر جب بیٹھتے ہیں وہ لوگ تو گھیر لیتے ہیں اُن کو فرشتے اُن کے پاؤں سے آسمان تک، ہاتھوں میں اُن کے کاغذ چاندی کے ہوتے ہیں، اور قلم سونے کے، لکھتے ہیں وہ درود جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑھا جاتا ہے۔ روایت کیا اُس کو ابوالقاسم ابنِ بشکوال نے اور ذکر کیا اُس کو صاحبِ دُرِّ منظوم نے۔ انتھی

امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بزرگ کا واقعہ نقل کیا ہے: کہ وہ آنکھیں بند کئے ہوئے درود شریف پڑھ رہے تھے اُس حالت میں اُن کو محسوس ہو رہا تھا کہ جو درود شریف وہ پڑھ رہے ہیں کوئی لکھنے والا اُس کو کاغذ پر لکھ رہا ہے جب آنکھیں کھولیں تو وہ غائب ہو گیا۔

اور سوائے ان کے کئی فرشتے اس کام کے لئے خاص کئے گئے ہیں کہ جمعہ کے دن اور رات آسمانوں سے اُتریں اور جو لوگ درود پڑھیں لکھ لیا کریں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً خُلِقُوْا مِنَ النُّوْرِ لَا يَهْبِطُوْنَ اِلَّا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِاَيْدِيْهِمْ اَقْلَامٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَّدَوِيٌّ مِّنْ فِضَّةٍ وَّقَرَاطِيْسُ مِنْ نُّوْرٍ وَّلَا يَكْتُبُوْنَ اِلَّا الصَّلٰوةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ رَوَاهُ الدَّيْلَمِيُّ عَنْ عَلِيٍّ ذَكَرَهٗ فِي الْوَسِيْلَةِ الْعُظْمٰى وَكَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ کئی فرشتے نورانی حق تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں جو صرف جمعہ کی رات اور دن میں آسمانوں سے اُترتے ہیں اُن کے ہاتھوں میں سونے کے قلم، اور دواتیں چاندی کی، اور کاغذ نور کے ہوتے ہیں، کام اُن کا صرف یہی ہے کہ جو درود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑھے جاتے ہیں لکھ لیتے ہیں۔ انتھی

اور درود شریف پڑھنے سے بسا اوقات فرشتے بہ کثرت آسمان سے اُتر آتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ غَدَوْنَا يَوْمًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كُنَّا مَجْمَعَ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ فَإِذَا أَعْرَابِيٌّ آخِذٌ بِخِطَامِ بَعِيْرِهٖ حَتّٰى وَصَلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ حَوْلَهٗ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَامَهٗ وَجَاءَ رَجُلٌ عَقَبَهٗ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا أَعْرَابِيٌّ سَرَقَ الْبَعِيْرَ لِيْ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَنِيْنَ الْبَعِيْرِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ انْصَرِفْ عَنْهُ فَإِنَّ الْبَعِيْرَ يَشْهَدُ عَلَيْكَ أَنَّكَ كَاذِبٌ فَانْصَرَفَ ثُمَّ أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَعْرَابِيِّ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ قُلْتَ حِيْنَ جِئْتَنِيْ؟ قَالَ قُلْتُ بِأَبِيْ وَأُمِّيْ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَاتَبْقٰى صَلٰوةٌ" اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَاتَبْقٰى بَرَكَةٌ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَاتَبْقٰى سَلَامٌ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا حَتّٰى لَاتَبْقٰى رَحْمَةٌ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ أَبْدَاهَا لِيْ وَالْبَعِيْرُ يَنْطِقُ بِعُذْرِهٖ وَإِنَّ الْمَلٰئِكَةَ قَدْ سَدُّوْا أُفُقَ السَّمَاءِ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ كَذَافِي الْوَسِيْلَةِ الْعُظْمٰى۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ ایک روز صبح کے وقت ہم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے جب مدینہ منورہ کے چوراہہ میں پہنچے دیکھا کہ ایک اعرابی اپنے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے چلا آرہا ہے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب آکر اس طرح سلام کیا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کا جواب دیا ساتھ ہی ایک دوسرے شخص نے پہنچ کر کہا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم یہ اعرابی میرا اونٹ چرالایا ہے۔ اُونٹ نے اُس وقت کچھ آواز کی جس کے سنتے ہی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ دور ہو، خود اونٹ گواہی دے رہا ہے کہ تو جھوٹا ہے، چناں چہ وہ چلا گیا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس اعرابی کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا جس وقت تو یہاں پہنچا کیا کہا تھا؟ عرض

امیرے ماں باپ آپ پر سے فداء ہوں یہ درود پڑھا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے: یااللہ! درود بھیج محمد صلی
تعالیٰ علیہ وسلم پر اتنا کہ نہ باقی رہے کوئی درود، یااللہ! برکت نازل کر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتنی
رنہ باقی رہے کوئی برکت، یااللہ! درود اور سلام بھیج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس قدر کہ نہ باقی رہے
ئی سلام، یااللہ، درود اور رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس قدر کہ نہ باقی رہے کوئی
ت۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مُجھ پر وہ ظاہر فرمادیا تھا جب کہ
ت اپنا عذر بیان کررہا تھا، اور فرشتوں نے اس وقت اُفق کو بھر دیا تھا (یعنی اس درود کی برکت سے
ت نے اصل واقعہ بیان کردیا اور فرشتے اس قدر نازل ہوئے کہ تمام اُفق اُن سے بھر گیا)۔

درود شریف پڑھنے والوں کے لئے ملائکہ کی دعا

الحاصل بعض درودوں کا اس قدر اہتمام ہوتا ہے کہ بے انتہاء فرشتے تعظیماً آسمان سے اُتر
تے ہیں اور جب تک کوئی شخص درود پڑھتا ہے تمام فرشتے اُس کے واسطے استغفار کیا کرتے ہیں
انچہ کنز العمّال اور وسیلۂ عظمی اور مسالک الحنفا میں منقول ہے:

عَنْ عَامِرِبْنِ رَبِيْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ عَبْدٍ يُّصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّاصَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰئِكَةُ مَادَامَ يُصَلِّيْ عَلَيَّ
يُقَلِّلِ الْعَبْدُ مِنْ ذٰلِكَ اَوْلِيُكْثِرْ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ، وَابْنُ مَاجة، والضِّياءُ۔

جمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ مُجھ پر درود پڑھتا ہے فرشتے اُس کے
ق میں اُس وقت تک دُعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ درود پڑھتا رہتا ہے اب چاہیں زیادہ درود
ھیں یا کم۔ انتہٰی

لفظِ ملائکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب فرشتے مراد ہیں کیوں کہ اس حدیث شریف میں کوئی قرینہ
یسا نہیں جس سے الف ولام عہد کا سمجھا جاوے بلکہ بقرینۂ ترغیب معلوم ہوتا ہے کہ الف ولام استغراق کا

ہے اور اس میں کچھ اِسْتِبْعاد بھی نہیں اس لئے کہ حدیث شریف سے یہ بات آئندہ ثابت ہو جائے گی کہ ایک ایک درود کے بدلے خود حق تعالیٰ ستر ستر صلوٰۃ اُس پر بھیجتا ہے تو تمام فرشتے کیا اگر تمام عالَم اس پر درود بھیجے جب بھی کم ہوگا، اس قرینہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ الف ولام استغراق کا ہے۔ جو بات یہاں تک ثابت ہوئی مؤید اس کی اور بہت سی حدیثیں ہیں بخوفِ تطویل یہ چند نقل کی گئیں۔

بعد اس اہتمام کے نوبت اُن فرشتوں کی پہنچتی ہے جو بارگاہِ رب العزت میں اُس کو پیش کرتے ہیں اور اس شان وشوکت سے اُس کو عرش کی طرف لے جاتے ہیں کہ جہاں جہاں اُن کا گزر ہوتا ہے وہاں کے فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اس کے بھیجنے والے پر درود پڑھو اور اُس کی مغفرت چاہو۔ چنانچہ مسالك الحنفا اور وسيلة العظمىٰ میں مروی ہے:

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَكُوْنُ لِصَلٰوتِهٖ مُنْتَهٰى دُوْنَ الْعَرْشِ لَاتَمُرُّ بِمَلَكٍ اِلَّاقَالَ صَلُّوْا عَلٰى قَائِلِهَا كَمَاصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الحديث كَذَاذَكَرَالسَّخَاوِيُّ فِى الْقَوْلِ الْبَدِيْعِ۔

ترجمہ: ذکر کیا امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قولِ بدیع میں کہ روایت کیا حدیثِ ابی طلحہ انصاری کو ابنِ جوزی نے کتاب الوفا میں، اور اُن کی روایت میں یہ بات زائد ہے کہ وہ درود سوائے عرش کے کہیں تھمتا نہیں پھر جس فرشتہ پر اُس کا گزر ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ درود پڑھو اُس کے کہنے والے پر اور استغفار کرو اُس کے لئے جیسا کہ پڑھا اُس نے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ انتھی

ف یہ تتمہ ہے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اُس حدیث شریف کا جو کَنْزُ الْعُمَّال سے ابھی نقل کی گئی جس کا شروع یہ ہے:

أَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ يَامُحَمَّدُ مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ۔ الحديث

درود شریف کے ساتھ ملائکہ کا عروج اور درود شریف کا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہونا

الحاصل لے جاتے ہیں ملائک اُس درود کو راست عرشِ کبریائی تک اور حاضر کرتے ہیں بارگاہِ عزت میں اُس وقت ملائکہ کو ارشاد ہوتا ہے کہ لے جاؤ اُس کو حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں تاکہ خوش ہوں اور اس پڑھنے والے کو دُعائے خیر سے یاد فرمائیں چنانچہ روایت ہے کَنزُالعُمَّال میں:

مَامِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ صَلٰوةً اِلَّا عَرَجَ بِهَا مَلَكٌ حَتّٰى يَجِيْئَ بِهَا وِجَاهَ الرَّحْمٰنِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اذْهَبُوْا بِهَا اِلٰى قَبْرِ عَبْدِيْ يَسْتَغْفِرُ لِقَائِلِهَا وَ تَقَرُّ بِهَا عَيْنَهٗ۔ اَلدَّيْلَمِيُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔ (دیلمی میں وِجاہ کی جگہ وَجہ ہے)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی بندہ مُجھ پر درود پڑھتا ہے تو لے جاتا ہے اُس کو فرشتہ یہاں تک کہ حاضر کرتا ہے اُس کو رُوبرُو حق تعالیٰ کے (یعنی اُس مقام میں کہ منتہائے آمد وشدِ خلق ہے) پس فرماتا ہے حق تعالیٰ کہ لے جاؤ اُس کو میرے بندہ (یعنی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی قبر کی طرف تا استغفار کریں اُس کے کہنے والے کے حق میں اور ٹھنڈی کریں اس سے اپنی آنکھیں۔ روایت کیا اُس کو دیلمی نے قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ روایت کیا اس کو ابراہیم رشتہ ابن مسلم نے اور حسن نباء نے۔

اب اس اہتمام اور فضل کو دیکھئے کہ قبل اس کے کہ ہدیۂ درود بارگاہِ مرجع عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پیش ہو حق تعالیٰ صرف بنظرِ عزت افزائی اپنی پیش گاہ میں طلب فرماتا ہے اور اس ارشاد کے ساتھ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں روانہ فرماتا ہے کہ اس کے بھیجنے والے کو بدُعائے خیر یاد فرمائیں۔ سبحان اللہ کیسا ذریعہ عظیم الشان قائم کیا گیا ہے کہ کسی کو نصیب نہ ہوا۔

عرضِ سلام بوساطتِ جبریل علیہ السلام

اگر ہم لوگ درود شریف پڑھا کریں تو ہمارا ذکرِ خیر عالَمِ ملکوت میں ہونے لگے فرشتے ہمارے حق میں دعائے خیر کیا کریں خود رب العالمین لفظِ آمین ارشاد فرمائے اور موردِ عطوفتِ فخر الرسلین ہو جائیں یہ سب حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طفیل ہے ورنہ ہم کہاں یہ مدارج کہاں؟ اور کیسی سرفرازی ہے کہ جب کوئی امّتی سلام عرض کرتا ہے جبرئیل علیہ السلام بنفسِ نفیس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتے ہیں چنانچہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے:

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ يُّسَلِّمُ عَلَيَّ اِذَامِتُّ اِلَّاجَاءَ نِيْ سَلَامُهٗ مَعَ جِبْرِيْلَ وَيَقُوْلُ يَامُحَمَّدُ هٰذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ يَّقْرَأُكَ السَّلَامَ فَأَقُوْلُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی تم سے مُجھ پر سلام عرض کرے میرے انتقال کے بعد تو اُس کا سلام مُجھ کو پہنچے گا جبریل علیہ السلام کے ساتھ کہیں گے وہ: اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم فلاں شخص فلاں کا بیٹا آپ کو سلام عرض کرتا ہے میں کہوں گا اُس پر بھی سلام ہو اور رحمت اور برکتیں اللہ تعالیٰ کی۔ انتھی

درود شریف کا پیش ہونا بوساطتِ فرشتہ

الحاصل درود شریف پہنچنے کا ایک ذریعہ وہ ہے کہ عرش سے ہو کر مع پیام حضرت رب العزت گزارا جاتا ہے۔ دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ اُسی وقت بالا بالا اُس فرشتہ کے ذریعہ سے پہنچ جاتا ہے جو خاص اسی کام پر مقرر ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

يَاعَمَّارُ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا اَعْطَاهُ سَمَاعَ الْخَلَائِقِ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى قَبْرِيْ اِذَامِتُّ

اِلٰی یَومِ الْقِیٰمَۃِ فَلَیسَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُصَلِّیْ عَلَیَّ صَلٰوۃً اِلَّا سَمّٰی بِاسْمِہٖ وَاسْمِ اَبِیْہِ قَالَ یَامُحَمَّدُ صَلّٰی فُلَانٌ عَلَیْکَ کَذَا وَکَذَا فَیُصَلِّیْ الرَّبُّ عَلٰی ذٰلِکَ الرَّجُلِ لِکُلِّ وَاحِدَۃٍ عَشْرًا۔ طب عَنْ عَمَّارٍ نَقَلَہٗ فِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اے عمار حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے اور اُس کو تمام خلائق کی سماعت دی ہے وہ میرے انتقال کے بعد میری قبر پر کھڑا ہوگا، پھر جو کوئی میرا اُمتی مُجھ پر درود پڑھے گا تو وہ فرشتہ مُجھ سے کہے گا کہ فلاں شخص فلاں کے بیٹے نے یہ درود آپ پر پڑھا، پھر ہر درود کے بدلے میں حق تعالیٰ اُس پر دس درود بھیجے گا۔ یہ روایت کنز العمال میں ہے۔

اور وسیلۃ العظمیٰ میں طبرانی سے اسی روایت کو نقل کیا ہے مگر بجائے فَیُصَلِّیْ الرَّبُّ الحدیث کے یہ ہے:

وَضَمِنَ الرَّبُّ تَعَالٰی اَنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا وَّاِنْ زَادَ زَادَاللّٰہُ تَعَالٰی۔

یعنی حق تعالیٰ ضامن ہوا ہے کہ جو شخص مُجھ پر درود پڑھے خدائے تعالیٰ اُس پر دس درود بھیجے گا اور اگر زیادہ پڑھے تو زیادہ بھیجے گا۔

اور کنز العمال میں اسی روایت کو ابن نجار سے بھی نقل کیا ہے مگر اس میں بجائے فَیُصَلِّیْ الرَّبُّ کے:

وَقَدْضَمِنَ لِیْ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنَّہٗ اَرُدُّ عَلَیْہِ بِکُلِّ صَلٰوۃٍ عَشْرًا۔

یعنی ضامن ہوا ہے حق تعالیٰ کہ اُس شخص پر ہر درود کے بدلے دس درود بھیجے۔

کہا قسطلانی نے مسالک الحنفا میں کہ روایت کیا اس حدیث کو بزار اور ابوالشیخ ابن حبان اور حافظ عبدالعظیم منذری نے لیکن منذری نے کتاب الترغیب میں لکھا ہے کہ روایت کیا اُس کو سبھوں نے

نعیم بن ضمضم بن حمیری سے اور وہ معروف نہیں، اور امام بخاری نے اُن کو لیّن کہا ہے یعنی اُن کی روایت میں چنداں قوّت نہیں مگر ابن حبان نے اُن کو ثقات تابعین میں داخل کیا ہے۔ انتھی

اور مؤیّد اس کے یہ بھی روایت ہے جو کنز العمّال اور وسیلۂ عظمیٰ میں مروی ہے:

أَكْثِرُوْا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ فَإِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ لِيْ مَلَكًا عِنْدَ قَبْرِيْ فَإِذَا صَلّٰى عَلَيَّ رَجُلٌ مِّنْ أُمَّتِيْ قَالَ لِيْ ذٰلِكَ الْمَلَكُ يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ صَلّٰى عَلَيْكَ السَّاعَةَ۔ رَوَاهُ الدَّيْلَمِيُّ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ مجھ پر زیادہ درود پڑھو حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے کہ وہ میری قبر کے پاس رہے گا جو میرا اُمّتی مُجھ پر درود پڑھے گا تو وہ فرشتہ مُجھ سے کہہ دے گا کہ اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم فلاں ابنِ فلاں نے اسی وقت آپ پر درود پڑھا ہے۔ انتھی

اور اِس روایت سے بھی یہی بات ثابت ہے:

عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَمَلَكٌ مُّوَكَّلٌ بِهَا حَتّٰى يُبَلِّغَنِيْهَا۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَسَنَدُهٗ جَيِّدٌ ذَكَرَهٗ ابْنُ حَجَرٍ فِيْ مَسَالِكِ الْحُنَفَا۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مُجھ پر درود پڑھے حق تعالیٰ اس پر درود بھیجتا ہے اور ایک فرشتہ مقرر ہے کہ پہنچا دیتا ہے وہ درود مُجھ کو۔

اور اسی قسم کی یہ بھی روایت ہے جس کو امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قولِ بدیع میں نقل کیا ہے:

عَنْ يَزِيْدِ الرَّقَاشِيِّ قَالَ إِنَّ مَلَكًا مُّوَكَّلٌ يَّوْمَ الْجُمُعَةِ مَنْ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَلِّغُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ

فُلَانًا مِنْ اُمَّتِكَ يُصَلِّيْ عَلَيْكَ۔ رَوَاهُ بقی بن مخلد و مِنْ طَرِيْقِهٖ اِبْنُ بَشْكُوَال وَاَخْرَجَهٗ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ فِيْ سُنَنِهٖ وَاِسْمٰعِيْلُ الْقَاضِيْ فِيْ فَضْلِ الصَّلٰوةِ۔

ترجمہ: روایت ہے یزید رقاشی سے کہ ایک فرشتہ مقرر ہے جمعہ کے روز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو کوئی درود پڑھتا ہے تو پہنچاتا ہے اُس کو وہ فرشتہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اور عرض کرتا ہے کہ فلاں شخص آپ کا امتی آپ پر درود پڑھتا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے روز جو درود پڑھے جاتے ہیں اُن کے پہنچانے کے واسطے ایک جُدا فرشتہ مقرر ہے سوائے اُس فرشتہ کے جس کا ذکر اوپر کی روایتوں میں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن درود پڑھنے کی فضیلتیں بکثرت وارِد ہیں اس لئے اس روز نہایت اہتمام ہوتا ہے اور بہت سے فرشتے بتکلُّف تمام صرف درود لکھنے کو اُترتے ہیں۔ چنانچہ اس کا حال بھی اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی قریب معلوم ہوگا۔

فائدہ ان روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک فرشتہ تمام روئے زمین کے درود سنتا ہے اور خدمت میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرض کرتا ہے اور اُس کو ویسی ہی سماعت دی گئی ہے جیسے اُن دو فرشتوں کو دی گئی جو اس کام پر مقرر ہیں کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دُعائے خیر کیا کریں جن کا حال ابھی معلوم ہوا۔

بلاواسطہ درود شریف کا سماعت فرمانا

جب اتنی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض فرشتوں کے پاس قُرب وبُعد یکساں ہے اور آنِ واحد میں ہر شخص کی آواز برابر سنتے ہیں تو اب اہلِ ایمان کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احاطۂ علمی میں شک کا کیا موقع ہوگا؟

اس لئے کہ مبنیٰ شک وانکار کا یہی تھا کہ اس میں شـرك فِي الصِفت لازم آتا ہے پھر جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خُدّام میں یہ صفت موجود ہے تو چاہئے کہ خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بطریقِ اولیٰ اور بوجہِ اتم ہو چنانچہ خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تصریح فرمادی:

كَـمَـافِـى الطَّبَرَانِيِّ لَيسَ مِنُ عَبُدٍ يُّصَلِّىُ عَلَىَّ اِلَّابَلَغَنِىُ صَوتُهٗ قُلُنَا يَارَسُولَ اللّٰهِ وَبَـعُـدَ وَفَـاتِكَ قَـالَ وَبَعُدَ وَفَاتِىُ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرضِ اَنُ تَاُكُلَ اَجُسَادَ الْاَنبِيَاءِ۔ ذَكَرَهٗ ابُنُ حجر المكى فِى الُجَوَاهِرِ الُمُنَظَّمِ۔

ترجمہ: فرمایا جو کوئی مُجھ پر درود بھیجتا ہے اُس کی آواز میں سنتا ہوں صحابہ نے عرض کیا: کیا آپ کی وفات کے بعد بھی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم؟ فرمایا ہاں خدائے تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے۔

رہی یہ بات کہ جب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود سنتے ہیں تو پھر درود وسلام پہنچانے پر جو اتنے عظیم الشان وکثیر التعداد فرشتے مقرر ہیں جن کا حال کُچھ معلوم ہوا اور کُچھ معلوم ہوگا اس سے کیا فائدہ؟

سو اُس کا جواب یہ ہے کہ آخر حق تعالیٰ کے حضور میں بھی اعمال بذریعہ ملائک پیش ہوا کرتے ہیں اور باوجود اس کے صفتِ علمیہ کا انکار ممکن نہیں۔ حاصل یہ کہ شے واحد کے حصولِ علم کے طریقے اگر متعدد ومختلف ہوں تو کُچھ قباحت لازم نہیں آتی بلکہ اُس سے کمالِ قدرت وعظمتِ الٰہی معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے بھی دو طریقے ٹھہرائے گئے ہیں۔
ایک یہ کہ صفتِ علمیہ جو کمال نشاءِ انسانی ہے عطاء کی گئی تا اُس کے حاصل کرنے میں افضل
مخلوقات کی احتیاج اُن ملائک کی طرف نہ ہو جو فی الحقیقت خُدّام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہیں۔
دوسرا طریقہ یہ کہ عظیم الشان ملائک اس خدمت پر مامور کئے گئے جس سے شانِ مصطفائی اور
تزک فرماں روائی اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام انبیاء و ملائک پر آشکار ہو جائے اور وہ
خصوصیت و عظمت جو ازل سے سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت مرعی ہو رہی ہے جس کی وجہ
سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نام مبارک کو اپنے انجاحِ مرام کا وسیلہ اور ذریعہ ٹھہرایا کئے بعد نشأ عنصری
حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی سب پر مشہود و منکشف ہو جائے۔

سماعِ موتیٰ

امرِ اول یعنی علم بلا واسطہ کی نسبت یہ بھی ایک قرینہ ہے کہ عموماً اموات کا سماع قریب سے
بدلائل ثابت ہے چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے: کہ جو کفار بدر کے کنویں میں ڈال دیے گئے
تھے اُن کی طرف جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا کہ:

هَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا۔

یعنی کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پا لیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: کیا آپ مُردوں کو پکارتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیک وسلم؟ فرمایا ہاں۔

مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ۔

یعنی تم لوگ اُن سے زیادہ نہیں سُنتے۔ انتہیٰ

اور سوائے اس کے سماعِ موتیٰ کے باب میں کئی روایات و آیات وارد ہیں۔

الحاصل جب عموماً اہلِ قبور قریب سے سنتے ہوں تو چاہئے تھا کہ قبر شریف کے پاس اگر کوئی شخص سلام عرض کرے تو اُس کی اطلاع کے واسطے فرشتہ کا توسُّط نہ ہوتا حالانکہ یہ سلام بھی فرشتہ ہی کے ذریعہ سے پہنچتا ہے چنانچہ تصریحاً فرماتے ہیں:

مَامِنْ عَبْدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ اِلَّا وَكَّلَ اللّٰهُ بِهَا مَلَكًا يُبَلِّغُنِيْ۔ رَوَاهُ فِي الشُّعَبِ كَذَا فِيْ مَسَالِكِ الْحُنَفَا۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ مجھ پر سلام عرض کرے گا میری قبر کے پاس تو ایک فرشتہ مقرر ہوگا کہ وہ سلام مجھ کو پہنچادیا کرے گا۔

اور کنزُ العُمّال میں اسی حدیث کو اس طور سے روایت کیا ہے:

مَامِنْ عَبْدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ اِلَّا وَكَّلَ اللّٰهُ بِهَا مَلَكًا يُبَلِّغُنِيْ وَكَفٰى أَمْرَ آخِرَتِهٖ وَدُنْيَاهُ وَكُنْتُ بِهٖ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ هب عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ عرض کرے گا مجھ پر سلام میری قبر کے پاس تو حق تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جو وہ سلام مجھ کو پہنچادے گا اور کافی ہوگا اُس کے دنیا و آخرت کے کاموں کے لئے، اور میں اُس کا گواہ بنوں گا قیامت کے دن۔ انتہی

اور قولِ بدیع میں امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے:

وَفِي السَّمْعُوْنِيَاتِ بِسَنَدٍ ضَعِيْفٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَيْضًا مَرْفُوْعًا مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ وُكِّلَ بِهَا مَلَكٌ يُبَلِّغُنِيْ وَكَفٰى أَمْرَ آخِرَتِهٖ وَدُنْيَاهُ وَكُنْتُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَهِيْدًا وَّشَفِيْعًا۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے گا تو ایک فرشتہ مجھے وہ پہنچائے گا جو اس کام کے لئے مقرر ہوگا، اور کفایت کرے گا وہ اُس کے دنیا و آخرت

کے کاموں کو اور میں قیامت کے دن اُس کا گواہ ہوں گا اور شفاعت کروں گا۔ انتہٰی

اور روایت ہے کہ ایک شخص قبر شریف کے پاس آ کر سلام عرض کیا کرتا تھا حضرت حسن بن حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اُس کو فرمایا کہ تو اور وہ شخص جو اندلس میں ہو برابر ہیں یعنی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم دونوں کا برابر ہے چنانچہ اس قول کو بدیع میں نقل کیا ہے:

قَدْرُوِیَ اَنَّ رَجُلاً یَنْتَابُ قَبرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ حُسَیْنٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَاھٰذَا اَمَااَنْتَ وَرَجُلٌ بِالْاَنْدُلُسِ سَوَاءٌ۔ اِنْتَھٰی

(ترجمہ: مروی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کے مزارِ انور پر لگاتار آتا رہا حضرت حسن بن حسین نے فرمایا: اے فلاں کیا تو اور وہ شخص جو (دور دراز علاقہ) اندلس میں ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (کے علم میں) برابر نہیں؟

فائدہ اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مقاماتِ دور دراز سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا کرتے ہیں وہ بھی حضوری سے محروم نہیں ہیں۔

کلام میں عقل کی رعایت

اب رہی وہ حدیث شریف جو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی میری قبر کے پاس مُجھ پر سلام کرے تو میں سنتا ہوں اور دور سے ملائک پہنچاتے ہیں تو بعد ان دلائل کے جواب اس کا آسان ہے اس لئے کہ اس میں نفیِ سماع کی تصریح نہیں ہے ایک طریقہ علم کا فرمادیا جس میں سامعین کو اِستِبعاد بھی نہ ہو اور مقصود بھی حاصل ہو جائے۔

چوں کہ عادت شریف تھی کہ حتی الامکان بحسب عقول وفہمِ سامعین کے کلام فرمایا کرتے تھے اور پہلے سے فرشتوں کی عظمت سامعین کے اذہان میں جمی ہوئی تھی اور اُن کی وسعتِ علم کا کسی کو اِستِبعاد نہ تھا اس لئے برعایت بعض سامعین ارشاد فرمایا کہ: جو درود دور پڑھا جائے فرشتہ پہنچا دیا کرتا ہے۔ فہمِ

سامعین کی رعایت دوسری حدیثوں سے ثابت ہے چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں روایت ہے:

حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔رَوَاهُ الدَّيْلَمِيُّ عَنْ عَلِيٍّ وَّرَفَعَهٗ وَهُوَ فِي الْبُخَارِيِّ مَوْقُوْفٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بیان کرو تم لوگوں سے وہ باتیں جو وہ پہچانتے ہوں کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب ہو جائے؟ انتھی

یعنی ایسی باتیں کہنا چاہئے کہ مخاطب کی سمجھ میں آسکیں۔

اور اسی مضمون کی مؤید یہ بھی حدیث ہے جو زرقانی میں مروی ہے:

وَرَوَى الْحَسَنُ ابْنُ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَرْفَعُهٗ أُمِرْتُ أَنْ أُخَاطِبَ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ۔قَالَ الْحَافِظُ وَسَنَدُهٗ ضَعِيْفٌ جِدًّا لَّا مَوْضُوْعٌ۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ حکم کیا گیا میں کہ خطاب کروں لوگوں کو اُن کی عقلوں کے موافق۔انتھی

اسی وجہ سے جو وقائع شب معراج میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمائے ہر شخص سے بیان نہ فرمائے بلکہ ہر ایک کو اُس کے حوصلہ کے موافق خبر دی۔ چنانچہ توفیقِ احادیث معراج میں صاحب مواہب نے اس کی تصریح کی ہے۔

الحاصل کسی مصلحت سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس موقع میں اپنے علمِ ذاتی کی تصریح نہ فرمائی جو دوسری احادیث میں مصرح ہے ورنہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حق تعالیٰ ایک فرشتہ کو تو اس قدر علم سے سرفراز کرے اور خاص اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُس سے ممتاز نہ فرمادے؟ بسبب غرابتِ مقام کے اسی پر اختصار کیا گیا۔

یہاں کلام اس میں تھا کہ تمام روئے زمین پر جس قدر درود پڑھے جاتے ہیں سب کو ایک فرشتہ سنتا ہے اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اُسی وقت عرض کر دیتا ہے اور یہ

طریقہ سوائے اُس کے ہے جو عرش سے ہو کر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں درود گزارا جاتا ہے اور سوائے اس کے علیحدہ فرشتے بھی مقرر ہیں جو درود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارتے ہیں چنانچہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً جَاءَ نِیْ بِهَا مَلَكٌ فَأَقُوْلُ بَلِّغْهُ عَنِّیْ عَشْرًا وَقُلْ لَهٗ لَوْ كَانَ مِنْ هٰذِهِ الْعَشْرَةِ وَاحِدَةٌ لَدَخَلْتَ مَعِیَ الْجَنَّةَ وَحَلَّتْ لَكَ شَفَاعَتِیْ۔ رَوَاهُ اَبُوْمُوْسٰی الْمَدَنِیُّ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ ذَكَرَهٗ فِی الْوَسِیْلَةِ الْعُظْمٰی۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے ایک فرشتہ وہ درود میرے پاس لاتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ میری طرف سے دس درود اُس کو پہنچا اور کہہ دے اگر ان دس میں سے ایک بھی ہو تو میرے ساتھ جنت میں داخل ہو جائے اور میں تیری شفاعت کروں۔ انتہی

اور اسی طرح سلام پہنچانے کے لئے بھی کئی فرشتے مقرر ہیں کہ ہمیشہ اُسی کی تلاش میں پھرا کرتے ہیں پھر جہاں کسی نے سلام عرض کیا فوراً گزران دیتے ہیں چنانچہ مسالک الحنفاء میں روایت ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰئِكَةً سَیَّاحِیْنَ یُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ أُمَّتِیْ السَّلَامَ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ وَابْنُ حِبَّانٍ وَالْحَاكِمُ فِیْ صَحِیْحِهِمَا وَقَالَ صَحِیْحُ الْاَسْنَادِ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے کئی فرشتے مقرر کئے ہیں کہ سیاحت کیا کرتے ہیں اور پہنچاتے ہیں مجھ کو سلام میری اُمت کا۔ انتہی

پس معلوم ہوا کہ جیسے درود شریف گزارنے جانے کے دو ذریعہ ہیں اسی طرح سلام عرض ہونے کے بھی دو ذریعہ ہیں: ایک جبرئیل علیہ السلام۔ دوسرے یہ ملائک۔

مناسب اس مقام کے اور بہت سی حدیثیں صحیح وضعیف وغیرہ ہیں مِنْ جُمْلَه اُن کے دو تین

حدیثیں یہاں بیان کی جاتی ہیں ہر چند بعض محدِّثین نے ان میں کلام کیا ہے مگر ہم یہاں اتباع اُن محدِّثین کا کرتے ہیں جنہوں نے اُن کو روایت کیا ہے۔

قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسالک الحنفاء میں اس حدیث شریف کو نقل کیا ہے:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوةً تَعْظِیْمًا لِحَقِّیْ جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ تِلْكَ الْكَلِمَةِ مَلَكًا جَنَاحٌ لَهٗ فِی الْمَشْرِقِ وَجَنَاحٌ لَهٗ فِی الْمَغْرِبِ وَرِجْلَاهُ فِیْ تُخُوْمِ الْاَرْضِ وَعُنُقُهٗ مُلْتَوِیَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهٗ صَلِّ عَلٰی عَبْدِیْ كَمَا صَلّٰی عَلٰی نَبِیِّیْ فَهُوَ یُصَلِّیْ عَلَیْهِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ رَوَاهُ ابْنُ شَاهِیْنٍ فِی التَّرْغِیْبِ وَالدَّیْلَمِیُّ فِیْ مُسْنَدِ الْفِرْدَوْسِ وَابْنُ بشكوال وَهٰذَا حَدِیْثٌ مُّنْكَرٌ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر ایک درود پڑھے میرے حق کی تعظیم کے واسطے تو حق تعالیٰ اُس کلمہ سے ایک فرشتہ ایسا پیدا کرتا ہے کہ ایک بازو اُس کا مشرق میں ہوتا ہے اور ایک مغرب میں اور پاؤں زمین کے نیچے، اور عرش کے نیچے اُس کی گردن جھکی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اُس کو فرماتا ہے تو درود پڑھ اس میرے بندہ پر جیسا کہ اُس نے میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھا، تو وہ قیامت تک اُس پر درود پڑھتا رہے گا۔ روایت کیا اُس کو ابنِ شاہین نے اپنی کتاب ترغیب میں اور دیلمی نے فردوس میں اور ابنِ بشکوال نے۔

اور یہ روایت بھی مسالک الحنفا میں ہے:

وَعَنْ مُّعَاذِبْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَعْطَانِیْ مَالَمْ یُعْطِ اَحَدًا مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ وَفَضَّلَنِیْ عَلَیْهِمْ وَجَعَلَ لِاُمَّتِیْ فِی الصَّلٰوةِ عَلَیَّ اَفْضَلَ الدَّرَجَاتِ وَكَّلَ بِقَبْرِیْ مَلَكًا یُّقَالُ لَهٗ

"مَنطُوش" رَأْسُهٗ تَحتَ الْعَرشِ وَرِجلَاهُ فِیْ تُخُومِ الْأَرضِ السُّفلٰی وَلَهٗ ثَمَانُونَ اَلْفَ جَنَاحٍ فِیْ كُلِّ جَنَاحٍ ثَمَانُونَ رِیْشَةً تَحتَ كُلِّ رِیْشَةٍ ثَمَانُونَ اَلْفَ زَغْبَةٍ تَحتَ كُلِّ زَغْبَةٍ لِسَانٌ یُسَبِّحُ اللّٰهَ تَعَالٰی وَیَحمَدُهٗ وَیَستَغفِرُ لِمَن یُصَلِّیْ عَلَیَّ مِن اُمَّتِیْ وَمِن لَّدُن رَأْسِهٖ اِلٰی بُطُونِ قَدَمَیهِ اَفوَاهٌ وَلُسُنٌ وَرِیشٌ وَزَغَبٌ لَیسَ فِیهِ مَوضِعُ شِبرٍ اِلَّا وَفِیهِ لِسَانٌ یُسَبِّحُ اللّٰهَ تَعَالٰی وَیَحمَدُهٗ وَیَستَغفِرُ لِمَن یُصَلِّیْ عَلَیَّ مِن اُمَّتِیْ حَتّٰی یَمُوتَ رَوَاهُ ابنُ بشكوال وَهُوَ غَرِیبٌ مُنكَرٌ بَل لَّوَائِحُ الْوَضعِ لَائِحَةٌ عَلَیهِ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے مجھے وہ رُتبے دیئے ہیں جو کسی نبی کو نہ ملے، اور مجھ کو سب نبیوں پر فضیلت دی، اور اعلیٰ درجے مقرر کئے میری اُمت کے لئے مجھ پر درود پڑھنے میں۔ اور متعین فرمایا میری قبر کے پاس ایک فرشتہ جس کا نام مَنطُوش ہے اُس کا سر عرش کے نیچے اور پاؤں منتہائے زمینِ اسفل پر ہیں، اُس کے اسّی ہزار بازو ہیں اور ہر بازو میں اسّی ہزار پر اور نیچے ہر پر کے اسّی ہزار رونگٹے اور ہر رونگٹے کے نیچے ایک زبان ہے جس سے تسبیح وتحمید اللہ تعالیٰ کی کیا کرتا ہے اور اُس شخص کے لئے دُعائے مغفرت کیا کرتا ہے جو میرا اُمتی مجھ پر درود پڑھے، اُس کے سر سے قدم کے نیچے تک تمام منہ اور زبانیں اور پر اور رونگٹے ہیں کہیں بالشت بھر جگہ اُس میں ایسی نہیں ہے کہ جس میں زبان نہ ہو اُس کا کام یہ ہے کہ تسبیح وتحمید اللہ تعالیٰ کی کیا کرتا ہے اور طلب مغفرت اُن لوگوں کے حق میں کیا کرے جو مجھ پر درود پڑھا کرتے ہیں مرنے تک۔ روایت کیا اس کو بشکوال نے۔ انتہی

اور وسیلةُ العُظمٰی میں مروی ہے:

مَن عَطَسَ فَقَالَ اَلحَمدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ مَّا كَانَ مِن حَالٍ وَّصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَهلِ بَیتِهٖ اَخرَجَ اللّٰهُ مِن مَّنخَرِهِ الْاَیسَرِ طَیرًا اَكبَرَ مِنَ الذُّبَابِ وَاَصغَرَ مِنَ الْجَرَادِ یُرَفرِفُ تَحتَ الْعَرشِ یَقُولُ اَللّٰهُمَّ اغفِر لِقَائِلِهَا۔ رَوَاهُ

ابُنُ بشکوال عَنِ ابُنِ عَباسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعالیٰ عَنهُمَا۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ جو شخص چھینک کر کے کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ مَّا کَانَ مِنْ حَالٍ وَّصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی أَهْلِ بَیْتِهٖ۔

نکالتا ہے حق تعالیٰ اُس کی ناک کی بائیں نتھنی سے ایک پرندہ مکھی سے بڑا اور ٹڈی سے چھوٹا جو عرش کے نیچے پر ہلاتا ہوا یہ کہتا ہے:

أَللّٰهمَّ اغفِرُ لِقَائِلِهَا

یعنی یا اللہ! بخش دے اس حمد وصلوٰۃ کے کہنے والے کو۔ روایت کیا اس کو ابن بشکوال نے۔ انتہٰی

امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قولِ بدیع میں لکھا ہے کہ سند اس حدیث کی ٹھیک ہے مگر اس میں یزید بن ابی زیاد ہیں کہ اکثروں نے اُن کو ضعیف کہا ہے لیکن مسلم نے اُن کی حدیث کو بطورِ متابعت ذکر کیا ہے۔ انتہٰی

فائدہ اب یہاں بمناسبت مقام کے چند بحثیں کی جاتی ہیں اگر ناظرین اُن کو پیشِ نظر رکھیں تو توقع ہے کہ اکثر مقامات میں بکار آمد ہوں گی۔

بحثِ اوّل یہ ہے کہ شاید بعض لوگوں کو اس بات کے سمجھنے میں تامّل ہوگا کہ الفاظ سے پرندہ کیوں پیدا ہو سکے؟

تو اس شبہ کو یوں دفع کرنا چاہئے کہ اس قسم کے امور میں کبھی فکر کرنے کا اتفاق نہ ہوا، ورنہ قطع نظر اس کے کہ قدرت خدائے تعالیٰ کی مانی جائے خود ہمارے رُوبرُو ایک ایسا کارخانہ جاری ہے کہ جس سے اس قسم کے شُبہات کا جواب ہو رہا ہے۔ دیکھ لیجئے کہ ہر روز جو غذائیں از قسم نباتات کھائی جاتی ہیں اُن سے خون وغیرہ اخلاط پیدا ہوتے ہیں پھر اُن سے گوشت اور بعض وہ فضلات کہ جن سے اولاد

ہوتی ہے۔اب ان صورتوں کے انقلاب کو دیکھئے کہ نباتات کو حیوان سے کیا تعلق ہے جو اُس سے یہ
تولید ہو رہی ہے۔اسی طرح اور دوسری جسمانی قوتوں کا مدار غذا ہی پر ہے حالاں کہ باہم کوئی مناسبت
نہیں اور اکثر لوگوں نے دیکھا ہے کہ گنُلے سے (جو ایک قسم کا کیڑا ہے) پرندہ پیدا ہوتا ہے اور اقسام کے
کیڑوں کو ڈکوری (بھڑ، زنبور) اپنی جنس سے بنالیتی ہے۔

الحاصل تعمُّقِ نظر سے بہت نظیریں مل سکتی ہیں جن سے معلوم ہو جائے کہ توالد کے لئے جنسیّت
شرط نہیں یعنی ضرور نہیں کہ ہر چیز اپنی جنس ہی سے پیدا ہوا کرے۔ پھر اگر انہیں محسوسات
میں مشاہدہ سے قطع نظر کر کے دیکھئے تو اکثر لوگوں کی عقل اُس کے سمجھنے میں حیران ہو جائے۔

دیکھ لیجئے کہ اگر کوئی خبر دے کہ غلے اور پتوں سے آج ایک لڑکا پیدا ہوا تو یکا یک یہ سمجھ میں نہ
آئے گا حالانکہ یہی بات ایک اعتبار سے صحیح بھی ہے، پھر یہ تولید جو سمجھ میں آتی ہے یہ بھی بطفیل مشاہدہ
کے ہے ورنہ عقل اُس کو بھی باور نہ کرتی اس سے معلوم ہوا کہ مدار ایسی عقل کا صرف مشاہدہ پر ہے، اس
عقل کے رُوبرُو جب تک چراغ مشاہدہ کا نہ ہو ایک قدم نہ چل سکے گی اور منزلِ مقصود تک کبھی نہ
پہنچائے گی۔اگر منظور ہو اِمتحاناً کسی سے پوچھ دیکھئے کہ تم نے کسی جسم کو مثلاً دیوار کو کبھی آنکھ سے دیکھا بھی
ہے یا یوں ہی صرف عقل سے جانتے ہو کہ جسم ہے؟ تو غالبًا یہی کہے گا کہ جسم شے محسوس ہے ہمیشہ دیکھا
کرتے ہیں۔ پھر پوچھئے کہ جسم کس کو کہتے ہیں؟ تو یہی کہے گا کہ جس کو طول، عرض، عُمق ہو پھر پوچھئے کہ
بھلا طول و عرض تو دکھائی دیتا ہے کیا عُمق یعنی دل بھی نظر آتا ہے؟

اب اگر کہے کہ ہاں نظر آتا ہے تو جھوٹ ہے کہ سطح کے اندر جسم میں نظر نہیں گُھستی اور اگر کہے
نہیں تو معلوم ہوا کہ جسم کو کبھی دیکھا ہی نہیں کیوں کہ جسم کا دیکھنا تو جب ہی صادق آئے کہ اُس کے تینوں
جزو کو دیکھا ہو، اور جو اُس سے ایک بھی نہ دیکھا تو وہ جسم نہ ہوا بلکہ جس چیز کو دیکھا وہ سطح ہے جو جسم کا ایک
عرض ہے، اب دیکھئے کہ سمجھ رہے تھے کہ جسم نظر آتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ جسم کا ایک عرض نظر آتا ہے
حالاں کہ جسم جوہر ہے اس سے بھی عقل کا حال معلوم ہو گیا کہ اکثر حکم میں غلطی کیا کرتی ہے۔ پھر ہر شخص

کو اسی عقل پر ناز ہے کہ جس سے بڑے بڑے عقلاء پر اعتراض کر دیا کرتا ہے یہاں تک کہ خود مخبرِ صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات میں عقل لگانے پر بعض لوگ مُستَعِد ہو جاتے ہیں سو یہ بڑی خطر کی بات ہے ہر مسلمان کو اس سے بچنا لازم ہے ورنہ کہیں حال اُن لوگوں کا سا نہ ہو جائے جو

لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ سُن کر کہنے لگے:

أَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْئٌ عُجَابٌ ط

یعنی کیا بنا دیا (آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے) تمام معبودوں کو ایک معبود تو بڑے تَعَجُّب کی بات ہے جو سمجھ میں نہیں آتی۔

دیکھ لیجئے کہ اسی عقل نارسا نے اُن کو کیسے بے راہ چلایا اور آخر کہاں پہنچا دیا؟

دوسری بحث یہ ہے کہ شاید اتنے بڑے فرشتہ کا وجود مُستَبعَد سمجھا جائے گا۔ تو دیکھنا چاہئے کہ یہ اِستِبعاد کس چیز سے ناشی ہے آیا تخلیق اُس کی مُستَبعَد ہے یا وجود فی نفسہٖ؟

تخلیق میں اِستِبعاد کی گنجائش نہیں اس لئے کہ چھوٹی سی چھوٹی مخلوق اور بڑی سی بڑی تخلیق کے حق میں برابر ہے کیوں کہ وہاں تو سوائے قولِ کُنْ کے کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

اِنَّمَاقَوْلُنَالِشَیْئٍ اِذَآاَرَدْنَاهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔

یعنی جب ہم ارادہ کرتے ہیں کسی چیز کے پیدا کرنے کا تو صرف کُنْ کہہ دیتے ہیں اور وہ پیدا ہو جاتی ہے۔

پھر جب حق تعالیٰ اُس کو پیدا کر دے تو وجود اُس کا ضروری ٹھہرا اب اُس کو عقل سے دور سمجھنا عقل کی کوتاہی پر دلیل ہوگا۔

تیسری بحث یہ ہے کہ قسطلانی نے ان بعض حدیثوں کی نسبت جو کہا ہے کہ منکر ہیں اور آثار وضع کے اُن سے نمایاں ہیں سو اس میں تصریح اس امر کی نہیں کہ واقع میں موضوع ہیں۔ یہ بحث فنِ اُصولِ حدیث سے متعلق ہے ہم نے اس باب میں ایک رسالہ:

اَلْکَلَامُ الْمَرْفُوْعُ فِی الْحَدِیْثِ الْمَوْضُوْعِ

لکھا ہے اُس میں مُحدِّثین کی تصریحات سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اس قسم کے اطلاقات سے یہ یقین نہیں ہوسکتا کہ الفاظِ حدیث قطعاً موضوع اور کسی کے بنائے ہوئے ہیں۔

> عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحَدِّثُنَا فَإِذَا قَامَ قُمْنَا قِیَامًا حَتّٰی نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗد۔
>
> ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ باتیں کیا کرتے تھے پھر جب اُٹھتے تو ہم سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوتے اور ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محل مبارک میں داخل ہو جاتے۔ انتھی

حق تعالیٰ کا درود بھیجنا

قولہ: بھیجتا ہے خود درود اُس فخرِ عالَم پر مدام الخ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

ترجمہ: تحقیق کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اُس کے درود بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اے وہ لوگو! جو ایمان لائے درود بھیجو تم اُن پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔

اس مقام میں چند فوائد لکھے جاتے ہیں جن پر اہلِ ایمان کو مطّلع ہونا مناسب بلکہ ضرور ہے۔

فائدہ معنیٰ صلوٰۃ میں

صلوٰۃ لغت میں دعا کو کہتے ہیں چنانچہ خطیب شربینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر میں لکھا ہے:

اَلصَّلٰوۃُ فِی اللُّغَۃِ الدُّعَاءُ قَالَ تَعَالٰی وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اَیْ اُدْعُ لَھُمْ۔

ترجمہ: صلوۃ کا لغوی معنیٰ دعا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَصَلِّ عَلَیْھِمْ یعنی اُن کے لئے دُعا فرمایئے۔

اور بخاری شریف میں ہے:

عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمَلٰئِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلٰی أَحَدِکُمْ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ مَالَمْ یُحْدِثْ تَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے کہ ملائک صلوٰۃ بھیجتے ہیں جب تک کوئی تم میں کا اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے جب تک کہ حدث نہ کرے، کہتے ہیں وہ یا اللہ بخش دے اُس کو یا اللہ رحم کر اُس پر۔ انتھی

صلوٰۃ کی تفسیر اس دعا کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی لیکن چوں کہ معنی دُعا کے اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ پر صادق نہیں آسکتے اس لئے اُس کے معنی میں اختلاف ہے۔

بعضوں نے کہا کہ اُس سے رحمت مراد ہے تا مرادی اور لغوی معنی میں مناسبت ہو، اور وجہ مناسبت کی یہ ہے کہ رحمت لازم اور غایت دعا کی ہے۔ چنانچہ مواہب لدنیہ اور اُس کی شرح میں لکھا ہے:

قَالَ الْمُبَرِّدُ وَ الصَّلٰوةُ مِنَ اللّٰهِ (الرَّحْمَةُ) أَىِ الْاِنْعَامُ أَوْ اِرَادَتُهٗ لِأَنَّ الْمَعْنَى الْحَقِيقِىَّ لِلدُّعَاءِ لَايُتَصَوَّرُ فِىْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى فَأُرِيْدَ بِهٖ لَازِمُهٗ وَغَايَتُهٗ۔

(ترجمہ: امام مبرد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا صلوۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اُس سے مُراد رحمت یعنی انعام کرنا یا اُس کا ارادہ فرمانا ہے کیوں کہ اس کا حقیقی معنی جو کہ دُعا ہے اللہ تعالیٰ کے حق میں متصور نہیں، لہٰذا اس لفظ سے اس کا لازم اور انجام مراد لیا جائے گا۔)

اور یہی معنی بعض احادیث میں مصرَّح بھی ہیں چنانچہ دُرِّ منثور میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کیا ہے:

وَأَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ عَنِ الْحَسَنِ فِىْ قَوْلِهٖ "هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ" قَالَ اِنَّ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ سَأَلُوْا مُوْسٰى هَلْ يُصَلِّىْ رَبُّكَ فَكَانَ ذٰلِكَ كَبُرَ فِىْ صَدْرِ مُوْسٰى فَأَوْحَى اللّٰهُ عَلَيْهِ أَخْبِرْهُمْ أَنِّىْ أُصَلِّىْ وَاِنَّ صَلٰوتِىْ رَحْمَتِىْ سَبَقَتْ غَضَبِىْ۔ وَأَخْرَجَ اَبُوْعَبْدِ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ فِى الْآيَةِ قَالَ بَنُوْاِسْرَائِيْلَ يَامُوْسٰى سَلْ لَّنَا رَبَّكَ هَلْ يُصَلِّىْ؟ فَتَعَاظَمَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَقَالَ يَامُوْسٰى مَايَسْئَلُكَ قَوْمُكَ؟ فَأَخْبَرَهٗ قَالَ نَعَمْ أَخْبِرْهُمْ أَنِّىْ أُصَلِّىْ وَاِنَّ صَلٰوتِىْ اَنَّ

رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ وَلَوْلَاذٰلِكَ هَلَكُوْا۔

ترجمہ: هُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُم کی تفسیر میں روایت ہے کہ سوال کیا بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے هَلْ یُصَلِّیْ رَبُّكَ؟ (کیا آپ کا رب صلوۃ پڑھتا ہے؟) اور شہر بن حوشب کی روایت میں ہے کہ اُن لوگوں نے درخواست کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ حق تعالیٰ سے اس امر کا سوال کریں الغرض شاق ہوئی یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پس اِسْتِفْسَار فرمایا حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہ کیا پوچھتی ہے قوم تمہاری؟ پس عرض کیا انہوں نے سوال اُن کا، ارشاد ہوا ہاں میری صلوٰۃ رحمت ہے جو سابق ہوئی میرے غضب پر اگر نہ ہوتی یہ صلوٰۃ ہلاک ہو جاتے وہ لوگ۔ انتہی

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کا سوال جو شاق گزرا سو اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ صلوٰۃ کے معنی دعا سمجھے جو حق تعالیٰ کی نسبت محال ہے پھر حق تعالیٰ نے جو تصریح فرمادی کہ میری صلوٰۃ میری رحمت ہے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ سے مراد رحمت ہوا کرتی ہے اور یہی ہے مذہب حضرت ابنِ عباس اور عکرمہ اور ضحاک اور سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ اہلِ علم کا اور ایک قول ابوالعالیہ کا بھی یہی ہے۔ چنانچہ اَلدُّرُّ الْمَنْضُوْدِ فِی الصَّلوٰةِ عَلٰی صَاحِبِ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ میں ابنِ حجر ہیثمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے:

وَقِیْلَ هِیَ (أَیِ الصَّلوٰةُ) مِنْهُ تَعَالٰی رَحْمَةٌ وَنَقَلَهُ التِّرْمَذِیُّ عَنِ الثَّوْرِیِّ وَغَیْرِوَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَنُقِلَ عَنْ أَبِی الْعَالِیَةِ أَیْضًا وَعَنِ الضَّحَّاكِ۔

(ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ صلوۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو مراد اس سے رحمت ہوتی ہے یہ معنی امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ثوری اور دیگر اہلِ علم سے نقل فرمایا ہے اور ضحاک سے بھی منقول ہے اور یہی معنی ابوالعالیہ سے بھی منقول ہے۔)

اور دُرِ منثور میں ہے:

وَأَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّابُو الْمُنْذِرِ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّبِّ الرَّحْمَةُ وَصَلٰوةُ الْمَلٰئِكَةِ الاسْتِغْفَارُ۔

(ترجمہ: حضرتِ عِکرِمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا رب تعالیٰ کی صلوٰۃ سے مراد اس کی رحمت ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ سے مراد بخشش مانگنا ہے۔)

اور مسالک الحنفا میں قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَّرْحَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَلٰئِكَتُهُ يَدْعُوْنَ وَهُوَ مَعْنٰى قَوْلِ الضَّحَّاكِ صَلٰوةُ اللّٰهِ رَحْمَةٌ۔

(ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمایا اور اُس کے فرشتے دعا کرتے ہیں، اور علامہ ضحاک کے قول صَلٰوةُ اللّٰهِ رَحْمَةٌ کا معنی بھی یہی ہے۔)

اور امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

اَلصَّلٰوةُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ هِيَ رَحْمَةٌ وَّمِنَ الْمَلٰئِكَةِ الْاِسْتِغْفَارُ وَمِنَ الْاُمَّةِ الدُّعَاءُ وَالتَّعْظِيْمُ۔

(ترجمہ: صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو مراد رحمت ہے اور فرشتوں کی طرف سے ہو تو مراد بخشش مانگنا ہے اور اُمّت کی طرف سے ہو تو دُعا اور تعظیم ہے۔)

اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ مراد اس سے ثناء ہے

كَمَا فِي الْبُخَارِيِّ قَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ صَلٰوةُ اللّٰهِ ثَنَاؤُهٗ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلٰئِكَةِ۔

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ فرشتوں کے سامنے اپنے محبوب کی صفت وثناء کرنا ہے۔)

اور اسی قول کو ابنِ قیم نے پسند کیا ہے۔

چنانچہ مسالک الحنفا میں قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

کہ جلاء الافہام میں ابنِ قیم نے چھ وجہ قائم کئے ہیں کہ صلوٰۃ کے معنی رحمت نہیں ہو سکتے۔

ایک یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ۔

(ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے۔)

یہاں رحمت کا عطف صلوات پر ہے اور عطف مقتضی مغایرت کو ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ رحمت غیرِ صلوٰۃ ہے۔

دوسری یہ کہ صلوٰۃ خاص انبیاء علیہم السلام اور مومنین کے واسطے ہے اور رحمت عام ہے اور ہر شے کو شامل ہے۔

تیسری یہ کہ اگر صلوٰۃ بمعنی رحمت کے ہو تو جن لوگوں کے نزدیک آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے چاہئے کہ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا وَآلَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کہنے سے وجوب ساقط ہو جائے حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔

چوتھی یہ کہ اگر کسی نے کسی پر رحم کر کے مثلاً کھانا کھلایا تو رَحِمَہٗ کہتے ہیں نہ کہ صَلّٰی عَلَیْہِ یعنی یہاں رحمت صادق آتی ہے اور صلوٰۃ صادق نہیں آتی۔

پانچویں یہ کہ اگر صلوٰۃ کے معنی رحمت کے ہوں تو آیہ شریفہ کے یہ معنی ہوں گے:

(اللہ تعالیٰ اور فرشتے رحمت اور اِستغفار کرتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو تم دعا کرو اُن کے لئے) حالاں کہ وجدانِ سلیم گواہی دیتا ہے کہ اول و آخر اس معنی پر باہم مُرتبط نہیں ہوتا بخلاف اس کے کہ معنی صلوٰۃ کے ثناء ہوں تو تینوں جائے مضمون ایک ہو جائے گا۔ ثناء اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی تو ظاہر ہے رہا یہ کہ صلوٰۃ مومنین کی بصورت دُعا ہے تو وہ بھی مُتَضَمِّن ثناء ہوگی کیوں کہ ثناء حق تعالیٰ

سے طلب کرنا بھی ایک قسم کی ثناء ہے اور قطع نظر اس کے طالبِ رحمت کو مُسْتَرْحِمْ کہتے ہیں نہ کہ مُصَلِّیْ جیسے طالبِ مَغْفِرَتْ کو مُسْتَغْفِرْ کہتے ہیں۔

چھٹی یہ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

یعنی مت پکارو تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ یعنی رسول وغیرہ القاب سے پُکارنا چاہئے صرف نام لے کر پکارنا درست نہیں۔ اور یہ نہی صرف کُفار کو تھی ورنہ اہلِ اسلام خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کہہ کر خطاب کرتے تھے اور یہ بات جب خطاب میں تھی تو جو اُس کے معنی میں ہے یعنی دُعا اُس میں بھی یہی لحاظ چاہئے اس وجہ سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں دُعا بھی ایسی کرنا چاہئے جو کسی کے واسطے نہ کی جائے اور ظاہر ہے کہ دُعا رحمت کی ہر مسلمان بلکہ کُفار و حیوانات کے واسطے بھی کی جاتی ہے، چنانچہ اِسْتِسْقَاء میں کہا جاتا ہے:

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ عِبَادَكَ وَبِلَادَكَ وَبَهَائِمَكَ۔

یعنی یا اللہ! رحم کر اپنے بندوں پر اور شہروں پر اور جانوروں پر۔

الحاصل اِن وجوہات سے صلوٰۃ کے معنی رحمت لینا درست نہیں۔ انتہی ملخصا

اور بعضوں نے کہا مراد اس سے مَغْفِرَت ہے۔

كَمَافِيْ مَسَالِكِ الْحُنَفَا وَثَانِيْهَا اَنَّ صَلٰوةَ اللّٰهِ مَغْفِرَتُهٗ وَرَجَّحَ الْفَرَّاءُ فِيْ هٰذَا وَاَقَرَّ بِهِ الْبَيْضَاوِيُّ۔

(ترجمہ: جیسا کہ مسالک الحنفا میں ہے اور صلوٰۃِ باری تعالیٰ کا دوسرا معنی اُس کی مغفرت ہے امامِ فراء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی کو ترجیح دی اور بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی کا اقرار کیا ہے۔)

اور مواہب لدنیہ میں ہے:

وَرَوَى ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ صَلٰوةُ اللّٰهِ مَغْفِرَتُهٗ ـ

(ترجمہ امام ابنِ ابی حاتم نے حضرت مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوۃ کا معنی اُس کی مغفرت ہے۔)

وَقَالَ الضَّحَّاكُ بْنُ مزاحم صَلٰوةُ اللّٰهِ رَحْمَتُهٗ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ مَغْفِرَتُهٗ۔

(ترجمہ: اور حضرت ضحاک بن مزاحم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صلوۃ سے مراد اُس کی رحمت ہے، اور آپ ہی سے ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد اُس کی بخشش ہے۔)

حاصل یہ کہ بیضاوی نے صَلٰوةُ اللّٰهِ کی تفسیر مغفرت کے ساتھ کی ہے اور میلان قُرّاء کا بھی اسی طرف ہے ان حضرات کی دلیل شاید یہ حدیث ہوگی جس کو ابنِ جریر طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

حَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ الدَّوْرَقِيْ حَدَّثَنَا ابْنُ علية حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَشِيْرِ بْنِ مَسْعُوْدِ ن الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا السَّلَامُ قَدْعَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ وَقَدْغَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَأَخَّرَ؟ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَابَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ جس وقت نازل ہوئی آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ تو عرض کیا صحابہ نے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم اس سلام کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہے لیکن صلوٰۃ آپ پر کیوں کر ہو سکے کہ اگلے پچھلے گناہ آپ کے حق تعالیٰ نے بخش دیے ہیں؟ فرمایا کہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ۔ انتھٰی مُلخصًا

سوالِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صاف معلوم ہوا کہ صلوٰۃ کے معنی مَغفِرَت سمجھے گئے اور ظاہر ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے اور پہلے ہی مغفرت ہو چکی تھی جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَأَخَّرَ ۔

(ترجمہ: تاکہ دور فرمادے آپ کے لئے اللہ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔)

اس لئے صلوٰۃ کے اِمتِثال میں ضرورت سوال کی ہوئی پھر جب ارشاد ہوا کہ کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ تو گویا صحابہ نے اِمتِثالًا لِلْاَمرِ تسلیم کرلیا۔ اور سوائے اس کے یہ بھی دلیل اُن کی ہوسکتی ہے: کہ اس آیہ شریفہ میں کمال درجہ کی خصوصیت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بحسب اجماع ثابت ہے۔

کَمَافِی الْمَوَاھِبِ اللَّدُنِیَّۃِ وَالْاِجْمَاعُ مُنْعَقِدٌ عَلٰی اَنَّ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ مِنْ تَعْظِیْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّنْوِیْهُ مَالَیْسَ فِیْ غَیْرِہٖ۔

(ترجمہ: جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ہے کہ اُمّت کا اجماع ہے کہ اس آیت مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایسی تعظیم اور اکرام ہے جو اس کے علاوہ آیات میں نہیں ہے۔)

اور جیسے رحمت میں اختصاص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہیں رہتا ویسا ہی ثناء میں بھی کوئی خصوصیت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہیں کیوں کہ حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کی ثناء کیا کرتا ہے۔

کَمَافِی الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ لِلسُّیُوْطِیِّ وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ أَبِی الْعَالِیَۃِ فِیْ قَوْلِهٖ "ھُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ" قَالَ صَلٰوۃُ اللّٰهِ ثَنَاءُہٗ وَصَلٰوۃُ الْمَلٰئِکَۃِ الدُّعَاءُ۔

(ترجمہ: جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اَلدُّرُّالْمَنْثُوْر میں ہے، امام ابنِ ابی حاتم رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آیتِ مبارکہ هُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ کی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوۃ سے مراد اُس کا تعریف فرمانا ہے، فرشتوں کی طرف سے صلوۃ سے مراد دعاء ہے۔)

البتہ مغفرتِ قطعیّہ خاصہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے: کَمَاقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

اِنَّافَتَحْنَالَكَ فَتْحًامُّبِيْنًالِّيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَأَخَّرَ۔

(ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو شاندار فتح نصیب فرمائی ہے تاکہ دور فرمادے آپ کے لئے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔)

اور کسی دوسرے کو یہ بات نصیب نہیں۔

كَمَارَوٰى الْقَاضِى عَيَّاض فِى الشِّفَاء عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ وَمِنْهُ رِوَايَةُ ابْنُ وَهْبٍ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى سَلْ يَامُحَمَّدُ! فَقُلْتُ مَاأَسْأَلُ يَارَبِّ؟ اِتَّخَذْتَ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا وَكَلَّمْتَ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا وَّاصْطَفَيْتَ نُوْحًا وَّأَعْطَيْتَ سُلَيْمَانَ مُلْكًالَّايَنْبَغِىْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ۔ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَاأَعْطَيْتُكَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ۔ أَعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ وَجَعَلْتُ اسْمَكَ مَعَ اسْمِىْ يُنَادٰى بِهٖ فِىْ جَوْفِ السَّمَآءِ وَجَعَلْتُ الْاَرْضَ طَهُوْرًالَّكَ وَلِأُمَّتِكَ وَغَفَرْتُ لَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَتَأَخَّرَ فَأَنْتَ تَمْشِىْ فِى النَّاسِ مَغْفُوْرًا لَّكَ وَلَمْ أَصْنَعْ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ وَجَعَلْتُ قُلُوْبَ أُمَّتِكَ مَصَاحِفَهَا وَخَبَأْتُ لَكَ شَفَاعَتَكَ وَلَمْ أَخْبَأْهَالِنَبِىٍّ غَيْرَكَ۔

ترجمہ: روایت کیا قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفا میں اور کہا ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح میں کہ روایت کیا اُس کو احمد نے بسندِ حسن ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی

ہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ کچھ مانگو میں نے عرض کیا اے پروردگار! کیا
لوں؟ تو نے ابراہیم کو خلیل بنالیا اور موسیٰ سے کلام کیا۔ نوح کو برگزیدہ کیا اور سلیمان کو وہ مُلک دیا جو
ن کے بعد دوسرے کو سزاوار نہیں۔ ارشاد ہوا جو تم کو میں نے دیا اُن سب سے بہتر ہے تم کو کوثر دیا
ہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ لکھا جو پکارا جاتا ہے آسمان میں، اور تمہارے اور تمہاری اُمت کے
لئے زمین کو طہور و پاک بنایا اور اگلے پچھلے گناہ تمہارے بخش دیئے اب لوگوں میں تم مغفور ہو یہ عطائیں
پہلے کسی کے لئے نہ ہوئیں، تمہاری اُمت کے دلوں کو مصحف بنایا اور مقرر کر رکھی ہے تمہارے لئے
شفاعت کسی نبی کے واسطے یہ بات نہ ہوئی۔ انتہی

چوں کہ دوسرے انبیاء کو یہ قطعیتِ مغفرت حاصل نہیں اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام روزِ محشر
مقامِ خوف میں ہوں گے چنانچہ حدیث شریف سے جو بخاری شریف میں بکرّات و مرّات وارد ہے
یہ بات ظاہر ہے۔
اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ مراد اس سے سلام ہے

كَمَافِي الْمَوَاهِبِ وَجَوَّزَالْحَلِيْمِيُّ أَنْ يَّكُوْنَ الصَّلٰوةُ بِمَعْنَى السَّلَامِ۔

(ترجمہ: جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ہے اور حلیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے صلوۃ کو سلام کے معنوں میں ہونے
کو جائز قرار دیا۔)

شاید دلیل اس قول کی یہ ہوگی کہ مغفرتِ مَاتَقَدَّمَ وَمَاتَأَخَّرَ وقتِ واحد میں بالکلیہ ہو چکی
اس میں تَجَدُّد واِستِمرَار صادق نہیں آتا حالاں کہ آیہ شریفہ سے تَجَدُّد واِستِمرَار ثابت ہے
جیسا کہ قریب معلوم ہوگا البتہ سلام میں اِستِمرَار ہوسکتا ہے اور سوائے اس کے ابنِ قیم کی ان بعض دلیلوں
سے اس قول کا بھی اِبطال ہوتا ہے۔

ثناء و تعظیمِ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور بعضوں کا قول ہے کہ مراد اس سے ثناء و تعظیم یا فقط تعظیم ہے

كَمَا فِي الْمَوَاهِبِ وَقِيْلَ صَلٰوتُهٗ عَلٰى خَلْقِهٖ تَكُوْنُ خَاصَّةً وَّتَكُوْنُ عَامَّةً فَيَكُوْنُ صَلٰوتُهٗ عَلٰى أَنْبِيَائِهٖ هِيَ مَاتَقَدَّمَ مِنَ الثَّنَاءِ وَالتَّعْظِيْمِ وَصَلٰوتُهٗ عَلٰى غَيْرِهِمُ الرَّحْمَةُ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْئٍ وَقَالَ الْحَلِيْمِيُّ فِي الشُّعَبِ مَعْنَى الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْظِيْمُهٗ۔

(ترجمہ: جیسا کہ مواہبِ لدُنّیہ میں ہے اور بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر صلوٰۃ کی دو قسمیں ہیں (۱) خاص (۲) عام۔ تو اُس کی صلوٰۃ جب انبیائے کرام پر ہو تو اس سے مراد ثناء اور تعظیم ہے اور اُن کے علاوہ باقی مخلوق پر ہو اس سے مراد رحمت ہوتی ہے جو ہر شئے پر وسیع ہے۔ علامہ حلیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شعب میں فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کا معنیٰ آپ کی تعظیم ہے۔)

اور اسی کے قریب یہ قول بھی ہے کہ مراد اس سے تشریف و زیادتِ تکریم ہے:

كَمَا فِي الْمَوَاهِبِ وَحَكَى الْقَاضِي عِيَاضٌ عَنْ بكر التسترى أَنَّهٗ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللّٰهِ تَشْرِيْفٌ وَّزِيَادَةُ تَكْرِمَةٍ۔

(ترجمہ: جیسا کہ مواہبِ لدُنّیہ میں ہے قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت بکر تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کا معنیٰ آپ کا اِعزاز اور تکریم فرمانا ہے۔)

شاید دلیل ان اقوال کی یہ ہوگی کہ آیہ شریفہ میں صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا سے ظاہر ہے کہ صلوٰۃ کچھ اور ہے اور سلام اور۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہی سمجھا اور سوائے اس کے

ام میں بھی کوئی خصوصیت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہیں سَلَامٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ وغیرہ
ر وارد ہوا ہے۔

حاصل ان سب اقوال سے مقصود یہ ہے کہ کمالِ تعظیم وخصوصیت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کے نزدیک سمجھی جائے اور علوِ شان ورفعتِ منزلت درود شریف کی ثابت یہاں تک کہ جنہوں نے صلوٰۃ سے رحمت مراد لی ہے اُن کا بھی مطلب یہ نہیں کہ وہ رحمتِ عامہ ہے ، وہ رحمت مراد ہے جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے لئے خاص کی گئی ہے۔

چنانچہ زرقانی نے اسی قسم کا جواب اُس اعتراض کا دیا جو صاحبِ مواہب نے اس قول پر وارد یا ہے کہ اس آیہ شریفہ اُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ سے صلوٰۃ ورحمت میں غایرت ثابت ہے۔

حَيْثُ قَالَ وَأُجِيْبَ بِأَنَّ الصَّلٰوةَ الرَّحْمَةُ الْمَقْرُوْنَةُ بِالتَّعْظِيْمِ فَهِيَ أَخَصُّ مِنْ مُطْلَقِ الرَّحْمَةِ وعَطْفُ الْعَامِّ عَلَى الْخَاصِّ كَثِيْرٌ مُّسْتَعْمَلٌ۔

(ترجمہ: کیوں کہ آپ نے فرمایا اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ صلوٰۃ کا معنی ہے ایسی رحمت جو تعظیم کے ساتھ ملی ہوئی ہو یہ مطلق رحمت سے خاص ہے اور خاص کا عام پر عطف کثرت سے ہوتا ہے۔)

اور اس تقریر سے صاحبِ مواہب کا یہ اعتراض بھی دفع ہو جاتا ہے کہ جب یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم سلام کا طریقہ تو ہم نے جان لیا یعنی: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، صلوٰۃ آپ پر کس طور پر پڑھیں؟ فرمایا کہو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔ الحدیث۔

(اے اللہ! محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ نازل فرما۔)

سو اگر صلوٰۃ کے معنی رحمت ہی ہوتے تو فرما دیتے سلام میں ہی تم نے اس کو بھی جان لیا

کیوں کہ اس میں وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ موجود ہے۔

یہ اعتراض اس وجہ سے دفع ہوسکتا ہے کہ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ سے مراد رحمتِ عامہ ہے اور صلوٰۃ سے مراد رحمتِ خاصہ، ضرور نہیں کہ عام کے معلوم ہونے سے خاص بھی معلوم ہو جائے۔

كَمَا قَالَ الزُّرْقَانِيُّ وَالْجَوَابُ مَاقَدْعُلِمَ فَسُوَالُهُمْ دَلَّ عَلٰى أَنَّ الصَّلٰوةَ أَخَصُّ مِنْ مُّطْلَقِ الرَّحْمَةِ۔

(ترجمہ: جیسا کہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اور اُس کا جواب معلوم ہو چکا ہے ان کا سوال اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ صلوۃ رحمت سے زیادہ خاص ہے۔)

پھر جب صلوٰۃ رحمتِ خاصہ کا نام ٹھہرا تو رحمت کے ذکر سے صلوٰۃ کا ذکر لازم نہیں آتا کیوں کہ جہاں خاص کا ذکر مقصود ہو عام کا ذکر کافی نہیں۔ جیسا کہ انسان کا ذکر جہاں مقصود ہو وہاں حیوان کہنا درست نہ ہوگا۔

اسی وجہ سے ابنِ عبدالبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى کہنا درست نہیں۔

كَمَا قَالَ السَّخَاوِيُّ فِى الْقَوْلِ الْبَدِيْعِ جَزَمَ ابْنُ عَبْدُالْبَرِّ بِالْمَنْعِ فَقَالَ لَايَجُوْزُ لِأَحَدٍ اِذَاذُكِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّقُوْلَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّهٗ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَلَمْ يَقُلْ مَنْ تَرَحَّمَ عَلَيَّ وَلَامَنْ دَعٰى لِىْ وَاِنْ كَانَ مَعْنَى الصَّلٰوةِ الرَّحْمَةُ وَلٰكِنَّهٗ خُصَّ لِهٰذَااللَّفْظِ تَعْظِيْمًا لَهٗ فَلَايُعْدَلُ اِلٰى غَيْرِهٖ وَيُؤَيِّدُهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

(ترجمہ: جیسا کہ امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے القول البدیع میں فرمایا ہے امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے منع ہونے پر جزم فرمایا ہے اور کہا جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ہو تو کسی

کے لئے جائز نہیں کہ یوں کہے: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، کیوں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
رشاد ہے کہ جس نے مجھ پر صلوۃ بھیجی یہ نہ فرمایا کہ جس نے مجھ پر رحمت بھیجی اور نہ فرمایا کہ جس نے
میرے لئے دُعا کی اگر چہ صلوۃ کا معنی رحمت ہے لیکن درود بھیجنا تعظیم کے لئے اسی لفظ کے ساتھ مخصوص
ہے لہذا کسی دوسرے لفظ کی طرف اِعراض نہ کیا جائے اس کی تائید ارشادِ باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے:

لَاتَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا۔

(رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پکار کو آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے کی مانند نہ بناؤ)

اس تقریر سے پانچ اعتراض ابنِ قیم کے بھی دفع ہو گئے باقی رہا چھٹا اعتراض اُن کا اُس کا
جواب یہ ہے کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ الخ کی ہیئت ہر چند دُعا کی ہے مگر جب فَکَیۡفَ الصَّلٰوۃُ کے جواب
میں وہ ارشاد ہوا تو بحسب تعیینِ شارع علیہ الصلوۃ والسلام صلوٰۃ اسی کا نام ہوگا اسی وجہ سے ان الفاظِ
مشروعہ کو کوئی پڑھ لے تو صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کہنا صادق آجائے
گا نہ دَعَالَہٗ حالاں کہ وضعِ صیغہ دُعا کے واسطے ہے۔

نکتہ یہ امر ظاہر ہے کہ جس کام کا حکم حق تعالیٰ نے فرمایا اُس کے اِمتثال میں کوئی کام کیا جاتا
ہے مثلاً نماز کے حکم پر قیام و رکوع وغیرہ ادا کئے جاتے ہیں اور روزہ کے حکم پر بھوکے
پیاسے رہتے ہیں بخلاف اس کے درود شریف پڑھنے کے لئے جب صَلُّوۡا ارشاد ہوا تو کوئی کام نہیں
کیا جاتا بلکہ یہی کہا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیۡہِ یہ تو بلا تشبیہ ایسا ہوا جیسے بنی اسرائیل نے قتال کے حکم
کے جواب میں فَقَاتِلَا کہا یعنی تمہیں لڑو، وجہ یہ ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
دیکھا کہ عہدہ برائی اُس کی کسی سے نہ ہوگی فرمایا یہ کام اللہ تعالیٰ ہی کے تفویض کر دیا کرو یعنی تفویض
کر دینا ہی صلوٰۃ ہو جائے گا۔

اسی مسئلہ میں امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی تفسیر مُسَمّٰی بِتَاوِیۡلَاتِ الۡقُرۡاٰنِ میں اسی

قسم کی تقریر کی ہے:

كَمَاقَالَ وَالْاِشْكَالُ اِنَّ فِى الْآيَةِ الْأَمْرُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ أَنْ يُصَلُّوْا عَلَى النَّبِيِّ۔ ثُمَّ قَالَ لَمَّا سُئِلَ عَنْ كَيْفِيَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ وَمَاهِيَتِهَا فَقَالَ أَنْ يَّقُوْلُوْا" اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ" وَهٰذَا سُؤَالٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَنْ يَّتَوَلّٰى بِنَفْسِهِ الصَّلٰوةَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔وَفِىْ ظَاهِرِ الْاٰيَةِ هُمَ الْمَامُوْرُوْنَ يَتَوَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ بِأَنْفُسِهِمْ عَلَيْهِ فَكَيْفَ يَخْرُجُوْنَ عَنِ الْأَمْرِ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ بِالدُّعَاءِ وَالسُّؤَالِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ؟ فَنَقُوْلُ هُمْ أُمِرُوْا بِالصَّلٰوةِ وَهِىَ الْغَايَةُ مِنَ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ وَلٰكِنَّهٗ لَمْ يَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ وُسْعِهِمْ وَطَاقَتِهِمُ الْقِيَامَ بِغَايَةِ مَاأُمِرُوْا بِهٖ مِنَ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَّكِلُوْا ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَيُفَوِّضُوْا اِلَيْهِ وَأَنْ يَّسْأَلُوْهُ لِيَتَوَلّٰى ذٰلِكَ هُوَ دُوْنَهُمْ لَمْ يَرَ فِىْ وُسْعِهِمْ الْقِيَامَ بِغَايَةِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ وَاِلَّافَلَيْسَ فِىْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ سُؤَالٌ لِلرَّبِّ تَعَالٰى أَنْ يُّصَلِّيَ هُوَ بِنَفْسِهٖ عَلَيْهِ وَلٰكِنَّ فِيْهَا الْأَمْرَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِأَنْ يُّصَلُّوْاعَلَيْهِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

(ترجمہ: جیسا کہ اُنہوں نے فرمایا کہ اِشکال یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں اہلِ ایمان کو حکم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر درود بھیجیں، پھر فرمایا جب آپ سے درود پاک کی کیفیت اور ماہیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ (اے اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر درود بھیج) یہ درود پاک کا صیغہ تو اللہ تعالیٰ سے سوال ہے کہ وہ خود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر درود بھیجے اور آیہ مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ خود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر درود بھیجیں تو درود پاک کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کرنے اور سوال کرنے سے یہ کس طرح درود بھیجنے کے حکم سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں؟ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اہلِ ایمان کو درود پاک بھیجنے کا حکم دیا گیا اور اس کا مفہوم کہ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں انتہائی اعلیٰ درجہ کی صفت وثناء پیش کی جائے لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے انتہائی اعلیٰ درجہ کی ثناء خوانی کرنا ان لوگوں کے بس میں اور طاقت میں نہ دیکھا تو اُنہیں حکم دیا کہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں اور اُسی کی بارگاہ میں تفویض کردیں اور اُسی سے سوال کریں کہ وہ خود اس عظیم معاملہ کو سرانجام دے یہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو انتہائی درجہ کی ثناء خوانی سے عہدہ برآ ہونا ان کے بس میں دکھائی نہ دیا ورنہ ظاہر روایت میں رب تعالیٰ سے خود درود بھیجنے کا سوال نہیں ہے اس میں تو اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر درود بھیجا کریں۔)

حقائقِ اشیاء

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہر شے کے لئے ایک حقیت اور هُوِیَّتِ مُخْتَصَّہ حق تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

أَعْطٰی كُلَّ شَیْئٍ خَلْقَهٗ۔

(ترجمہ: اس نے ہر چیز کو اس کی بناوٹ عطاء کی۔)

وَأَيْضًا قَالَ : كُلَّ شَيْئٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ۔

(ترجمہ: ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے۔)

اور نظائر اس کے بہت ہیں جیسا کہ موت کی صورت دُنبے کی ہے اور قیامت میں ذبح کی جائے گی اور نیل وفرات کی حقیت کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا۔

كَمَا فِیْ كَنْزِ الْعُمَّالِ مِنَ الْبُخَارِيِّ رُفِعْتُ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى مُنْتَهَاهَا فِى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرٍ وَوَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيْلَةِ فَاِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ۔ فَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ وَأَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِى الْجَنَّةِ الحديث رقم نمبر ۳۱۸٤٦ جلد نمبر ۱۱ ص نمبر ۳۹٥۔مطبوعه بيروت۔

(ترجمہ: جیسا کہ کنز العمّال میں بخاری شریف کے حوالہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک اُوپر اُٹھا گیا اس کی انتہاء ساتویں آسمانوں میں ہے اس کے بیر ہجر کے مٹکوں کی مانند ہیں اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح ہیں اس سے دو نہریں پھوٹتی ہیں دو نہریں ظاہر میں اور دو پوشیدہ، ظاہر میں نہروں سے ایک دریائے نیل اور دریائے فرات اور پوشیدہ جنت میں ہیں۔) یعنی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس میں نے دو نہریں دیکھیں دو ظاہر کی دو باطن کی ظاہر کی دو نہریں نیل وفرات ہیں اور باطن کی جنت میں دو نہریں ہیں۔

اسی طرح ایک خزانہ ہے جس میں اچھے اچھے اخلاق رکھے ہیں۔

كَمَافِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ لِلسُّيُوْطِيِّ اِنَّ مَحَاسِنَ الْاَخْلَاقِ مَخْزُوْنَةٌ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا مَنَحَهٗ خُلُقًا حَسَنًا۔ الْحَكِيْمُ عَنِ الْعلا بْنِ كَثِيْرٍ مُرْسَلًا۔

ترجمہ: روایت ہے علاء بن کثیر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اچھے اچھے اخلاق اللہ تعالیٰ کے پاس مخزون ہیں جب کسی کو حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے تو اُس کو کوئی اچھا خُلق عنایت فرماتا ہے۔

اور جامع الصغیر میں ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ وَالتَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ يَمْلَأٰنِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ الحديث حم، ن، ہ، حب، عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ ن الْاَشْعَرِيِّ۔

ترجمہ: فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میزان کو بھر دے گا اور تسبیح وتکبیر آسمانوں کو اور زمین کو بھر دیتی ہیں اور نماز نور ہے۔

اور زرقانی شرح مواہب میں روایت ہے:

وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ وَبْنُ حِبَّان وَالضِّيَاءُ بِرِجَالِ الصَّحِيْحِ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا اُتِيْتُ بِمَقَالِيْدِ الدُّنْيَا عَلٰى فَرَسٍ اَبْلَقَ جَاءَنِيْ بِهٖ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ مِّنْ سُنْدُسٍ۔

یعنی میرے پاس دنیا کی کنجیاں لائی گئیں جن کو جبرئیل علیہ السلام ابلق گھوڑے پر میرے پاس لائے۔

اور اس قسم کی روایتیں بکثرت موجود ہیں۔ حاصل یہ کہ حق تعالیٰ کے نزدیک ہر چیز کی ایک حقیقت ثابت وموجود ہے لیکن بعضوں کا وجود اس عالم میں محسوس ہے اور بعضوں کا محسوس نہیں چنانچہ احادیثِ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے، پھر ہر حقیقت دوسری سے ممتاز ہے بہ تَشَخُّصِ خاص چنانچہ انہیں احادیث سے یہ بات بھی ظاہر ہے۔ اور یہ حدیث بھی اس پر دلیل ہے جو کَنزُ العُمّال میں ہے:

اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جَآءَ الْاِيْمَانُ وَالشِّرْكُ يَجْثُوَانِ بَيْنَ يَدَيِ الرَّبِّ فَيَقُوْلُ لِلْاِيْمَانِ انْطَلِقْ اَنْتَ وَاَهْلُكَ اِلَى الْجَنَّةِ۔ ك فِيْ تَارِيخِهٖ عَنْ صَفْوانَ بْنِ عسال۔

ترجمہ: روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے روز ایمان اور شرک حاضر ہوں گے اور حق تعالیٰ کے رُوبرُو دوزانوں بیٹھ جائیں گے ایمان کو ارشاد ہوگا کہ تو اپنے اہل کے ساتھ جنت میں چلا جا۔ انتہی

اسی طرح درود شریف کا بھی حال سمجھنا چاہئے کہ ایک شے ممتاز ہے اور وجود اُس کا اس عالم کی جنس سے نہیں اور نہ ادراک اُس کا حواسِ جسمانیہ سے ہوسکتا ہے بلکہ وہ خاص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحانیت سے متعلق ہے اور تعجب نہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کو دیکھ بھی لیتے ہوں کیوں کہ ملکوت وغیرہ عوالم کی اشیاء جن تک خیال کی رسائی دشوار ہے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محسوس تھیں اس سے بڑھ کر کیا چاہئے؟ کہ قیامت کی اشیاء کو یہاں سے ملاحظہ فرماتے تھے۔

كَمَا فِي الْفِرْدَوْسِ لِلدَّيْلَمِيِّ عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اللّٰهَ رَفَعَ لِيْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ وَاَنَا عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهِ وَاِلٰى مَافِيْهِ وَلَقَدْ رَاَيْتُ جَهَنَّمَ وَاَهْلَهَا فِيْهَا وَاَهْلَ الْجَنَّةِ فِي الْجَنَّةِ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا كَمَا اَنْظُرُ اِلَيْكُمْ۔

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیت المقدس رُوبرُو میرے کیا گیا جس کو میں دیکھ رہا تھا اور قبل اس کے کہ جنّتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جائیں میں اُن کو اپنے اپنے مقام میں دیکھ رہا ہوں جس طرح تم کو دیکھتا ہوں۔

وَفِی الْمَوَاهِبِ رَوَی الشَّیْخَانِ مِنْ حَدِیْثِ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِیْنَ کَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْیَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنِّیْ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ فَرَطٌ وَّاَنَا عَلَیْکُمْ شَهِیْدٌ وَّاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْهِ وَاَنَا فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ۔ الحدیث۔

ترجمہ: نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے احد پر آٹھ سال کے بعد جیسا کہ کوئی رخصت کرتا ہے زندوں اور مردوں کو، پھر چڑھے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے میر منزل ہوں اور تمہارا شاہد ہوں اور ہمارے اور تمہارے ملنے کی جگہ حوض ہے جس کو میں اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں مُجھ کو دی گئیں۔ انتھی

اور سوا اس کے اس دعوٰی پر اور بہت سی دلیلیں ہیں۔ الغرض صلوٰۃ کا ادارک واحساس آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو ہے دوسرا اس پر واقف نہیں ہوسکتا جیسا کہ کور مادر زاد سیاہ وسفید پر مطلع نہیں ہوسکتا۔ اور مثال اُس کی ایسی سمجھنا چاہئے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صومِ وصال یعنی پے در پے روزے بلا افطار رکھنا شروع کئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اِتباع کا قصد کیا، ارشاد ہوا کہ:

''مُجھ کو اپنے پر قیاس مت کرو کھلاتا ہے مُجھ کو میرا رب اور پلاتا ہے''

جیسا کہ بخاری شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّٰی

اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَاتُوَاصِلُوْا فَاَیُّکُمْ اَرَادَ اَنْ یُّوَاصِلَ فَلْیُوَاصِلْ حَتّٰی السَّحَرِ قَالُوْا فَاِنَّکَ تُوَاصِلُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ لِیْ مُطْعِمٌ یُّطْعِمُنِیْ وَسَاقٍ یَّسْقِیْنِ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مِّنْہُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِ۔

(ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے سنا کہ آپ فرمارہے ہیں کہ ایک روزے کو دوسرے روزے سے ملاکر (کہ پہلا روزہ افطار نہ کیا اور دوسرا اُس کے ساتھ ملاکر رکھ لیا) نہ رکھو جو تم میں ملانا چاہے تو سحری تک ملالے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والہٖ وسلم آپ تو روزے ملاکر رکھتے ہیں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا میں تمہاری طرح کا نہیں ہوں، میں رات گزارتا ہوں ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔ ایک روایت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں بھی مروی ہے کہ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔)

اس کھانے پینے کی حقیقت دوسروں کو کیا معلوم ہوسکے؟ اگر وہ ہمارے کھانے پانی کی جنس سے ہوتا تو صومِ وصال ہی کیوں کہا جاتا اور لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ وغیرہ کیوں فرماتے؟ ایسا ہی صلوٰۃ کا ادراک واحساس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو ہے۔ اور تعجب نہیں وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ سے اسی کی طرف اشارہ ہو اگرچہ اکثر محدثین نے معنی اس کے نماز کے لئے ہیں مگر اس پر قرینہ نہیں بخلاف معنی درود کے کہ اس پر یہ حدیث قرینہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

مَامِنْ عَبْدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا عَرَجَ بِھَا الْمَلَکُ حَتّٰی یَجِیْئَ بِھَا وِجَاہَ الرَّحْمٰنِ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اذْھَبُوْا بِھَا اِلٰی قَبْرِ عَبْدِیْ یَسْتَغْفِرُ لِقَائِلِھَا وَتَقَرُّ بِھَا عَیْنُہٗ۔ الدَّیْلَمِی عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کَذَا فِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔

یعنی درود جب حق تعالیٰ کے پاس گزارا جاتا ہے تو فرماتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے پاس اُس کو لے جاؤ تا اُس سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ انتھی

اسی وجہ سے بعضوں کا مذہب یہی ہے کہ مراد وقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ سے درود ہے۔

کَمَاقَالَ الْقُسْطلانِیُّ فِیْ مَسَالِكُ الْحُنَفَاء مَعْنٰی قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ فِیْ حَدِیْثِ حُبِّبَ لِیْ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلَاثٌ اَلنِّسَاءُ وَالطِّیْبُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ الصَّلٰوۃِ الَّتِیْ ذَکَرَهَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِکَتَهٗ عِنْدَ بَعْضٍ۔ انتھی

(ترجمہ: جیسا کہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مَسَالِكُ الْحُنَفَاء میں فرمایا کہ بعض علماء کے نزدیک حدیثِ مبارک کہ ''تمہاری دنیا سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں (۱) عورتیں (۲) خوشبو (۳) میری آنکھوں کی ٹھنڈک صلوۃ میں بنادی گئی ہے'' اس میں آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد وہی صلوۃ ہے جس کا ذکر اس آیت مبارکہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِکَتَهٗ الخ میں ہے۔)

یہ تو اللہ تعالیٰ کی صلوۃ کا حال تھا اب رہی صلوۃِ ملائکہ اور مومنین سو محدّثین نے لکھا ہے کہ مراد اس سے استغفار و دعا ہے، وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ صلوٰۃ یعنی رحمتِ خاصہ کا خزانہ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی کو اُس میں دخل نہیں ہے۔ خیر خواہوں کا کام صرف دعا گوئی ہے، اور وہ بھی صرف اس غرض سے کہ ہم بھی دعا گو رہیں ورنہ پیا پے رحمتِ خاصہ کا اُترنا بغیر دعا کے ہمیشہ جاری ہے جیسا کہ خود حق تعالیٰ اس آیہ شریفہ میں بصیغۂ اِسْتِمْرَار اس کی خبر دیتا ہے، مگر چوں کہ اس دعاء و اِسْتِغْفَار پر بھی صلوٰۃ ہی کا اطلاق فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس صلوٰۃ کی صورتِ دُعائیہ کو بدل کر اُسی صلوٰۃ کی صورت میں جلوہ گر فرماتا ہے جو مختص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور کچھ مُسْتَبْعَد نہیں کیوں کہ جب ایمان لانے والوں کی سیئات کی صورت کو بدل کر حسنات کی صورت میں جلوہ گر کرتا ہے تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق دعا کی صورت کو اُن کی خوشنودی کے واسطے بدل دینا مالکِ کُنْ فَیَکُوْن کے نزدیک کونسی بڑی بات ہے۔ دیکھ لیجئے کہ

سَیِّئَات کوحسنات بنادینااس آیہ شریفہ سے ثابت ہے:

قَالَ تَعَالٰی: اِلَّامَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔

ترجمہ: مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک پس بدل دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اس صورت میں تینوں صلوات کی صورت بِـالْمَـآل ایک ہی ہوگی، اس پر یہ بھی قرینہ ہوسکتا ہے کہ جب آیہ صلوٰۃ نازل ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم سلام کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہوئی صلوٰۃ کا کیا طور ہوگا؟ چنانچہ دُرِ منثور وغیرہ اکثر کُتُب میں اس مضمون کی روایتیں وارد ہیں مِنْ جُمْلَہ ان کے ایک یہ ہے:

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَّاَحْمَدُ وَعَبْدُبْنُ حُمَيْدٍ وَّابْنُ مَاجَةَ وَبْنُ مَرْدَوَيْه عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا السَّلَامُ قَدْعَلِمْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ قَالَ قُوْلُوْا" اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى الِ مُحَمَّدٍ كَمَابَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ" كَذَا فِى الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ لِلسُّيُوْطِى فِىْ تَفْسِيْرِ آية اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ۔

(ترجمہ: امام ابنِ ابی سعید، امام احمد، امام عبد بن حُمَید، امام ابنِ ماجہ اور امام ابنِ مَرْ دَوَیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ہم نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم سلام عرض کرنے کا طریقہ تو ہم نے جان لیا ہے درود بھیجنے کا انداز کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دُعاء مانگا کرو اے اللہ! اپنے بندے اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود نازل فرما جیسا کہ تو نے آلِ ابراہیم پر نازل فرمایا ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر نازل کی۔)

اس سے معلوم ہوا کہ صَلُّوْا سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دُعا نہ سمجھی ورنہ ہر شخص دُعا گوئی میں مصروف ہو جاتا اِستِفسَار کی وجہ یہی ہوگی کہ رحمت نازل کرنا تو خاص اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس امر کا امتثال ہم سے کیوں کر ہو سکے؟ ارشاد ہوا کہ تمہارا کام اتنا ہی ہے کہ ان الفاظ کو کہہ دیا کرو۔

اس تقریر سے امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول کا مطلب بھی معلوم ہو گیا جو ابھی مذکور ہوا اور وہ اِشکال بھی دفع ہو گیا جو قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح بخاری میں وارد کیا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ میں لفظِ اللہ کی خبر محذوف ہے یا اللہ و ملائکہ دونوں کی خبر یُصَلُّوْنَ ہے، یہ نہیں ہو سکتا کہ یُصَلُّوْنَ دونوں کی خبر ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ کچھ اور ہے اور ملائکہ کی کچھ اور، اور ایک لفظ کا استعمال دو معنیٔ مختلف میں وقتِ واحد میں درست نہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ لفظِ اللہ کی خبر محذوف ہے یعنی یُصَلِّیْ اور یُصَلُّوْنَ ملائکہ کی خبر ہے تو وہ بھی درست نہیں اس لئے کہ نحو میں تصریح ہو چکی ہے کہ جب معنی دو خبروں کے جدا جدا ہوں تو اس وجہ سے کہ دوسری خبر محذوف پر دلالت نہیں کرتی ایک کو حذف کرنا درست نہیں اگر چہ لفظ دونوں کا ایک ہو: جیسے: زَيْدٌ ضَارِبٌ وَّعَمْرٌو میں اگر محذوف ضارب سے چلنے والا مراد ہو، یعنی مسافر، اور مذکور سے مارنے والا۔)

كَمَا قَالَ الْقسطلانی فِیْ شَرْحِ الْبُخَارِيِّ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ اُخْتُلِفَ هَلْ "يُصَلُّوْن" خَبَرٌ عَنِ اللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اَوْعَنِ الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَطْ وَخَبَرُ الْجَلَالَةِ مَحْذُوْفٌ لِتَغَايُرِ الصَّلَاتَيْنِ لِاَنَّ صَلٰوةَ اللّٰهِ غَيْرُ صَلٰوتِهِمْ اَیْ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ ، اِلَّا اَنَّ فِيْهِ بَحْثًا وَّ ذٰلِكَ اَنَّهُمْ نَصُّوْا عَلٰى اَنَّهٗ اِذَا اخْتَلَفَ

مَدلُولَاالخَبرَینِ فَلَایَجُوزُ حَذفُ اَحَدِھِمَا لِدَلَالَۃِ الآخِرِ وَاِنْ کَانَا بِلَفظٍ وَّاحِدٍ
فَلَاتَقُولُ زَیْدٌ ضَارِبٌ وَّعَمْرٌو یَعْنِیْ وَعَمْرٌو ضَارِبٌ فِی الْاَرْضِ اَیْ مُسَافِرٌ۔
(ترجمہ: جس طرح کہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری شریف کی شرح میں فرمایا کہ ارشادِ باری تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ کی وضاحت میں اختلاف ہے، کیا یُصَلُّوْنَ لفظِ اللہ اور ملائکہ دونوں کی خبر ہے یا صرف ملائکہ کی خبر ہے؟ لفظِ جلالت کی خبر محذوف ہے کیوں کہ ہر دو صلوٰۃ کے درمیان فرق ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ فرشتوں کے درود سے الگ ہے، لیکن اس بارے میں بحث ہے، اور وہ یہ ہے کہ علمائے نحو نے صراحت کردی ہے کہ جب دو خبروں کے مدلول جدا جدا ہو تو ان میں سے دوسری کی دلالت لئے ایک خبر کو حذف کرنا جائز نہیں ہے اگر چہ دونوں کے اَلفاظ ایک ہی ہوں لہٰذا زَیْدٌ ضَارِبٌ وَّعَمْرٌو نہیں کہا جائے گا جب کہ معنی یہ لیا کہ زید مارنے والا ہے اور عَمْرٌو ضَارِبٌ فِی الْاَرْض (عمر زمین میں سفر کرنے والا ہے)
وجہ دفعِ اشکال یہ ہے کہ تینوں صلوٰۃ حقیقت میں ایک ہیں اور مصداق سب کا ایک ہی قسم کا ہے نہ مختلف۔

نکتہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ فرمایا ہے تو گویا ذات مبارک منبعِ رحمت ہے کہ تمام عالموں سے متعلق رحمتوں کا اِفَاضَہ یہیں سے ہوتا ہے اس لئے صلوٰۃ و رحمتِ الٰہی پیاپے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازِل ہوتی ہے تا اُدھر سے اِستِفَادَہ اور اِدھر سے اِفَاضَہ برابر جاری رہے۔

فائدہ جلیلہ اس آیہ شریفہ میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:
وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ۔
یعنی اُس کے فرشتے درود پڑھتے ہیں۔

اور آدم علیہ السلام کے باب میں فرمایا:

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُوْنَ۔

یعنی تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔

اہلِ مذاق وجدانِ سلیم سے سمجھ سکتے ہیں کہ اس اضافت وترکِ اضافت میں کس قدر لطف رکھا ہے۔ امرِ وجدانی تو بیان میں آ نہیں سکتا مگر بحسب ظاہر ہر شخص اس قدر سمجھ سکتا ہے کہ اس اضافت میں کوئی معنی زائد ایسے ہوں گے جو صرف ملائک کہنے میں نہیں۔ اور یہ ممکن نہیں کہ یہ اضافت تعریف یا تخصیص کے واسطے ہو جیسے غـلامُ زیـدٍ میں، کیوں کہ زید کے سوا دوسروں کے غلام بھی ہوتے ہیں تو غلامُ زیدٍ سے فائدہ تعریف یا تخصیص کا ہوگا۔ بخلاف ملائکہ کے اس لئے کہ سب فرشتے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں کسی دوسرے کے نہیں۔ پس مَلَائِـکَـتُـهٗ کہنے سے نہ تعریف ہوئی نہ تخصیص بلکہ اس اضافت سے یہ معلوم ہوا کہ جس فرشتہ کو نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہے یعنی تمام فرشتے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھا کرتے ہیں اور اس حکم سے کوئی فرشتہ مُسْتَثْنٰی نہیں ہو سکتا کیوں کہ جو مُسْتَثْنٰی ہوگا اُس سے یہ نسبت جاتی رہے گی اور یہ محال ہے۔ پھر یہ بات ظاہر ہے کہ سب فرشتے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں باوجود اس کے جب نسبت اپنی طرف فرمائی تو معلوم ہوا کہ صرف عزت افزائی اُن کی اس نسبت سے مقصود ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ۔

یعنی جب شیطان نے آدمیوں کو گمراہ کرنے پر اپنی آمادگیاں ظاہر کیں ارشاد ہوا کہ:

میرے بندوں پر تیرا کچھ غلبہ نہیں۔

حالاں کہ سب بندے اللہ تعالیٰ کے ہیں تو جیسے عِبَـادِیْ کی اضافت سے شرافت اُن عباد کی ظاہر ہوتی ہے جو دام میں شیطان کے نہیں آتے ویسا ہی مَلَائِکَتَهٗ کی اضافت سے شرافت اُن ملائک کی ظاہر ہوتی ہے جو درود پڑھتے ہیں اور شرافت کی وجہ یہی ہوئی کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر

ود پڑھنے کی نسبت اُن کی طرف کی گئی ورنہ یہی ملائک ہیں جن کا ذکر فَسَجَدَ الْمَلٰئِکَۃُ میں بھی کیا
یا ہے کچھ ایسے طور پر کہ جس سے کوئی شرافت ظاہر نہیں ہوتی، کیوں نہ ہو حبیب کا خیر خواہ بھی اپنا ہی
جھا جاتا ہے۔

حاصل وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ کا یہ مطلب ہوا کہ جتنے فرشتے عالمِ علوی اور سفلی میں ہیں سب
کے سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود پڑھتے ہیں اور اسی وجہ سے اُن کو وہ
ضیلت وخصوصیّت عطاء ہوئی کہ جس کا عوض مذہب عُشاق میں شاید جان بھی فدا کریں تو نہ ہو سکے
یوں کہ عُشاق اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ محبوب جب کسی عاشق کو اپنا کہہ دے تو اُس کی کیا حالت
وتی ہوگی غرض وَمَلٰئِکَتَہٗ میں جو باتیں رکھی ہوئی ہیں فَسَجَدَ الْمَلٰئِکَۃُ میں نہیں ہیں۔

تعدادِ ملائکہ

فائدہ تعداد تمام ملائک کی جو ہمیشہ درود شریف کے پڑھنے میں مشغول ہیں حق تعالیٰ ہی جانتا
ہے کہ کس قدر ہے چنانچہ مصرّح ارشاد ہے:

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ۔

ترجمہ: نہیں جانتا ہے آپ کے پروردگار کے لشکروں کو کوئی سوائے اُس کے۔ انتھی

مزید توضیح کے واسطے یہاں چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں جن سے یہ بات ثابت ہو جائے گی
کہ شمار فرشتوں کا حد سے باہر ہے مِنْ جُمْلَہ ان کے ایک یہ ہے جو امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے
حبائک میں ذکر کیا ہے:

وَاَخْرَجَ اَبُو الشَّیْخِ عَنِ الْحَکَمِ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّہٗ یَنْزِلُ مَعَ الْمَطَرِ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ
اَکْثَرُ مِنْ وُّلْدِ آدَمَ وَاِبْلِیْسَ یُحْصُوْنَ کُلَّ قَطْرَۃٍ وَّاَیْنَ یَقَعُ وَمَنْ یُرْزَقُ ذٰلِکَ النَّبَاتِ۔

ترجمہ: یعنی پانی کے ساتھ اس قدر فرشتے اُترتے ہیں کہ اُن کی تعداد آدمیوں اور جنات سے بڑھی ہوئی ہے وہ ہر قطرہ کو شمار کر لیتے ہیں اور یہ بھی معلوم کر لیتے ہیں کہ وہ کہاں گرے گا اور اُس سے جو سبزی پیدا ہوگی کس کا رزق ہے۔ انتہی

اور ایک یہ ہے جو حبائک ہی میں مذکور ہے:

وَأَخْرَجَ أَبُو الشَّيْخِ مِنْ طَرِيْقِ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ أَكْثَرُ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ مَامِنْ شَيْئٍ يُّنْبِتُ اِلَّا مَلَكٌ مُّوَكَّلٌ بِهَا۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی مخلوق خدا کی فرشتوں سے زیادہ نہیں ہے کوئی نبات و روئیدگی ایسی نہیں کہ جس پر ایک فرشتہ مؤکل اور مُتعیّن نہ ہو۔ انتہی

اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہے کہ تمام عالَم میں جس قدر موجودات ہیں سب سے زیادہ فرشتے ہیں۔ اور خصائصِ کبریٰ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کیا ہے:

وَأَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَأَبُوْنُعَيْمٍ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ أَرٰى مَالَاتَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَالَاتَسْمَعُوْنَ أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحَقٌّ لَّهَا أَنْ تَئِطَّ لَيْسَ فِيْهَا مَوْضِعُ رُبْعِ أَصَابِعٍ اِلَّا وَمَلَكٌ وَّاضِعٌ جَبْهَتَهٖ سَاجِدًا۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان بوجھ کے سبب سے چرچراتا ہے اور یہ بات اُس کو سزاوار ہے کیوں کہ اُس میں کوئی چار انگل کی ایسی جگہ نہیں ہے جس میں کوئی فرشتہ پیشانی رکھے ہوئے سجدہ میں نہ ہو۔ انتہی

اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَزَّأَ الْخَلْقَ عَشْرَةَ أَجْزَاءٍ فَجَعَلَ الْمَلٰئِكَةَ تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ وَّسَائِرَ الْخَلْقِ جُزْأً۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ حق تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے دس حصے کئے تو حصے فرشتے بنائے اور ایک حصہ تمام مخلوقات۔ انتہٰی

اور سوائے اس کے کئی حدیثیں ہیں جن سے یہ بات ثابت ہے کہ ملائک اس کثرت سے موجود ہیں اور ہمیشہ پیدا ہوتے جاتے ہیں کہ جس کا شمار نہیں اگر اس کی تفصیل پر مطلع ہونا ہو تو اَلْحَبَائِكُ فِیْ أَخْبَارِ الْمَلٰئِكِ جو خاص ملائک ہی کے احوال میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھی ہے اُس کو دیکھ لیجئے۔ حاصل یہ کہ اس قدر مقربانِ بارگاہِ الٰہی جن کی تعداد تمام عالَم کے موجودات سے کئی حصہ بڑھ کر ہے ہمیشہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے میں مصروف ہیں اور خود حق تعالیٰ ہمیشہ کے لئے اس کام میں اپنی مشغولی بلاکیفیت ظاہر فرماتا ہے تھوڑے سے آدمیوں کا درود وہاں کس قطار وشمار میں ہوسکتا ہے؟

مگر زہے شانِ رحمۃ للعالمینی کہ باوجود اس کے اُمتیوں سے اس تحفۂ مُحقَّرہ کی درخواست فرماتے ہیں اور وہ بھی کس خوبی کے ساتھ کہ اگر تم ایک بار درود پڑھو گے تو خدائے تعالیٰ ستر بار درود بھیجے گا، اور تمام فرشتے تمہارے حق میں دعا کریں گے اور کل حاجتیں دینی ودنیاوی تمہاری روا ہوں گی۔ اگر انصاف ہو تو معلوم ہو کہ یہ صرف بندہ نوازی ہے ورنہ:

چہ نسبت خاک را با عالَمِ پاک

(ترجمہ: عالَمِ پاک کے ساتھ خاک کو کیا نسبت ہو سکتی ہے۔)

وہاں یہ تحفہ مُحقَّرہ کس قطار وشمار میں؟ بڑے افسوس کی بات ہے کہ خود شاہِ کونین جن سے ہر طرح کی امیدیں ہیں ایک اس قسم کا ہدیہ ہم سے طلب فرمائیں اور اُس کی کچھ پرواہ نہ کی جائے۔ پھر یہ بھی نہیں

کہ اعترافِ قصور ہو بلکہ مخالفانہ ایسی دلیلیں قائم کی جائیں جن سے یہ بات ثابت ہو کہ اگر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رغبت کے موافق عمل کیا جائے تو اُس میں قباحتیں لازم آئیں گی۔

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

(ہم اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ مانگتے ہیں)

واقع میں اُدھر سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں مگر اِدھر جب تنگی حوصلہ ہو اور قابلیّت و استعداد نہ ہو تو اُس کا کیا علاج؟ سچ ہے:

طعمهٔ هر مرغکے انجیر نیست

(ترجمہ: ہر پرندے کی خوراک انجیر نہیں ہوتی۔)

اِلٰـهُ الْعَـالَمِیْن جیسا تو نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہماری خیر خواہی کی طرف متوجہ فرمایا ایسا ہی اُنہیں کے طفیل سے ہمیں فہمِ سلیم بھی عطاء کیجئو کہ اُن کی نوازشوں اور خیر خواہیوں کو سمجھیں اور تیری اور اُن کی قدر کریں۔

اب ہم ذرا ان حضرات سے پوچھتے ہیں (جن کے مشرب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر چنداں ضروری نہیں) کہ کیا آپ نے کچھ اللہ تعالیٰ کی بھی قدر کی یا وہ بھی صرف دعوٰی زبانی ہے؟ کیوں کہ اس آیہ شریفہ سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر کس قدر ہوگی جو ہمیشہ کے لئے اُن پر صلوٰۃ بھیجنا ظاہر فرماتا ہے، پھر اگر عظمت حق تعالیٰ کی مُسلّم ہے تو چاہئے تھا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت بھی دل میں متمکّن ہوتی، برخلاف اُس کے جب تعظیم میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرق آ گیا تو معلوم ہوا کہ یہ اور اَمثال اس کی جو قدر دانیاں اور عزت افزائیاں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ نے فرمائی ہیں اُس کی کچھ وقعت نہیں اور یہ بالکل منافی دعوٰی عظمتِ کبریائی ہے۔

میری دانست میں کسی مسلمان کا عقیدہ ایسا نہ ہوگا کیوں کہ جملہ اہلِ اسلام جانتے ہیں کہ

شیطان نے جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اُس کی وجہ یہی تھی کہ اُس نے اپنے زعم میں حق تعالیٰ کی عظمت خوب جمار کھی تھی کہ کسی کی عظمت کو اُس کے دل میں مطلقاً جائے نہ تھی۔ مگر جب حق تعالیٰ نے اُن کا مرتبہ ظاہر فرمایا اور اُس نے اُن کی بے قدری کی اور معظّم نہ سمجھا صرف اسی وجہ سے مردود ٹھہرا۔ اور اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ گو حق تعالیٰ کی تعظیم کا اُس کو دعوٰی تھا مگر دل میں اُس کا اثر نہ تھا اور اس کی مثال بعینہٖ ایسی ہوئی جیسے کُفار حق تعالیٰ کو خالقِ ارض وسما کہتے تھے: جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط

(ترجمہ: اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو تو ضرور کہیں گے کہ پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے۔)

مگر بُت پرستی اور لوازم اُس کے اس قول کو ان کے باطل کئے دیتے تھے:

چنانچہ مولانا فرماتے ہیں

گر بہ پُرسی گبر را کایں آسمان
آفریدۂ کیست وایں خلقِ جہاں

(اگر تو آگ کی عبادت کرنے والے سے پوچھے کہ یہ آسمان اور دنیا کی یہ مخلوق کس کی پیدا کردہ ہے۔)

گوید آنہاآفریدۂ آں خداست
کافرینش برخدا نیش گوا ست

(وہ کہے گا یہ سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے کیوں کہ تخلیق اس کے خدا ہونے پر گواہ ہے۔)

کفر وظلم واستم بسیارِاو
نیست لائق باچنیں اقرارِاو

(اس آتش پرست کا کُفر، ظلم اور بہت بڑا ستم اس کے اس اِقرار کے مناسب نہیں۔)

فعلِ اُو کردہ دروغ آں قول را
باشد اولائق عذابِ ہول را

(اس کے فعل نے اس کے قول کو جھوٹا کر دیا وہ بہت اُونچے عذاب کا مُستحق ہے۔)

اسی طرح جس کے دل میں درود شریف کی وقعت نہ ہو اُس کے نزدیک حق تعالیٰ کی بھی عظمت نہیں کیوں کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے (جس کا ذکر قریب آتا ہے) کہ:

''جو شخص ایک بار درود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑھے حق تعالیٰ اُس پر دس بلکہ ستر درود بھیجتا ہے''۔

اب دیکھئے کہ جس کے نزدیک حق تعالیٰ کے صلوٰۃ کی کچھ وقت ہوگی تو درود شریف کی ضرور اُس کو رغبت ہوگی اور جب درود شریف پر رغبت نہیں جس کی وجہ سے صلوٰۃِ الٰہی حاصل ہو سکے تو معلوم ہوا کہ صلوٰۃِ الٰہی کی اُس کو کچھ قدر نہیں ایسی ہی باتوں سے شاید حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَاقَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔

(ترجمہ: اور نہ قدر پہچانی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسے حق تھا اُس کی قدر پہچاننے کا۔)

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

(ترجمہ: اے اللہ! ہم کو ان اَعمال کی توفیق عطاء فرما جن سے تو محبت فرماتا ہے اور جن پر تو راضی ہے۔)

فائدہ علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اختلاف کیا ہے کہ یُصَلُّوْنَ کی ضمیر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف راجع ہے یا صرف ملائکہ کی طرف امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

کہ ایک جماعت کا قول ہے یُصَلُّوْنَ کی ضمیر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف راجع ہے مقصود اس سے فرشتوں کو شرافت دینا ہے کہ ایک کام کی اِسناد اور نسبت ایک ہی صیغہ سے اپنے اور اُن کی طرف ہو یہ بڑی تشریف و تکریم ہے کہ اس امرِ خاص پر جو صیغہ دلالت کرتا ہے اُس میں حق تعالیٰ نے اُن کو اپنے ساتھ جمع فرمایا۔

ایک ضمیر میں خدا عزوجل و رسول ﷺ کا ذکر

یہاں اگر کوئی اعتراض کرے کہ حدیثِ صحیح میں وارِد ہے کہ کسی خطیب نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں خطبہ پڑھا جس میں یہ الفاظ تھے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى۔

یعنی جس شخص نے خدا اور رسول کی اطاعت کی راہِ راست پائی اور جس نے اُن دونوں کی نافرمانی کی گمراہ ہوا۔

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو بُرا خطیب ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ غَوٰى

کہہ، مقصود یہ کہ ایک ضمیر میں خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کو جمع کرنا نہ چاہیے۔ اس صورت میں يُصَلُّوْنَ کی ضمیر خدائے تعالیٰ اور ملائک کی طرف پھیرنا کیوں کر درست ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ مختار ہے عدمِ جواز کا حکم وہاں جاری نہیں ہوسکتا۔

اور ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ ضمیر يُصَلُّوْنَ کی صرف ملائکہ کی طرف راجع ہے اور خبر لفظِ اللہ کی محذوف ہے: یعنی اِنَّ اللّٰهَ يُصَلِّىْ اس صورت میں اجتماع اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا ایک ضمیر میں لازم نہیں آتا جس کی ممانعت ہے، جماعتِ اُولیٰ کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ جمع مذکور مطلقاً ممنوع نہیں۔ رہا یہ کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطیب کو لفظِ يَعْصِهِمَا سے منع فرمایا سو اُس کا سبب یہ نہیں تھا کہ ایک ضمیر میں اللہ اور رسول کو اُس نے جمع کیا تھا بلکہ وجہ اُس کی یہ تھی کہ اُس نے وَمَنْ يَّعْصِهِمَا پر سکوت کیا تھا جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس نے نافرمانی کی خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کی وہ بھی راہِ راست پر ہے چنانچہ ابوداؤد نے عدی بن حاتم سے روایت کیا ہے:

اِنَّ خَطِيْبًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا۔ فَقَالَ قُمْ بِئْسَ الْخَطِيْبُ اَنْتَ۔

(ترجمہ: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص نے تقریر کی اور کہنے لگا جس نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کی وہ راہِ راست پر ہے اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اُٹھ جاؤ تم بہت بُرے مقرر ہو۔)

لیکن اس کا جواب ہوسکتا ہے کہ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر تثنیہ ہی کی وجہ سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس خطیب کو زجر فرمایا تھا کیوں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد زجر کے فرمایا کہ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کہہ اور اگر وقف وسکوت کی وجہ سے زجر فرمایا ہوتا تو فرماتے: وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى متصل کہہ۔ انتهى مُلَخَّصًا

اگر چہ امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مقام میں طویل وعریض بحث کی ہے جیسا کہ معلوم ہوا مگر ہنوز اس میں نظر کو گنجائش ہے اس لئے کہ مسلم کی روایت باوجود معارض ہونے روایت ابوداؤد کے اگر مُسلّم بھی ہو تو اُس سے قطعاً یہ لازم نہیں آتا کہ ایک ضمیر میں خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمع کرنا درست نہیں اس لئے کہ جائز ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس خطیب کو (اس وجہ سے کہ قریب العهد بشرك ہے) جمع کرنے سے منع فرمایا ہو تو یہ منع کرنا ایک مصلحتِ خاص کی وجہ سے ہوگا نہ عموماً۔ جیسا کہ ابتدائے زمانہ حرمتِ خمر میں ظروفِ خمر یعنی: دُبَّاء، حَنْتَم، نَقِيْر، اور مُزَفَّت کا استعمال ممنوع تھا اس وجہ سے کہ ان سے شراب یاد آتی تھی پھر بعد ایک زمانہ کے جب خمر سے نفرت پیدا ہوگئی استعمال اُن ظروف کا جائز کر دیا گیا چنانچہ حرمت اور اجازت کی روایتیں صحاح میں موجود ہیں۔

اور دلیل اس بات پر کہ کسی دوسری وجہ سے خاص اُس خطیب کو وَمَنْ يَّعْصِهِمَا کہنے سے منع

فرمایا تھا یہ ہے کہ خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارہا ایسے صیغوں کو استعمال فرمایا ہے چنانچہ کَنزُالعُمّال میں روایت ہے:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَسَلَّمَ مَاالْاِیْمَانُ قَالَ اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِمَّاسِوَاھُمَا۔ الحدیث۔رَوَاہُ اَحْمَدُ فِیْ مُسْنَدِہٖ۔

ترجمہ: یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ایمان کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ گواہی دو توحید ورسالت کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔

دیکھئے سِوَاھُمَا کی ضمیر خدائے تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طرف پھرتی ہے بلکہ خود لفظِ مَنْ یَّعْصِھِمَا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ ابوداؤد میں ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا تَشَھَّدَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْرَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَایَضُرُّ اِلَّانَفْسَہٗ وَلَایَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًا۔

وَعَنْ یُوْنُسَ اَنَّہٗ سَاَلَ ابْنَ شِھَابٍ عَنْ تَشَھُّدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَذَکَرَهٗ نَحْوَهٗ وَقَالَ وَمَنْ یَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰی۔ الحدیث رَوَاهُمَا اَبُوْدَاوٗدَ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو اُس میں فرماتے وَمَنْ یَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَایَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ۔

اور ایک روایت میں وَمَنْ یَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰی ہے۔ انتھی ملخصا

ان حدیثوں سے یہ بھی بات ثابت ہے کہ یہ خطبہ ہمیشہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الحذر میں اور ابنِ عساکر نے تاریخ میں موسیٰ ابنِ عقبہ سے خطبہ طولانی نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِیْنًا۔ ذَکَرَهٗ فِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔

(ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وہ راہِ ہدایت پر ہے اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ واضح گمراہی میں ہے۔ کَنْزُالْعُمَّال میں اس کا ذکر ہے۔)

جب آں حضرت ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وَمَنْ یَّعْصِهِمَا ہمیشہ خطبہ میں پڑھنا ثابت ہے تو یہ کہنا کیوں کر صحیح ہوگا کہ خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک ضمیر میں جمع کرنا درست نہیں۔

تاکیدِ استمرارِ صلوٰۃ

فائدہ اہلِ عربیت کے نزدیک مُسلّم ہے کہ جملہ میں ثبوت مَحکُوم بِہٖ کا مَحکُوم عَلَیہِ کے لئے ہوا کرتا ہے خواہ وہ جملہ فعلیّہ ہو خواہ اِسمیّہ، لیکن جملہ اِسمیّہ میں بہ نسبت فعلیّہ کے دو باتیں زائد ہوتی ہیں۔ ایک اُس ثبوت کی تاکید۔ دوسرا اُس کا دوام۔

چنانچہ سعدالدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختصر معانی میں لکھا ہے:

اَلْجُمْلَۃُ الْاِسْمِیَّۃُ تُفِیْدُ تَاکِیْدَ الثُّبُوْتِ وَدَوَامَہٗ۔

(ترجمہ: جملہ اسمیہ ثبوت کی تاکید اور اُس کے دوام کا فائدہ دیتا ہے۔)

اس سے ثابت ہوا کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ سے تاکید اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور ملائک آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود بھیجتے ہیں۔ یہ مفاد صرف جملہ اِسمیّہ کا ہوا پھر مُسنَد یعنی یُصَلُّوْنَ کے فعل مضارع ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ فعل مُسنَد اِلَیہِم سے آناً فاناً صادر ہوتا جاتا ہے۔

کَمَاقَالَ ابْنُ حَجَرٍ فِی الدُّرِّ الْمَنْضُودِ کَمَاأَفَادَ الْجُمْلَۃُ الدَّوَامَ لِکَوْنِہٖ اِسْمِیَّۃً کَذٰلِکَ تُفِیْدُ التَّجَدُّدَ نَظْرًا لِخَبَرِھَا کَمَاقَالُوْا فِیْ "اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ" وَکَمَاقَالَ الْقَسْطَلَانِی فِیْ شَرْحِ الْبُخَارِیِّ تَحْتَ الْاٰیَۃِ الْمَوْصُوْفَۃِ وَعَبَّرَ بِصِیْغَۃِ الْمُضَارِعِ لِیَدُلَّ عَلَی الدَّوَامِ وَالْاِسْتِمْرَارِ۔

(ترجمہ: جیسا کہ امام ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اَلدُّرُّ الْمَنْضُود میں فرمایا کہ جملہ جس طرح دوام کا فائدہ دیتا ہے کیوں کہ وہ اسمیہ ہے اسی طرح وہ اپنی خبر کے لحاظ سے تجدُّد کا فائدہ دیتا ہے علماء نے

آیتِ مبارکہ اَللّٰہُ یَسۡتَھۡزِئُ بِھِمۡ کی تفسیر میں اسی طرح فرمایا ہے اور جس طرح کہ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری شریف کی شرح میں آیتِ مذکورہ کے تحت فرمایا: خبر کو مضارع کے صیغے کے ساتھ اس لئے لایا گیا تا کہ دوام اور اِستمرار پر دلالت کرے۔)

غرض استمرار صلوٰۃ کا دو طور سے ثابت ہوا: ایک بدلیلِ جملہ اسمیہ۔ دوسرا اس وجہ سے کہ فعلِ مضارع خبر ہے اور اُس کی تاکید بھی جملہ اسمیہ ہونے کے سبب سے ہوگئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے کلامِ قدیم میں اپنے اور ملائکہ کے ہمیشہ درود بھیجنے پر ایسے قرائن قائم کر دیئے تو اب کون مسلمان ہوگا کہ باوجود اس کے اس میں تردُّد یا انکار کرے؟ مگر حق تعالیٰ نے اُس پر بھی کفایت نہ کر کے اس جملہ کو لفظ اِنَّ کے ساتھ مُؤَکّد فرمایا جو تَرَدُّد کے دفع کرنے کو لایا جاتا ہے۔

کَمَافِی التَّلۡخِیۡصِ وَاِنۡ کَانَ الۡمُخَاطَبُ مُتَرَدِّدًا فِی الۡحُکۡمِ طَالِبًا لَّہٗ حَسُنَ تَقۡوِیَتُہٗ بِمُؤَکِّدٍ وَّاِنۡ کَانَ مُنۡکِرًا وَّجَبَ تَوۡکِیۡدُہٗ بِحَسۡبِ الۡاِنۡکَارِ۔

(ترجمہ: جس طرح تلۡخِیۡصُ الۡمِفۡتَاح میں ہے کہ اگر مخاطب کو حکم میں تردُّد ہو اور وہ اس کا طالب ہو تو حکم کو کسی تاکید پر دلالت کرنے والے طریقہ سے تقویت پہنچانا بہتر ہے، اور اگر مخاطب سرے سے حکم کا منکر ہو تو انکار کے مرتبہ کے مطابق اس کی تاکید لانا واجب ہے۔)

اب یہاں دیکھنا چاہئے کہ وہ کون لوگ ہوں گے جن کا تَرَدُّد اور انکار اس کلامِ قدیم میں ملحوظ ہوا؟ یہ بات تو ظاہر ہے کہ زمانۂ نزولِ آیہ شریفہ میں یا اہلِ ایمان تھے یا مُنافق یا کُفار۔ کُفار و منافقین تو اس خطاب میں شامل ہی نہیں اس لئے کہ مخاطب اہلِ ایمان ہیں جو یَـآ اَیُّھَـا الَّـذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کے ساتھ ندا کئے گئے ہیں۔ اب رہے اہلِ ایمان یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بِفَضۡلِہٖ تَعَالٰی ایمان اُن حضرات کا اس درجہ قوی تھا کہ اگر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کو کوئی خبر دیتے تو بلا تردُّد مان لیتے تھے چہ جائیکہ خود حق تعالیٰ اپنے کلامِ قدیم میں خبر دے اور اُن کو تردُّد ہو شانِ صحابیت ہرگز اس کو

قبول نہیں کرسکتی، غرض اُن کا حال بھی مقتضی تاکید نہ تھا۔ جب تینوں اصنافِ موجودہ کے لحاظ سے تاکید نہ ہوئی تو ضرور ہوا کہ سوائے اُن کے کوئی اور لوگ ہوں گے جن کا لحاظ اس تاکید میں کیا گیا اور یہ ممکن نہیں کہ بغیر لحاظ کسی کے تردُّد اور انکار کے کلامِ بلیغ، مُعجِز میں تاکید لائی گئی ہو۔ اگرچہ مصداق اُن کا مُعیّن کرنا ہمارا کام نہیں مگر ہر شخص کا ذہن بادنیٰ تامّل انہیں آخری زمانے کے مسلمانوں کی طرف متبادِر ہوگا جن کا ایمان قرآنِ شریف پر تو ہے مگر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مُستحق ایسے مدارِج عالیہ کا نہیں سمجھتے۔

فی الحقیقت یہ کمالِ عنایت حق تعالیٰ کی ہے کہ متنبہ فرمادیا تا سمجھ جائیں کہ جب اس درجہ کی اعتنا بالشان اور مشغولی دائمی اپنی اور ملائک کی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلوٰۃ میں اس اہتمام سے بیان فرماتا ہے تو کس قدر عظمت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہم لوگوں کے دلوں میں متمکّن ہونا چاہیے؟! اگر اس پر بھی عقیدہ کو کچھ حرکت نہ ہو تو بارگاہِ لاأُبالی میں کیا پرواہ وہاں تو نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی کا عمل جاری ہے۔

فائدہ جب حق تعالیٰ نے کمال عظمت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور اہتمامِ صلوٰۃ عالمِ ملکوت میں اور اِستِمرار اپنی صلوٰۃ کا صراحۃً اور کنایۃً ہر طرح سے فرمادیا عنایاتِ ازلی نے جوش کیا اور توجہ اس طرف ہوئی کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمّتی بھی اس دولتِ عظمٰی اور ذریعہ قصوٰی سے بے نصیب نہ رہیں۔

حسنِ خطابِ صلوٰۃ

اوّل اُن کو یَـآ اَیُّهَـا کہہ کر خوابِ غفلت سے جگایا تا ہوشیار ہو جائیں اور بگوشِ جان سُنیں کیا ارشاد ہوتا ہے، کیوں کہ اہلِ عربیّت نے تصریح کی ہے کہ لفظِ اَیُّهَـا تنبیہ کے واسطے ہے اہلِ ایمان تو پہلے ہی سے مُستعِد اور مشغول تھے، چنانچہ پیشتر اُس کا حال معلوم ہو چکا اس پر یہ تنبیہ گویا تازیانہ شوق

ہوگئی اب تو یہ حضرات بے خود ہیں اور مارے خوشی کے اپنے میں سماتے نہیں۔

اوّل تو یہ خوشی کہ اپنے ہدیۂ مُحقَّرہ کو بھی ایسی صلاحیت عطاء ہوئی کہ بارگاہِ باعثِ ایجادِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گزرا جاسکے اور اُس پر یہ سرفرازی کہ ایسے امر میں اِشْغَال مطلوب ہے جس کی طرف حق تعالیٰ اپنی توجہ دائمی ظاہر فرماتا ہے اس حُسنِ خطاب کا لُطف وہی حضرات جانتے ہیں جن کے دل ایمان اور محبتِ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مالا مال ہیں۔

شرافتِ مومن

فائدہ جب حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ یہ باوقعت کام یعنی تحفۂ صلوٰۃ بارگاہِ خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گزارنا جن وانس سے بھی لیا جائے تو اُن میں سے اعلیٰ درجہ کے افراد منتخب کر کے خطاب فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ۔

(ترجمہ: اے ایمان والو! تم بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرو۔)

کیوں کہ مومنین وہ باوقعت اور معزز لوگ ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اُن سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْئٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ۔ طص عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ذَکَرَهٗ فِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰهِ مِنَ الْمَلٰئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ اِبْنُ النَّجار ذَکَرَهٗ فِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مومن اللہ کے نزدیک ملائکہ مقرّبین سے اور ہر چیز سے زیادہ تر بزرگ ہے۔

اور ابنِ ماجہ میں روایت ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَطُوْفُ بِالْکَعْبَةِ وَیَقُوْلُ مَآأَطْیَبَكِ وَأَطْیَبَ رِیْحَكِ مَآأَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) بِیَدِهٖ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ حُرْمَةً مِّنْكِ مَالِهٖ وَدَمِهٖ وَاِنْ نَّظُنَّ بِهٖ اِلَّا خَیْرًا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ عینِ طواف خانہ کعبہ میں فرماتے تھے کہ کیا اچھا ہے تو اور تیری خوشبو اور کیا عظمت ہے تیری اور تیری حرمت کی، خدا کی قسم مومن کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ ہے۔ انتھی ملخصا

اور اہلِ ایمان کی شان میں صدیقین وشہداء کا لقب وارد ہے چنانچہ تفسیر درمنثور میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کئی حدیثیں اس مضمون کی نقل کی ہیں مِنْ جُملہ اُن کے ایک یہ ہے:

وَأَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مُؤْمِنُوْ أُمَّتِیْ شُهَدَاءُ ثُمَّ تَلَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے میری اُمّت کے مومنین شہداء ہیں، پھر پڑھا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الآیۃ یعنی جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان لائے وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیقین وشہداء ہیں۔ انتھی

اور ایک روایت یہ ہے:

أَخْرَجَ ابْنُ أَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ یَوْمًا وَّهُمْ

عِنْدَهٗ کُلُّکُمْ صِدِّیْقٌ وَّشَهِیْدٌ قِیْلَ لَهٗ مَاتَقُوْلُ یَااَبَاهُرَیْرَةَ؟ قَالَ اقْرَءُ وْا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔

ترجمہ: ایک روز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رفقاء سے کہا کہ تم لوگ سب صدیقین وشہداء ہو، کسی نے کہا اے ابو ہریرہ یہ کیا کہتے ہو؟ کہا اگر تامل ہو تو اس آیت کو پڑھ لو:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔

اور اس میں یہ روایت بھی ہے:

وَاَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَعَبْدُ ابْنُ حُمَیْدٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ کُلُّ مُؤْمِنٍ صِدِّیْقٌ وَّشَهِیْدٌ ثُمَّ تَلَاوَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔

ترجمہ: مجاہد نے کہا کہ ہر مومن صدیق وشہید ہے اور اِستدلال میں یہ آیت پڑھی:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔

تفسیر دُرِ منثور میں اسی مضمون کی کئی روایتیں ابنِ جریر اور ابنِ منذر اور ابنِ ابی حاتم اور عبدالرزاق اور عبد بن حمید اور ابنِ حِبّان سے ذکر کی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ: مومنین کو مراتب صدیقین اور شہداء کے حاصل ہیں اور مومنین وہ لوگ ہیں جن کو گناہ کچھ ضرر نہیں دیتا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَمَالَایَنْفَعُ مَعَ الشِّرْكِ شَیْیٌٔ کَذٰلِكَ لَایَضُرُّ مَعَ الْاِیْمَانِ شَیْیٌٔ۔ خط عَنْ عُمَرَ حل عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا۔ ذَکَرَهٗ فِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جیسا کہ شرک کے ساتھ کوئی چیز نفع نہیں دیتی اسی طرح ایمان کے ساتھ کوئی چیز ضرر نہیں دیتی۔ انتہی

یعنی اہلِ ایمان کو گناہ سے کچھ ضرر نہیں۔ اہلِ ایمان وہ لوگ ہیں جن کی دل شکنی حق تعالیٰ کو
کل منظور نہیں چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے:

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی
لَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْئٍ أَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ قَبْضِ
ؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَ تَهٗ۔ الحديث

جمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس کام کو میں کرنا چاہتا
ں اُس میں مجھے کوئی تردّد نہیں ہوتا جس قدر کسی ایمان دار کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے کہ وہ
ت کو مکروہ جانتا ہے اور اُس کے رنجیدہ کرنے کو میں مکروہ جانتا ہوں۔ انتہٰی

اَللّٰهُ أَكْبَرُ مومن کی کیا شان ہے باوجودیکہ موت خود اُس کے حق میں ایک نعمتِ عظمیٰ ہے مگر
رف اُس کی خاطر شکنی کے لحاظ سے حق تعالیٰ کو اُس میں تردّد ہوتا ہے۔ اور اُن لوگوں کی بینائی کا یہ حال
ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ
نُوْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ تخ عَنْ أَبِیْ سَعِيْدِ الْحَكِيْمِ التِّرْمَذِیِّ۔ و سمويه طب عد عَنْ
یْ أُمَامَةَ وَابْنُ جَرِيْرٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ كَذَا فِی الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ۔

رجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مومن کی فراست سے ڈرتے رہو وہ اللہ عزّ وجلّ
کے نور سے دیکھتا ہے۔

لحاصل اہلِ ایمان کے فضائل و خصوصیات بکثرت ہیں جن میں سے چند بطورِ مشتی نمونہ خروارے
(غلہ کے ڈھیر سے ایک مٹھی بھر نمونہ کے طور پر) ذکر کی گئیں، اب غور کیجئے کہ ہر مسلمان مستحق
ان مراتبِ عالیہ کا ہوسکتا ہے یا ہر کس و ناکس اپنے آپ کو مصداق ان کرامات کا سمجھ سکتا ہے واقع میں ایمانِ

حقیقی نہایت ہی عزیز الوجود ہے فقط چند اعمالِ ظاہری سے یہ رتبہ نہیں مل سکتا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔

ترجمہ: کہتے ہیں گنوار ہم ایمان لائے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ فرمانبرداری ہم نے قبول کی اور ہنوز تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔ انتھی

اسی وجہ سے جب حارثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا۔

(میں سچا مومن ہو گیا ہوں)

فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

اُنْظُرْ مَاذَا تَقُوْلُ۔

یعنی دیکھو کیا کہتے ہو سمجھ کر کہو۔

جب صحابی کی نسبت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ اِستبعاد ظاہر فرمایا ہو تو ہر کس وناکس کا ایمان کس شمار میں؟ پورا واقع اُس کا یہ ہے جس کو ابنِ اثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

اُسُدُ الْغَابَةِ فِيْ مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ میں ذکر کیا ہے:

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ اِذَا سْتَقْبَلَهٗ شَابٌّ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَصْبَحْتَ يَا حَارِثَةُ؟ قَالَ اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا قَالَ انْظُرْ مَاذَا تَقُوْلُ؟ فَاِنَّ لِكُلِّ قَوْلٍ حَقِيْقَةً فَمَا حَقِيْقَةُ اِيْمَانِكَ؟ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ عَزَلْتُ نَفْسِيْ عَنِ الدُّنْيَا فَاَسْهَرْتُ لَيْلِيْ وَاَظْمَاْتُ نَهَارِيْ وَكَاَنِّيْ بِعَرْشِ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ بَارِزًا وَّكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ وَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ النَّارِ

يَتَعَادُوْنَ فِيهَا قَالَ اَلْزِمْ عَبْدٌ نَوَّرَ اللّٰهُ الْاِيْمَانَ فِيْ قَلْبِهٖ۔ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ ادْعُ اللّٰهَ لِيْ بِالشَّهَادَةِ فَدَعَالَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُوْدِيَ يَوْمًا فِي الْخَيْلِ فَكَانَ اَوَّلُ فَارِسٍ رَكِبَ وَاَوَّلُ فَارِسٍ اسْتُشْهِدَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ اُمَّهٗ فَجَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ فِي الْجَنَّةِ لَمْ اَبْكِ وَلَمْ اَحْزَنْ وَاِنْ يَّكُنْ فِي النَّارِ بَكَيْتُ مَاعِشْتُ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا، قَالَ يَااُمَّ حَارِثَةَ! اِنَّهَا لَيْسَتْ بِجَنَّةٍ وَّاحِدَةٍ وَّلٰكِنَّهَا جَنَّاتٌ وَّاِنَّ حَارِثَةَ فِي الْفِرْدَوْسِ الْاَعْلٰى فَرَجَعَتْ اُمُّهٗ وَهِيَ تَضْحَكُ وَتَقُوْلُ بَخٍ بَخٍ لَكَ يَاحَارِثَةُ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ ایک جوان انصاری سامنے آیا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا کہ کس حالت میں تو نے صبح کی؟ عرض کی اس حالت میں کہ اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا سچا مومن ہوں فرمایا اُنْظُرْ مَاذَا تَقُوْلُ دیکھو کیا کہتے ہو؟ ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے بتلاؤ تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ عرض کی میں نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کیا، راتیں بیداری میں بسر کرتا ہوں، اور دن تشنگی میں، اب حالت یہ ہے کہ عرشِ رب العالمین کو گویا دیکھ رہا ہوں، اور گویا دیکھ رہا ہوں کہ اہلِ جنت آپس میں ملاقات کرر ہے ہیں، اور اہلِ نارِ دوزخ میں چلّا رہے ہیں، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسی بات پر ہمیشہ رہو تمہارے دل میں ایمان مُنوّر ہے، اُنہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میرے لئے شہادت کی دُعا کیجئے، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دُعا کی، تھوڑے دن نہیں گزرے تھے کہ معرکۂ جہاد پیش آیا وہ سب سے پہلے سوار ہوئے اور سب سے پہلے شہید ہوئے، جب اُن کی والدہ کو اُن کی شہادت کی خبر پہنچی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم اگر میرا لڑکا جنت میں ہے تو نہ میں روؤں گی اور نہ غمگین ہوں گی، اور اگر دوزخ میں ہے تو عمر بھر روتی رہوں گی، فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اے اُمِ حارثہ! جنت ایک نہیں ہے بلکہ بہت سی ہیں اور تمہارا فرزند فردوسِ اعلیٰ میں ہے۔ یہ سُنتے ہی وہ ضعیفہ ہنستی ہوئی لوٹیں اور کہتی تھیں: وَاہ واہ اے حارثہ!۔ انتہٰی

مقصود یہ کہ ایمانِ حقیقی کے دعوے پر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِستبعاد ظاہر فرمایا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حقیقتِ ایمان کچھ اور ہی ہے صرف مومن کہہ دینا یا سمجھ لینا کافی نہیں۔

ابنِ ابی مُلَیکہ کہتے ہیں کہ تیس صحابیوں سے مجھے ملاقات ہے، جس کو دیکھا اسی خوف میں پایا کہ مرتبۂ صحابیت تو درکنار کہیں منافقوں میں شریک نہ ہوں۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے:

قَالَ ابْنُ أَبِیْ مُلَیْکَۃَ أَدْرَکْتُ ثَلَاثِیْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخَافُ کُلُّھُمُ النِّفَاقَ عَلٰی نَفْسِہٖ۔

(ترجمہ: حضرت ابنِ ابی ملیکہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تیس صحابہ کرام کو پایا اُن میں سے ہر ایک اپنے بارے میں نفاق سے خوف زدہ تھا۔)

اصل یہ ہے کہ ایمان کے تمام شرائط ولوازم جب تک پورے طور پر نہ پائے جائیں گویا ایمان ہی نہیں۔ چنانچہ امام احمد ابنِ حنبل اور بیہقی اور نسائی اور ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

لَایُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَّفْسِہٖ وَوَلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ۔ کَذَافِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: کوئی ایمان دار نہیں ہوتا جب تک کہ میری محبت اپنی اولاد اور والد اور سب لوگوں سے بلکہ اپنی ذات کی محبت سے بھی زیادہ نہ ہو۔

كَمَا فِيْ مُسْنَدِ أَحْمَدِ بْنِ حَنْبَلَ لَايُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ۔ كَذَافِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ۔

(ترجمہ: جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ کوئی اُس وقت تک ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اُسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔)

اور مواہب لدنیہ میں بخاری شریف سے منقول ہے:

اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ أَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّامِنْ نَّفْسِي الَّتِيْ بَيْنَ جَنْبَيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُّؤْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ۔ فَقَالَ عُمَرُ وَالَّذِيْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَاَنْتَ أَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَّفْسِي الَّتِيْ بَيْنَ جَنْبَيَّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاٰن يَاعُمَرُ !۔

ترجمہ: ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم سوائے اپنی ذات کے آپ کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہوں، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تک میری محبت اپنے نفس سے زیادہ نہ ہوا یمان ہی نہیں، تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی قسم ہے خدا کی جس نے آپ پر کتاب اُتاری آپ کی محبت میرے نفس سے بھی زیادہ ہے، فرمایا: اب ایمان کامل ہوا اے عمر!۔انتہٰی

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایمان والے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی جان سے بھی زیادہ دوست رکھتے ہیں، پھر جس کو یہ رُتبہ حاصل ہو تو ظاہر ہے کہ کس قدر درود شریف میں وہ شخص اہتمام کرتا ہوگا کیوں کہ بظاہر درود شریف بھی ایک دُعائے خاص کا نام ہے جو آں حضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں کی جاتی ہے، اور قاعدہ ہے کہ آدمی جس کو زیادہ دوست رکھتا ہے اُن کے حق میں زیادہ دُعا کیا کرتا ہے اسی وجہ سے ہر شخص پہلے اپنے واسطے دعا کرتا ہے اور پھر والدین وغیرہ کے واسطے اور جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اپنی ذات سے بھی زیادہ ہو تو بحسب اقتضائے طبع درود شریف کو اپنی ذاتی دعا پر بھی مقدّم کرنا لازم ہوگا۔ اس سے تو یہ بات ثابت ہے کہ درود شریف کو اپنی ذاتی دعا پر مقدّم کرنا صرف مقتضائے ایمان ہے اس میں امرِ الٰہی کو کچھ دخل نہیں، پھر جب ویسے لوگوں کو حکمِ الٰہی بھی ہو گیا تو غور کرنا چاہئے کہ درود شریف کی کس درجہ وقعت اُن کے نزدیک ہوگی۔

الحاصل خطاب یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ کے مخاطب اولاً و بالذات مومنین ہیں جن کے احوال کسی قدر ابھی مذکور ہوئے اور وہی لوگ اس خطاب اور درود شریف کی عظمت کو جانتے بھی ہیں اور اُن کے سوا عموماً اہلِ اسلام گویا اُن کے طفیلی ہیں۔ اس تقریر سے فی الجملہ ایک شناخت بھی حاصل ہوگئی کہ جس کے نزدیک درود شریف کی عظمت نہ ہو تو سمجھ سکتے ہیں کہ اُس میں اس خطاب کی قابلیّت ہی نہیں۔

زیادتی و کمیٔ ایمان شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر میں لکھا ہے کہ جن آیات میں زیادتِ ایمان کا ذکر ہے مثل:

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا۔

(ترجمہ: اُن کے سامنے جب ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو اُن کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے۔)

مراد اس سے تفصیل ہے، یعنی قبل نزولِ آیات کے ایمان اجمالی تھا کہ: مَا جَآءَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سب سچ ہے پھر جب آیات بدفعات نازل ہوئیں اُسی کی تفصیل ہوئی اور اصل کیفیّتِ ایمان میں کوئی زیادتی نہ ہوئی۔

ہر چند شارح عقائدِ نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ نے اس تقریر پر بھی اعتراض کیا ہے کہ تفصیل

میں بنظر اجمال کے زیادتی ہوتی ہے، مگر ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر یہ اعتراض نہیں آسکتا اس لئے کہ اگر تفصیل میں زیادتی ہوئی تو مُصَدَّق بِہٖ کی توضیح میں ہے نہ نفسِ اِذعان وتصدیق میں کیوں کہ کیفیتِ اذعانی دونوں وقت میں یکساں ہے جو ممتاز ہے ظن وغیرہ سے، ہاں مُصَدَّق بِہٖ اجمال کے وقت اور تھا اور تفصیل کے وقت اور ہوا۔

توضیح اُس کی اس مثال میں ہوجائے گی کہ جب کوئی دلیل بیان کی جاتی ہے اور اُس پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو اکثر اعتراض ختم ہونے کے پیشتر مجیب کے ذہن میں جواب اُس کا خطور کرجاتا ہے اس خطور کرنے کے وقت جو چیز اُس کے ذہن میں ہے وہ اِجمال ہے۔ پھر اُس کو جو واضح کرکے بیان کرتا ہے وہ تفصیل ہے۔ فرق دونوں میں ظاہر ہے کہ اِجمال گویا ایک امر آنی ہے اور تفسیر دیر طلب۔ لیکن باعتبار اِنکشافِ جواب کے دونوں برابر ہیں۔ اسی وجہ سے بمجرّد اس خطور کے مجیب اپنے میں ایک کیفیت اِنشراح اور فرحت کی پاتا ہے جو جواب دینے پر مرتب ہوتی ہے، پس اصل جواب جس کی تفصیل دیر تک کی جاتی ہے وہی ہے جو اِجمال میں موجود تھا یعنی تفصیل کے وقت جواب کوئی دوسرا نہ ہوا جو اِجمال میں نہ تھا۔

اسی طرح مَاجَآءَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تصدیق جب اِجمالاً ہوگئی تو ہر ایک آیت سُننے کے وقت اسی تصدیقِ اِجمالی کا ظہور ہوگا کوئی تصدیق ایسی پیدا نہ ہوگی جو اس اِجمال سے خارج ہو کیوں کہ ہر آیت مَاجَآءَ بِہٖ کے افراد سے ہے جس کی تصدیق پہلے ہوچکی ہاں تفصیل کے وقت ایک نئی بات یہ ہوتی ہے کہ عِلم اس آیت کے مضمون کا حاصِل ہوتا ہے جو اِجمال کے وقت نہ تھا۔ مثلاً بعد تصدیق مَاجَآءَ بِہٖ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سُنا تو اس واقعہ کا عِلم نیا حاصِل ہوا اور یہ بات دوسری ہے۔

سوائے اس کے اور دلائل وتوجیہات امام صاحب کے مذہب کے کُتُب مُطوّلہ میں مذکور ہیں مگر یہاں دیکھنا چاہئے کہ امام صاحِب نے اس مسئلہ میں جو اس قدر تشدُّد کیا ہے اُس کا منشا کیا ہے اور

کتاب وسنت بھی اس کی مساعِد ہیں یا نہیں؟ یہ بات ظاہر ہے کہ مدار و مناط اِقرار و عمل کا صرف تصدیق قلبی ہے یعنی جب تک تصدیق نہ ہو عِندَ اللہ نہ اقرار مفید ہے نہ عمل۔ کَمَاقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَاھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ۔

(ترجمہ: اور کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور روزِ قیامت پر حالاں کہ وہ مومن نہیں)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِی الْکُفَّارِ: اُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ۔

(ترجمہ: یہ وہ (بدنصیب) ہیں ضائع ہوگئے جن کے تمام اعمال۔)

اگر چہ یہ بھی مُسلم ہے کہ صرف تصدیق باوجود مخالفت و انکار کے مُفید نہیں جیسے بعض کُفار خدائے تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق تو کرتے ہیں مگر اِمتثال سے انکار کرتے ہیں۔ لیکن کلام اس میں ہے کہ تصدیق کے ساتھ اِنقیاد ہو تو ضرور مدار اِقرار و عمل کا تصدیق پر ہوگا اور مدار تصدیق کا واقع میں نہ اِقرار پر ہوگا نہ عمل پر، گویا باعتبار اِستدلال کے معاملہ بالعکس ہے، پس معلوم ہوا کہ عُمدہ اور اصل شے دین میں تصدیق قلبی ہے اور سوائے اُس کے دوسری اشیاء شروط ہوں گی یا لوازِم وفروع۔ پس ضرور ہوا کہ جہاں تک ہو سکے کمال درجہ کا اہتمام اصلِ ایمان یعنی تصدیق میں کیا جائے تاکہ کوئی شخص اُس میں مُساہلت اور سہل انکاری نہ کرے۔ اس لئے امام صاحب نے فرمایا کہ ایمان کُل کا یکساں ہے کچھ زیادتی نہیں۔ اور اس قسم کا تشدُّد فتوٰی میں بلحاظ مصلحتِ خاص ماثور بھی ہے۔

کَمَا وَرَدَ فِی الْخَبَرِ قَالَ شَقِیْقُ بْنُ سَلَمَۃَ کُنْتُ جَالِسًا بَیْنَ عَبْدِاللّٰہِ وَ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰی یَااَبَاعَبْدِالرَّحْمٰنِ اَرَاَیْتَ لَوْاَنَّ رَجُلًا اَجْنَبَ فَلَمْ یَجِدِ الْمَاءَ شَھْرًا اَمَاکَانَ یَتَیَمَّمُ فَقَالَ لَاوَاِنْ لَّمْ یَجِدِ الْمَاءَ شَھْرًا فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰی فَکَیْفَ تَصْنَعُوْنَ بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ الَّتِیْ فِیْ سُوْرَۃِ الْمَائِدَۃِ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَقَالَ لَوْرُخِّصَ لَھُمْ فِیْ ھٰذَا لَاَوْشَکُوْا اِذَابَرَدَ عَلَیْھِمُ الْمَاءُ اَنْ یَّتَیَمَّمُوْا بِالصَّعِیْدِ۔ الحدیث رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ، وَاَبُوْدَاوٗدَ وَاللَّفْظُ لَہٗ۔

مہ: شقیق کہتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
ریچ میں، پس کہا حضرت ابوموسیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ اے اباعبدالرحمٰن! جب
ئی جب ہو اور پانی نہ پائے تو کیا تیمّم نہ کرے؟ کہا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ ہاں نہ
ے اگر چہ مہینہ بھر پانی نہ پائے۔ کہا حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کرو گے تم اس آیت میں
سُوْرَۃُ الْمَائِدَہ میں ہے فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (یعنی نہ پاؤ تم پانی تو پاکیزہ مٹی کا
صد کرو) پس کہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگر رخصت تیمّم کی دی جائے تو یہ
بت پہنچ جائے گی کہ پانی سرد ہوتے ہی لوگ مٹی سے تیمّم کرنے لگ جائیں گے۔ انتھی

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ شخص ہیں کہ جن کی ثقاہت کو جملہ صحابہ کرام
ضی اللہ تعالیٰ عنہم تسلیم کرتے تھے اور فضائل میں اُن کے کئی احادیث وارد ہیں جس میں ایک یہ ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُسْتَخْلِفًا أَحَدًا مِّنْ غَيْرِ مَشْوَرَةٍ لَّاسْتَخْلَفْتُ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ۔ رَوَاهُ
ابْنُ مَاجَةَ فِيْ بَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ
اگر میں کسی کو بغیر مشورت کے خلیفہ بناتا تو ابنِ اُمِ عبد کو یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو
خلیفہ بناتا۔ انتھی

الغرض جب تک تصدیقِ قلبی پورے طور پر نہ ہو ایمان کا وجود ہی نہیں ہوتا تا ہر مومن تردُّدات
اور شکوک کو دل سے دور کرے۔ برخلاف اُس کے کمی و زیادتیٔ ایمان کی صورت میں یہ گنجائش مل سکتی ہے
کہ مُؤْمَنٌ بِہٖ میں اگر چہ شک ہو ایمان تصوّر کر لے اور کہے: کہ وجود ایمان کا تو ہو گیا کامل نہیں ناقص
ہی سہی حالاں کہ یہ ایمان ہی نہیں کیوں کہ شک تو کیا ظن بھی ایمان نہیں ہو سکتا۔

كَمَافِي الْبُخَارِيّ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَلْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ۔

(ترجمہ: جیسا کہ بخاری شریف میں ہے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یقین ہی پورا ایمان ہے۔)

اور کل محدثین کے نزدیک بھی یہی ہے کہ ایمان میں تصدیق قلبی ضرور چاہئے۔

الحاصل مقصود امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ہے کہ بغیر تصدیق قلبی کے ایمان مُتَحَقَّق نہیں ہوتا اور یہی تصدیق و یقین ایمانِ ملائکہ وغیرہم کا ہے۔ رہی یہ بات کہ مراتب یقین کے متفاوت ہیں سو یہ امرِ آخر ہے کلام نفسِ یقین میں ہے۔ اسی وجہ سے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ یہ نزاع لفظی ہے جن کے نزدیک ایمان نفسِ تصدیق کا نام ہے قائل زیادت ونقصان کے نہیں اور جن کے نزدیک اَعمال داخلِ ایمان ہیں زائد وناقص ہوگا۔ کَمَامَرَّ آنِفًا۔

اس تقریر پر وہ اعتراض صاحِبِ مواقف کا کہ نفسِ کیفیتِ تصدیق کم وزیادہ ہوتی ہے دفع ہوگیا کیوں کہ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ منشا اس اختلاف کا اختلافِ تعریفِ ایمان ہے۔ اور یہ بات ظاہر بھی ہے اس لئے کہ خود محدِّثین تعریفِ ایمان میں اقرار وعمل کو ظاہراً داخل کیا کرتے ہیں، ہاں اگر محدِّثین تعریفِ ایمان میں مثل امام صاحب کے صرف تصدیق کو ایمان کہتے تو اعتراضِ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر وارِد ہوتا۔

الحاصل مقصود امام صاحِب کا یہی ہے کہ ہر آدمی وہ تصدیقِ واقعی حاصِل کرے جس کے ساتھ کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو پھر اگر اس سے زیادہ کوئی درجہ پایا جائے تو اُس کو اطمینان کہیں گے۔

كَمَاقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ۔

ترجمہ: اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اے رب میرے دکھا مجھ کو کہ کیسے زندہ کرتا ہے تو مُردہ کو؟ فرمایا حق تعالیٰ نے کیا ایمان نہیں لائے تم؟ کہا کیوں نہیں یعنی ایمان تو لایا لیکن غرض یہ ہے کہ دل میرا مطمئن ہو جائے۔ انتھٰی

پس معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد ایک درجہ اس سے بڑھ کر ہے جس کو اطمینان کہتے ہیں البتہ اُس میں عام مومنین کو حصہ نہیں ہے۔ اسی طرح خواص کو ایک اور خصوصیت حاصل ہے جو عمل سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ منشا عمل کا وہاں نفسِ ایمان ہوا کرتا ہے جس میں کسی غرضِ نفسانی کو دخل نہیں اور یہ بات عامیوں میں کمیاب ہے۔ تفصیل اس اِجمال کی یہ ہے کہ ایمان تو وہی تصدیق خاص ہے جس کا متعلق توحید و رسالت، وَمَا جَآءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے مگر اُس کے مقارِن کیفیتِ عملی ہوگی خواہ وہ عمل دل سے متعلق ہو جیسے: رضا، و تسلیم، و توکل وغیرہ خواہ جوارح سے مثل نماز، روزہ وغیرہ۔ اس لئے کہ منشا ہر عمل کا دل ہوتا ہے پھر اگر وہ منشا درست ہے تو عمل جو اُس پر متفرع ہے درست ہوگا ورنہ قابل قبولیت کے نہ ہوگا۔

كَمَا فِي الْحَدِيثِ: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى الدُّنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَّتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ كَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں معتبر ہوتے عمل مگر ساتھ نیتوں کے اور نہیں ہے واسطے کسی کے مگر وہ چیز کہ نیت کی، پس جو شخص کہ ہووے ہجرت اُس کی طرف اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کے کے پس ہجرت

اُس کی طرف اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہے۔ اور جو شخص کے ہجرت اُس کی طرف دنیا کے کہ پہنچے اُس کو یا طرف عورت کے کہ نکاح کرے اُس سے پس ہجرت اُس کی طرف اُس چیز کے ہے کہ ہجرت کی طرف اُس کے۔ روایت کی یہ بخاری و مسلم نے۔ انتھی

اسی وجہ سے جن اعمال کا منشاء ریا و سمعہ وغیرہ اغراضِ نفسانی ہوں مردود ہیں۔ کَمَا وَرَدَ فِی الْاَحَادِیْثِ الْکَثِیْرَۃِ۔ پھر اگر منشاءِ عمل صرف ایمان ہو تو ایک نورانیت دل میں پیدا ہوتی ہے یا یوں کہئے کہ اس نورانیت کی وجہ سے اعمالِ صالحہ پیدا ہوتے ہیں۔

الحاصل منشاءِ اعمالِ صالحہ کے ساتھ ایک نورانیت دل میں ہوتی ہے جس کی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ۔

ترجمہ: جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے سو وہ نور میں ہے اپنے رب کی طرف سے۔

اگر یہاں اسلام بمعنی اِنْقِیادِ ظاہری ہو جو مقابلِ ایمان ہے تو ظاہر ہے کہ رُتبہ نورانیت کا بعد ایمان کے ہوگا اور اگر مطلق اِنْقِیاد مراد ہو جس میں ایمان بھی شریک ہے جب بھی نورانیت مقارنِ ایمان ہوگی نہ عینِ ایمان اس لئے کہ ایمان ظاہر امرِ کسبی ہے جس کے سب مامور ہیں اور نورانیت امرِ وَہبی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے:

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ مَنْ نَوَّرَ اللّٰہُ الْاِیْمَانَ فِیْ قَلْبِہٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِیْ ھِنْدٍ۔ الحدیث۔ رَوَاہُ الدَّارِقطنی فِیْ سُنَنِہٖ الْمُسَمّٰی بِالْمُجْتَبٰی فِیْ سُنَنِ الْمُصْطَفٰی۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس کو خوش آئے یہ کہ دیکھے طرف اُس شخص کے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو نورانی کیا تو چاہئے کہ دیکھے ابو ہند کو۔ انتھی

اب یہاں نظرِ تفصیلی میں کئی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ ایک نفسِ ایمان دوسری نورانیت

تیسری نیّت جومنشاءِ عمل اور مدار صلاحیت وعدمِ صلاحیتِ عمل ہے بحسب حدیث شریف اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے۔ چوتھا عمل مگر جب عمل نفسِ ایمان ہو تو اُن مراتب میں تقدیم وتاخیر ہو جائے گی اس لئے کہ ایمان لانے کے وقت نیّت ایمان پر بھی مقدّم ہوگی۔ سوائے اس ایک صورت کے سب صورتوں میں رُتبہ ایمان کا نیّت پر مقدّم ہوگا۔ پھر اگر عمل فعلِ جوارح سے ہو تو خود بنفسہ ممتاز ہے اور اگر فعل قلب سے ہو تو اِن سب اُمور ومدارج کا وجود دل میں ہوگا اگرچہ اِجتماع اُن کا محلِ واحد میں ہے مگر باہم فی نفسہٖ ممتاز ہیں اور باوجود امتیاز کے اِرتباط وتعلّق ہر ایک کا دوسرے سے کُچھ ایسے طور پر ہے کہ گویا باہم شیر وشکر ہیں، پس اس مقارنت کی وجہ سے اطلاق ایک دوسرے پر ہوسکتا ہے جیسا کہ بجائے سَالَ الْمَاءُ کے سَالَ الْمِیْزَابُ کہتے ہیں۔ کَمَا هُوَ مُصَرَّحٌ فِی الْمَعَانِی

پس زنا وسرِقہ کے وقت ایمان کا جدا ہونا جو اس حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَازَنَی الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِیْمَانُ فَکَانَ فَوْقَ رَأْسِهٖ کَالظُّلَّةِ فَاِذَاخَرَجَ مِنْ ذَالِكَ الْعَمَلِ عَادَ اِلَیْهِ الْاِیْمَانُ۔ رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ۔

(ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے اور وہ سائبان کی طرح اس کے سر پر ہو جاتا ہے جب بندہ اس کام سے باہر آجاتا ہے ایمان اس کی طرف لوٹ جاتا ہے۔)

اِس کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نورانیّت جو مقارنِ ایمان ہے جدا ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ بظاہر اُس فعل کے وقت اصلِ ایمان یعنی تصدیق سے اُس شخص کو کُچھ تعرّض نہیں ہوتا بلکہ منشا اُس کا ایک غرضِ نفسانی ہوتی ہے۔ پھر جب تصدیق سے اُس کو کُچھ تعرّض نہ ہو تو ایمان کا زائل ہونا اس حدیث شریف سے ثابت ہے جس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

كَمَافِی كَنزِالعُمَّالِ عَنْ أَبِی سَعِیْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یَّخْرُجَ أَحَدُکُمْ مِّنَ الْاِیْمَانِ اِلَّا بِجُحُوْدِ مَادَخَلَ فِیْہِ۔طس

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ ہرگز نہ نکلے گا کوئی تم میں کا ایمان سے مگر بہ سبب انکار کرنے اُس چیز کے جو اُس میں داخل ہوئی۔انتہی

یعنی جحود جو منافیٔ ایمان ہے جب تک نہ پایا جائے ایمان نہیں جاتا اور محدثین کے نزدیک بھی یہ بات ہے کہ اس قسم کا کفر جو احادیث میں وارد ہے بنا بر تغلیظ ہے یعنی حقیقی نہیں جو ضدِ ایمان ہے۔جیسا کہ امام ترمذی نے اس حدیث شریف کے تحت میں لکھا ہے:

مَنْ أَتٰی حَائِضًا أَوِ امْرَأَۃً فِیْ دُبُرِھَا أَوْ کَاھِنًا فَقَدْ کَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔اِنْتَھٰی۔وَاِنَّمَاھٰذَاعِنْدَ أَھْلِ الْعِلْمِ عَلَی التَّغْلِیْظِ۔

(ترجمہ: جس نے حیض والی عورت سے جماع کیا یا عورت سے پاخانہ کی راہ سے وطی کی یا کسی فال بتانے والے کے پاس آیا اس نے اِن تعلیمات سے کفر کیا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں۔ اہلِ علم کے نزدیک یہ انداز صرف سختی سے تہدید پر محمول ہیں۔)

اور امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامع کے باب لَایَزْنِیْ الزَّانِیْ ھُوَ مُؤْمِنٌ میں لکھا ہے۔

وَھٰذَا قَوْلُ أَھْلِ الْعِلْمِ لَانَعْلَمُ أَحَدًا کَفَّرَ أَحَدًا بِالزِّنَاوَالسَّرِقَۃِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَقَالَ صَاحِبُ الْمَوَاقِفِ: وَمِنْ وُّجُوْہِ الْمُعْتَزِلَۃِ: نَحْوُ قَوْلِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَایَزْنِی الزَّانِیْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ ، وَّلَااِیْمَانَ لِمَنْ لَّاأَمَانَۃَ لَہٗ، قُلْنَا مُبَالَغَۃٌ ثُمَّ اِنَّھَا مُعَارِضَۃٌ بِالْاَحَادِیْثِ الدَّالَّۃِ عَلٰی أَنَّہٗ مُؤْمِنٌ وَّأَنَّہٗ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ حَتّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ ذَرٍّ لَّمَّابَالَغَ فِی السُّؤَالِ عَنْہُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ أَنْفِ أَبِیْ ذَرٍّ۔اِنْتَھٰی

(ترجمہ: یہ اہلِ علم کا ارشاد ہے ہمیں معلوم نہیں کہ کسی عالم نے کسی شخص کو زنا، چوری اور شراب نوشی کے باعث کافر قرار دیا ہو۔ صاحب مواقف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ معتزلہ کے مذہب کے ماخذ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے درج ذیل ارشاد ہیں: زنا کرنے والا زنا کے ارتکاب کے وقت مومن نہیں ہوتا۔ جو امانت دار نہیں وہ مومن نہیں۔ ہم کہتے ہیں یہ ارشادات ان احادیث کے معارض ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ یہ لوگ اہلِ ایمان ہیں اور جنت میں داخل ہوں گے حتّٰی کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب حضرت ابوذر غفّاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال میں مبالغہ کرتے ہوئے عرض کی ''اگرچہ وہ زنا کرے اور اگرچہ وہ چوری کرے'' اُن کو جنتی قرار دیا اور فرمایا اگرچہ ابوذر کو یہ امر ناپسند معلوم ہوتا ہو۔)

پس معلوم ہوا کہ حدیثِ زنا و سَرِقہ وغیرہ میں اطلاق ایمان کا اصل ایمان پر نہیں بلکہ نورانیّت پر ہے اسی طرح اِطلاق ایمان کا منشاءِ عمل پر اُس حدیث شریف میں معلوم ہوتا ہے جو بابِ شفاعت میں وارِد ہے کہ جَوْ برابر ایمان اور حَبّہ برابر ایمان۔ اس لئے کہ بخاری شریف میں بجائے لفظِ ایمان کے لفظِ خیر کی روایت ہے جیسا کہ قریب نقل کی جائے گی تو چاہیے کہ ایمان سے بھی مراد خیر ہو نہ یہ کہ خیر سے مراد یہاں ایمان ہے جیسا کہ ابنِ تیمیہ نے کتاب شرح الایمان میں لکھا ہے اس لئے کہ حدیثِ صحیح میں وارِد ہے جس کو بخاری اور مُسلِم نے روایت کیا ہے:

''کہ قیامت میں حکم ہوگا شفاعت کرنے والوں کو کہ جس کے دل میں دینار یا نصف دینار یا ذرّہ برابر خیر ہو اُس کو دوزخ سے نکال لو، پس نکال لیں گے وہ اس قسم کے سب لوگوں کو پھر عرض کریں گے: رَبَّنَا لَمْ نَذِرْ فِیْهِ خَیْرًا۔ یعنی ''کوئی خیر ہم نے دوزخ میں نہیں چھوڑی یعنی سب اہلِ خیر کو نکال لیا'']۔ پس ارشاد ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام وغیرہ شفاعت کر چکے اور باقی نہ رہا کوئی سوائے ارحم الراحمین کے پس نکال لے گا حق تعالیٰ ایک قبضہ جس میں نکل آئیں گے وہ لوگ جنہوں نے کبھی نیک کام نہیں کیا تھا۔''

اور وہ حدیث شریف یہ ہے:

فَیَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَّجَدْتُّمْ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ دِیْنَارٍ مِّنْ خَیْرٍ فَأَخْرِجُوْهُ فَیُخْرِجُوْنَ خَلْقًا کَثِیْرًا۔ ثُمَّ یَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَّجَدْتُّمْ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ نِصْفِ دِیْنَارٍ مِّنْ خَیْرٍ فَأَخْرِجُوْهُ فَیُخْرِجُوْنَ خَلْقًا کَثِیْرًا۔ ثُمَّ یَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَّجَدْتُّمْ فِیْ قَلْبِهٖ ذَرَّةً مِّنْ خَیْرٍ فَأَخْرِجُوْهُ فَیُخْرِجُوْنَ خَلْقًا کَثِیْرًا ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِیْهَا خَیْرًا فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی شَفَعَتِ الْمَلٰئِکَةُ وَشَفَعَ النَّبِیُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ یَبْقَ اِلَّا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ فَیَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ فَیُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَّمْ یَعْمَلُوْا خَیْرًا قَطُّ۔ الحدیث رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ بطوله کَذَا فِی الْمِشْکٰوةِ۔

(ترجمہ: تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا واپس جاؤ جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھلائی پاؤ اسے نکال لو تو بہت سے لوگوں کو نکال لیں گے، پھر فرمائے گا لوٹ کر جاؤ جس کے دل میں نصف دینار وزن کے برابر نیکی پاؤ اس کو نکال لاؤ وہ بہت سے لوگوں کو نکال لیں گے، پھر وہ فرمائے گا واپس جاؤ جس کے دل میں ذرہ برابر نیکی پاؤ اسے نکال لو، تو وہ بہت سی مخلوق کو نکال لیں گے، پھر وہ عرض کریں گے اے اللہ! ہم نے دوزخ میں کوئی نیکی رہنے نہیں دی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتوں نے شفاعت کرلی، اہلِ ایمان نے شفارش کرلی، أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن کے بغیر کوئی باقی نہیں رہا پھر وہ دوزخ میں سے ایک مٹھی بھرے گا تو اُن لوگوں کو نکال لے گا جنہوں نے کبھی کوئی نیکی نہ کی تھی۔ اس حدیث شریف کو مکمل طور پر بخاری اور مسلم نے روایت کیا مِشْکٰوةُ الْمَصَابِیْح میں ایسے ہی ہے۔)

تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث گویا تفسیر ہے اُس حدیث شریف کی جس میں لفظ شَعِیْرَةٌ مِّنْ اِیْمَانٍ وَحَبَّةٌ مِّنْ اِیْمَانٍ وارد ہے۔ اور یہ حدیث شریف بھی اُس کی مؤید ہے:

فَأَقُوْلُ (أَیِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) یَارَبِّ ائْذَنْ لِّیْ فِیْ مَنْ قَالَ

لَااِلٰـہَ اِلَّااللّٰـہُ ، قَـالَ لَیـسَ لَکَ ذٰلِکَ وَلٰـکِنْ وَعِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ وَ کِبْرِیَائِیْ وَعَظَمَتِیْ لَاُخْرِجَنَّ مِنْھَا مَنْ قَالَ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ کَذَا فِی الْمِشْکٰوۃِ۔

(ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں کہوں گا اے رب! جس نے لَااِلٰـہَ اِلَّااللّٰـہُ کہا اُس کے حق میں مجھے شفاعت کا اذن عطاء فرما، اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ کام تمہارا نہیں لیکن مجھے میری عزت، جلال اور کبریائی کی قسم جس نے لَااِلٰـہَ اِلَّااللّٰـہُ کہا اسے میں ضرور نکال لوں گا۔ اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا مشکوۃ شریف میں اسی طرح ہے۔)

الحاصل جملہ شفاعت کرنے والوں کی شفاعت اُن لوگوں کو ہوگی جن میں کسی قدر منشاءِ عمل پایا جائے اگرچہ ذرہ برابر ہو اور حق تعالیٰ جن کو خود نکالے گا اُن میں سوائے ایمان کے کسی قدر بھی منشاءِ عمل کا نہ ہوگا۔ اگر کہا جائے گا کہ شاید وہ لوگ اہلِ فترت سے ہوں گے؟ تو یہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اُن کا اہلِ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ ہونا ثابت نہیں۔

اور سوائے اس کے حدیث شریف میں وارِد ہے کہ: جب وہ عذر کریں گے تو ایک رسول بھیجا جائے گا جس کی اِمتثال سے جنت میں اور عدمِ امتثال سے دوزخ میں جائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں وارِد ہے جس کو امام احمد اور ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے روایت کیا ہے اسود بن سریع اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:

قَـالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَمَّاالَّذِیْ مَاتَ فِی الْفَتْرَۃِ فَیَقُـوْلُ مَااَتَانِیْ لَکَ رَسُوْلٌ فَیَاْخُذُ مَوَاثِیْقَھُمْ لَیُطِیْعُوْہُ فَیُرْسِلُ اِلَیْھِمْ اَنِ ادْخُلُوا النَّارَ فَـمَنْ دَخَلَھَـا کَـانَتْ عَلَیْہِ بَرْدَۃً وَّسَلَامًا وَّمَنْ لَّمْ یَدْخُلْھَا سُحِبَ اِلَیْھَا۔ حم۔ ت الحدیث۔ کَذَافِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔

(ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کا ارشاد ہے جو زمانۂ فترت میں مریں گے وہ عرض کریں گے ہمارے پاس کوئی پیغمبر نہ آیا کہ وہ ان سے پختہ وعدہ لیتے کہ وہ اطاعت کریں گے، اس پر اللہ تعالیٰ اُن کی طرف پیغام بھیجے گا کہ دوزخ میں داخل ہو جاؤ جو اُس میں داخل ہو جائیں گے دوزخ اُن کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی اور جو اُس میں داخل نہ ہوگا اُسے گھسیٹ کر دوزخ کی طرف لایا جائے گا۔ مُسند احمد، ترمذی، کنز العُمّال میں اسی طرح ہے۔)

پس معلوم ہوا کہ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ اِیْمَانٍ میں ایمان سے مراد منشاءِ عمل ہے جو کم زیادہ ہوتا ہے نہ ایمان بمعنی تصدیق۔ اور یہاں اطلاق عمل پر اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ تصریح فَمَنْ وَّجَدْتُّمْ فِیْ قَلْبِهٖ کی ہر جائے پر اس معنی سے آیا کرتی ہے اسی طرح اطلاق ایمان کا قول و عمل پر اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے اور کنز العُمّال میں ہے:

اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ۔

(ترجمہ: ایمان قول اور عمل ہے۔)

اور جو ابنِ ماجہ میں ہے:

عَنْ عَلِیٍّ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ۔

(ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایمان دل کے ساتھ پہچاننے، زبان سے اِقرار کرنے اور اَعضاء کے ساتھ عمل کرنے کا نام ہے۔)

اس لئے کہ خود حدیث شریف سے ایمان و عمل میں مغایرت ثابت ہے۔

کَمَا فِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ وَالْعَمَلُ شَرِیْکَانِ فِیْ قَرْنٍ لَّا یَقْبَلُ اللّٰهُ اَحَدَهُمَا اِلَّا بِصَاحِبِهٖ۔

(ترجمہ: جیسا کہ کنز العمال میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ایمان اور عمل چوئی میں دونوں شریک ہیں اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے ساتھی کے بغیر قبول نہیں فرماتا۔)

اب رہی وہ حدیث شریف جس میں صراحۃً اَلْاِیْـمَـانُ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ وارِد ہے تو اُس میں بھی زیادتی ونقصان کا رجوع اسی کیفیتِ عملی کی طرف معلوم ہوتا ہے جیسا اوپر گزرا کیوں کہ حدیث شریف میں مصرّح ہے:

اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ۔

(ترجمہ: ایمان قول اور عمل کو کہتے ہیں یہ بڑھتا ہے اور کم ہوتا ہے۔)

جب ایمان مجموعِ قول وعمل سے تعبیر کیا گیا تو زیادتی بھی راجع مجموع کی طرف ہوگی۔

الحاصل امام صاحب انہیں وجوہات سے کہتے ہیں کہ: کمی زیادتی نفسِ ایمان میں نہیں بلکہ مقارناتِ ایمان میں ہے پھر جس میں مقارناتِ ایمانیہ علیٰ وجہ الکمال پائیں جائیں وہ شخص کاملُ الایمان اور مِن جملہ خواص کے ہوگا اور عامی برخلاف اُس کے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف عمل سے کچھ نہیں ہوتا جب تک مقارناتِ ایمانیہ مُعْتَدٌ بِھَا نہ ہوں چنانچہ حدیث شریف میں وارِد ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقْسِمُ قَسْمًا اِذَاَتَاہُ ذُوالْخُوَیْصِرَۃِ وَھُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَقَالَ اعْدِلْ فَقَالَ وَیْلَكَ وَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَالَمْ اَعْدِلْ قَدْخِبْتَ وَخَسِرْتَ اِنْ لَّمْ اَکُنْ اَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْكَ وَسَلَّمَ ائْذَنْ لِّیْ فِیْہِ فَاَضْرِبُ عُنُقَہٗ، فَقَالَ: دَعْہُ فَاِنَّ لَہٗ اَصْحَابًا یَّحْقِرُ اَحَدُکُمْ صَلَاتَہٗ مَعَ صَلَاتِھِمْ

وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَايُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔ الحديث۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک روز آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ مال تقسیم فرمارہے تھے کہ آیا ایک شخص قبیلہ بنی تمیم کا اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم عدل کیجئے۔ فرمایا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خرابی ہو تیری کون عدل کرے گا جب میں عدل نہ کروں؟ تو محروم و بے نصیب ہو جائے گا اور نقصان پائے گا۔ تو عرض کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم حکم دیجئے کہ گردن ماروں میں اُس کی، فرمایا چھوڑ دو اُس کو اُس کے ساتھ والے ایسے لوگ ہیں کہ حقیر سمجھو گے تم لوگ اپنی نماز کو اُن کی نماز کے مقابلہ میں اور روزوں کو اپنے اُن کے روزوں کے مقابلہ میں، پڑھتے ہیں وہ لوگ قرآن مگر حلق سے اُن کے تجاوز نہیں کرتا اور بھاگتے ہیں دین سے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، روایت کیا اُس کو بخاری نے۔ انتہی

اب اس عمل کو دیکھئے کہ کس درجہ کا ہوگا جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل اُن کے مقابلہ میں حقیر معلوم ہو۔ پھر آخر کیا ہوا وہاں تو دین ہی کا ٹھکانا نہیں یہ تو ایسا ہوا جیسا کسی شخص کا قول ہے:

پیرِ ماهمه دارد وایمان ندارد۔

(ترجمہ: ہمارا پیر سب کچھ رکھتا ہے لیکن ایمان نہیں رکھتا)۔

خلاصہ یہ ہے کہ صرف عمل مفید نہیں جب تک مقارناتِ ایمان جو متعلق عمل ہیں درست نہ ہوں اور قریب قریب اسی تقریر کے ہے وہ جو ابنِ بطال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح بخاری شریف میں نقل کیا ہے:

قَالَ قَالَ الْمهلب: الذَّرَّةُ أَقَلُّ الْاَشْيَاءِ الْمَوْزُوْنَاتِ وَهِيَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَلتَّصْدِيْقُ الَّذِيْ لَايَجُوْزُ أَنْ يَّدْخُلَهُ النَّقْصُ وَمَافِي الْبرةِ وَالشَّعِيْرَةِ مِنَ الزِّيَادَةِ فَاِنَّمَا هِيَ زِيَادَةٌ مِّنَ الْاَعْمَالِ يَكْمُلُ التَّصْدِيْقُ بِهَا وَلَيْسَتْ زِيَادَةٌ فِي التَّصْدِيْقِ بِمَاقَدَّمْنَاهُ أَنَّهُ لَايَنْقُصُ التَّصْدِيْقُ۔ فَاِنْ قِيْلَ فَاِنَّهُ لَمَّا أَضَافَ هٰذِهِ الْاَجْزَاءَ الَّتِيْ فِي الشَّعِيْرَةِ

لْبرة الزَّائِدَةِ عَلَی الْذَرَّةِ اِلَی الْقَلْبِ دَلَّتْ اَنَّھا زِیادَةٌ مِّنَ التَّصْدِیْقِ لَامِنَ الْاَعْمَالِ۔
الْجَوَابُ اَنَّہٗ لَمَّا کَانَ الْاِیْمَانُ التَّامُ اِنَّمَاھُوَ قَوْلٌ وَّ عَمَلٌ وَالْعَمَلُ لَایَکُوْنُ اِلَّا بِنِیَّۃِ
اِخْلَاصِ مِّنَ الْقَلْبِ جَازَ اَنْ یُّنْسَبُ الْعَمَلُ اِلَی الْقَلْبِ اِذَاتَمَامُہٗ بِتَصْدِیْقِ الْقَلْبِ
قَدْعُبِّرَ عَنْ ھٰذَا لِاَجْزَاءٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ مَرَّۃً بِالْخَیْرِ وَمَرَّۃً بِالْاِیْمَانِ وَکُلُّ ذٰلِکَ سَائِغٌ
اسِعٌ۔ وَقَوْلُہٗ یُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَدُلُّ اَنَّ مَاذَکَرَ بَعْدَھَا مِنَ الذَّرَّۃِ
الْبرۃ وَالشَّعِیْرَۃِ ھِیَ مِنَ الْاَعْمَالِ وَالطَّاعَاتِ۔اِذِ الْاُمَّۃُ مُجْتَمِعَۃٌ عَلٰی اَنَّ قَوْلَ لَااِلٰہَ
لَا اللّٰہُ ھُوَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانِ۔ وَالتَّصْدِیْقُ الَّذِیْ شُبِّہَ بِالذَّرَّۃِ عَمَلُ الْقَلْبِ ایضًا۔انتھی

ترجمہ: علامہ مہلب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ذرہ وزن کی گئی چیزوں میں سب سے کم تر ہے اور یہ
دیث میں تصدیق ہے جس میں نقص کا دخل نہیں، گندم اور جو کے دانے میں جو زیادتی ہے وہ صرف
عمال میں زیادتی ہے جن سے تصدیق کی تکمیل ہوتی ہے، یہ تصدیق میں زیادتی نہیں کیوں کہ ہم پہلے
ذکر کر چکے کہ تصدیق میں کمی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی پوچھے کہ جب اُس نے ذرہ سے زائد گندم اور جو کے
انے میں موجود اجزاء کی قلب کی طرف نسبت کی تو اس امر نے دلالت کی کہ یہ تصدیق کی زیادتی ہے نہ
کہ اَعمال کی۔ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ کامل ایمان قول اور عمل ہے اور عمل دل کی نیت اور اخلاص کے
غیر نہیں ہوتا تو جائز ہے کہ عمل کو دل کی طرف منسوب کیا جائے کیوں کہ اس کا کامل ہونا دل کی تصدیق
کے ساتھ ہوتا ہے، اور ایمان کے ان اجزاء کو کبھی خیر سے تعبیر کیا گیا اور کبھی ایمان کے ساتھ۔ یہ سب
گوارہ ہیں اور ان کی گنجائش موجود ہے، اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کہ ''جس نے
لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا اسے دوزخ سے نکال لیا جائے گا'' دلالت کرتا ہے کہ اس کے بعد ذرہ، گندم اور جو
کے دانے سے مراد اَعمال اور عبادات ہیں کیوں کہ اُمّت کا اس امر پر اِجماع ہے کہ واضح ایمان
لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا ہی ہے اور تصدیق جس کو ذرہ سے مشابہت دی وہ بھی قلب ہی کا عمل ہے۔)

صَلُّوا سے وجوب ثابت ہے

فائدہ مواہبُ اللّدُنیّہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم نے اختلاف کیا ہے کہ امر صَلُّوا عَلَیہِ وجوب کے واسطے ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو درود شریف مثل کلمۂ شہادت کے عمر بھر میں ایک بار پڑھنا فرض ہے یا خاص خاص اوقات میں مثل نماز وغیرہ کے یا عموماً جمیع اوقات میں بقدرِ امکان؟

لیکن تفسیرِ احمدی میں لکھا ہے کہ نفسِ وجوبِ صلوٰۃ میں کسی کو خلاف نہیں بلکہ صرف اوقات میں اختلاف ہے:

کَمَا قَالَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَاجِبَۃٌ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی "اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ۔الآیۃ۔ وَھٰذِہِ الاٰیَۃُ الَّتِیْ تَدُلُّ عَلٰی وُجُوْبِ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ لِاَنَّہٗ لَا خِلَافَ لِلْعُلَمَاءِ فِیْ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ لِلْوُجُوْبِ۔ وَاِنَّمَا الْخِلَافُ فِیْ اَوْقَاتِہٖ۔

(ترجمہ: جیسا کہ اُنہوں نے کہا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک بھیجنا واجب ہے کیوں کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ الخ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا واجب ہے۔ اس بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ امر وجوب کے لئے ہے اختلاف اس کے اوقات میں ہے۔)

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء شریف میں لکھا ہے:

اِعْلَمْ اَنَّ الصَّلٰوۃَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَرْضٌ عَلَی الْجُمْلَۃِ غَیْرُ مَحْدُوْدٍ بِوَقْتٍ لِاَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِالصَّلٰوۃِ وَحَمَلَ الْاَئِمَّۃُ وَالْعُلَمَاءُ لَہٗ عَلَی الْوُجُوْبِ وَاَجْمَعُوْا عَلَیْہِ۔ وَحَکٰی اَبُوْجعفرَ الطَّبَرِیُّ اَنَّ محملَ الْاٰیَۃِ عِنْدَہٗ

عَلَى النُّدُبِ وَادَّعٰی فِیْہِ الْاِجْمَاعَ وَلَعَلَّہٗ فِیْمَازَادَ عَلٰی مَرَّۃٍ۔

(ترجمہ: جان رکھو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک بھیجنا تمام پر فرض ہے یہ حکم کسی وقت کے ساتھ محدود نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے درود پاک کا حکم دیا ہے۔ علماء نے اس حکم کو وجوب پر محمول فرمایا ہے اور اس پر اجماع کرلیا ہے۔ امام ابوجعفر طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا کہ ان کے نزدیک آیت اِستحباب پر محمول ہے اُنہوں نے اس سلسلہ میں اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے لیکن شاید اس سے مراد وہ درودِ پاک ہے جو ایک بار سے زیادہ پڑھا جائے۔)

ظاہراً وجوب ہی کی دلیل ٹھیک معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ صَلُّوْا اور سَلِّمُوْا صیغے امر کے ہیں اور اُصولِ فقہ میں بدلائلِ عقلیہ ونقلیہ ثابت ہے کہ امر خاص وجوب کے واسطے وضع کیا گیا ہے اسی وجہ سے عندالاطلاق اُس سے وجوب ہی سمجھا جاتا ہے نہ اِستِحباب وغیرہ چنانچہ توضیح میں لکھا ہے:

لَمَّا عُلِمَ اَنَّ الْمُطْلَقَ یَنْصَرِفُ اِلَی الْکَامِلِ لَزِمَ اَنَّ الْاَمْرَ الْمُطْلَقَ یَکُوْنُ اَمْرًا کَامِلًا بِاَنْ یَّکُوْنَ لِلْاِیْجَابِ فَاِنَّ الْاَمْرَ الَّذِیْ لِلْاِبَاحَۃِ وَالنُّدُبِ نَاقِصٌ فِیْ کَوْنِہٖ اَمْرًا۔

(ترجمہ: جب معلوم ہو چکا کہ مطلق کو کامل کی طرف پھیرا جائے گا تو لازم ہے کہ مطلق امر کامل امر ہو اس طرح کہ وہ کسی عمل کے واجب کرنے کے لئے ہو کیوں کہ وہ امر جو اِباحت اور نُدب کے لئے آتا ہے وہ اپنے امر ہونے میں ناقص ہے۔)

اور جہاں امر اباحت وغیرہ کے واسطے ہوتا ہے وہاں قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر اس آیہ شریفہ میں قطع نظر صیغہ امر کے اگر قرائن دیکھے جائیں تو قرینے بھی وجوب ہی پر قائم ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ نے قبل امر کے تمہیداً اپنا اور ملائکہ کا ہمیشہ درود بھیجنا ظاہر فرمایا جس سے اعتنا بالشان درود شریف کا کمال درجہ پر ظاہر ہے۔ جب عالمِ علوی میں اس قدر اہتمام ہو تو اُمّت کو بطریق اولیٰ اُس میں مشغولی چاہئے خصوصاً جب امر ہو گیا تو امتثالِ امر کی دوبالا ضرورت ہوگئی یہی قرینۂ وجوب ہوسکتا ہے ورنہ

سیاق وسباق میں مناسبت نہ ہوگی حالاں کہ مناسبت ضرور ہے۔

كَمَافِي التَّوْضِيحِ سِيَاقُ الْآيَةِ لِإِيجَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى اقْتِدَاءَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَابُدَّ مِنِ اتِّحَادِ مَعْنَى الصَّلٰوةِ مِنَ الْجَمِيْعِ لِأَنَّهٗ لَوْقِيْلَ إِنَّ اللّٰهَ يَرْحَمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَلٰئِكَةُ يَسْتَغْفِرُوْنَ يَآاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادْعُوْا لَهٗ كَانَ هٰذَاالْكَلَامُ فِيْ غَايَةِ الرِّكَاكَةِ۔

(ترجمہ: جیسا کہ توضیح میں فرمایا کہ آیت مبارکہ کا سیاق اہلِ ایمان کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کی اقتداء کے وجوب پر دلالت کرتا ہے لہٰذا تمام صورتوں میں صلوۃ کے معنی کا متحد ہونا ضروری ہے کیوں کہ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت نازل فرماتا ہے فرشتے آپ کے لئے اِستغفار کرتے ہیں اور اے اہلِ ایمان! تم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا کیا کرو تو یہ قول بہت ضعیف ہوگا۔)

مقصود اس اِستِدلال سے اسی قدر ہے کہ سیاق وسباق میں مناسبت نہ ہونے سے کلام رکیک ہو جاتا ہے۔ اب رہا یہ کہ جب اِستمرارِ صلوٰۃ ضرور ہو تو اور ضروریاتِ طبعیہ وشرعیہ کیوں کر ادا ہوں؟ سو اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ اوقات ان اُمور کے عقلاً وعادۃً مُستَثنٰی ہیں۔

الحاصل اس آیہ شریفہ میں قرینہ اِستِمرار ومداومت کا بھی موجود ہے پس صَلُّوْا عَلَيْهِ اور اَقِيْمُوْا جیسے نفسِ وجوب میں برابر ہیں اسی طرح اِستِمرار میں برابر ہیں۔ اور جیسے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوقات نماز کے معیّن فرمائے ویسا ہی اوقات درود شریف کے بھی معیّن فرمائے۔ ہاں فرق اتنا ہے کہ تعیُّنِ اوقاتِ نماز بتواتر ثابت ہے۔ اور تعیُّنِ اوقاتِ درود شریف باخبارِ احاد مگر جب تمامی حدیثیں دیکھی جائیں جن میں درود شریف پڑھنے کا امر اور ترغیبیں اور

نہ پڑھنے پر ترھیبیں اور تھدیدیں اوراوقاتِ کثیرہ مختلفہ کی تعیین اورازمان واماکن کی تعیم بتصریح وارِد ہے تو اتنا تو بتواترِ معنوی ضرور ثابت ہوگا کہ درود شریف کی کثرت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منظور ہے اور یہ تواتر ایسا ہوگا جیسے معجزات میں کہا جاتا ہے کہ ہر معجزہ میں اخبارِ احاد وارِد ہیں اور اُن احاد سے نفسِ معجزہ کا ثبوت بتواترِ معنوی ہوتا ہے اس لئے کہ مجموع پر وہ احکام مُرتّب ہوتے ہیں جو اجزاء پر نہیں ہوسکتے، مثلاً ظاہر ہے کہ ایک بال کسی مَصرَف کا نہیں ہوتا پھر اگر انہیں سو بالوں سے ایک رسّی بنائی جائے تو نہایت مضبوط ہوگی۔

دیکھئے مجموع میں ایک صفتِ جدیدہ ایسی قائم ہوئی جو کسی جزو میں نہ تھی اسی طرح مجموعِ احاد میں صفتِ تواتر قائم ہوئی جس سے مطلق معجزہ کا ثبوت بتواتر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ وجود مطلق کا بغیر افراد کے ممکن نہیں، پس معلوم ہوا کہ وجودِ مطلق مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ وُجِدَ فِی الْاَفْرَادِ متصف بصفتِ تواتر ہے اور اسی مطلق کے معنی کثرتِ اِجمالی ہیں بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مطلق معجزہ کا ثبوت بتواترِ حقیقی ہے اس لئے کہ جتنے احاد ہیں نفسِ خرقِ عادت ومُعجزہ پر مُتّفِقُ اللَّفْظ ہیں اسی کا نام تواترِ حقیقی ہے۔

كَمَاقَالَ شَهَابُ الدِّيْنِ الْخَفَاجِی رَحْمَةُ اللّٰهِ تعَالٰی عَلَيْهِ فِیْ شَرْحِ الشِّفَا:
اَلتَّوَاتُرُ الْحَقِيْقِیُّ اَنْ يُّخْبِرَ جَمَاعَةٌ مِّنْ جَمَاعَةٍ اِلٰی اٰخِرِهٖ يُوْئَسُ تَوَاطُوْهُمْ عَلَی الْكِذْبِ فِیْ خَبَرٍ وَّاحِدٍ مُّتَّفِقِ اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰی۔

(ترجمہ: جیسا کہ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء شریف کی شرح میں فرمایا کہ حقیقی تواتر یہ ہے کہ ایک خبر کو آخر تک ایک ایسی جماعت بیان کرے جس کے جھوٹ پر اتفاق کرنے سے مایوسی ہو، اس کے الفاظ اور معنی متفق ہوں۔)

البتہ ثبوت کثرت کا اس طور پر نہیں بلکہ مجموعِ احاد سے کثرتِ اِجمالی مُستَفاد ہوتی ہے اور یہ تواتر معنوی ہے۔

كَمَا قَالَ الْخَفَاجِي رَحْمَةُ اللّٰهِ تعَالٰى عَلَيْهِ وَالتَّوَاتُرُ الْمَعْنَوِيُّ هُوَ حُصُوْلُ الْعِلْمِ الْقَطْعِيِّ مِنْ مَّجْمُوْعِ اُمُوْرٍ جُزْئِيَّةٍ وَّاَخْبَارٍ وَّارِدَةٍ مُّسْتَفِيْضَةٍ۔

(ترجمہ: جیسا کہ علامہ خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وارد ہونے والی مستفیض اخبار اور جزئی امور کے مجموعہ سے قطعی علم کا حاصل ہونا تواترِ معنوی ہے۔)

خلاصہ یہ ہوا کہ جیسے کثرتِ احادیثِ احاد سے ثبوت مطلق معجزہ کا بتواتر ہوتا ہے ویسا ہی کثرتِ اجمالی معجزات کی بھی بتواترِ معنوی ثابت ہے۔

كَمَا فِي الشِّفَا قَالَ بَعْضُ أَئِمَّتِنَا رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ وَيَجْرِىْ هٰذَا الْمَجْرٰى عَلَى الْجُمْلَةِ اَنَّهٗ قَدْجَرٰى عَلٰى يَدَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰيَاتٌ وَّخَوَارِقُ عَادَاتٍ اِنْ لَّمْ يَبْلُغْ وَاحِدٌ مِّنْهَا مُعَيَّنًا الْقَطْعَ فَيَبْلُغُهٗ جَمِيْعًا فَلَامِرْيَةَ فِيْ جَرَيَانِ مَعَانِيْهَا عَلٰى يَدَيْهِ وَلَا يَخْتَلِفُ مُؤْمِنٌ وَّلَا كَافِرٌ اَنَّهٗ جَرَتْ عَلٰى يَدَيْهِ الْعَجَائِبُ۔

(ترجمہ: ہمارے کچھ اماموں نے فرمایا کہ تمام پر یہی طریقہ جاری ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھوں سے بہت سے معجزات اور خوارقِ عادات ظہور پذیر ہوئے اگرچہ ان میں سے کوئی ایک روایت معین طور پر یقین کی حد تک نہیں پہنچی لیکن تمام اس یقینی علم تک پہنچ جاتی ہیں، لہٰذا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے حقائق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ مبارک سے صادر ہوئے ہیں، کسی مومن اور نہ کسی کافر کا اس حقیقت میں اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ اقدس سے عجائب کا ظہور ہوا ہے)۔

اوقاتِ درود شریف

اب یہاں چند حدیثیں وہ ذکر کی جاتی ہیں جن میں درود شریف کے اوقات مُعیّن فرمائے ہیں۔

من جملہ اُن کے وقتِ طہارت ہے

كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاوُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔ وَ فِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ عَاصِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَاوُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ يُصَلِّ۔ الحديث ذَكَرَهُمَا الْقَسْطَلانِي فِيْ مَسَالِكِ الْحُنَفَا۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابنِ مسعود اور سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ وضو اس شخص کا نہیں ہوتا جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا۔ انتھی

اور سوائے اس کے اور روایات بھی اس باب میں وارد ہیں۔

اور نماز میں

چنانچہ امام فاکہانی نے الْفَجْرُ الْمُنِيْرُ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ میں نقل کیا ہے:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّايُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ الحديث

ترجمہ: نہیں ہوتی نماز اُس شخص کی جس نے درود نہ پڑھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ انتھی

سوائے اس کے اور احادیث اس باب میں وارِد ہیں اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى بحسب موقع نقل کی جائیں گی۔

اور بعد اذان کے

جیسا کہ ابنِ تیمیہ نے مُنْتَقِی الْاَخبار میں نقل کیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَاسَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَايَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا۔الْحَدِيْث۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِيُّ وَابْنُ مَاجَة۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب موذّن سے تم اذان سُنو تو جیسا کہ کہتا ہے وہ کہو، پھر پڑھو مجھ پر درود کیوں کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے حق تعالیٰ اُس پر دس صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ روایت کیا اُس کو جملہ اہلِ صحاح نے سوائے بخاری اور ابنِ ماجہ کے۔انتھی

اور دُعا کے وقت

كَمَا بِهٖ قَالَ السَّخَاوِيُّ فِي الْقَوْلِ الْبَدِيْعِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فِي الْوِتْرِ۔ قَالَ قُلْ: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْ مَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْ مَنْ عَافَيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ مَااَعْطَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْ مَنْ تَوَلَّيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَاقَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَايُقْضٰى عَلَيْكَ وَاِنَّهٗ لَايَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ۔ اَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَسَنَدُهٗ صَحِيْحٌ كَمَاقَالَ قَالَهُ النَّوَوِي۔

(ترجمہ: امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے القول البدیع میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وتر پڑھنے کی کے لئے یہ کلمات سکھائے اور فرمایا کہو:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْ مَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْ مَنْ عَافَیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ مَا اَعْطَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْ مَنْ تَوَلَّیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَاقَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَایُقْضٰی عَلَیْكَ وَاِنَّهٗ لَایَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَیْتَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ)۔

یعنی بروایتِ صحیح ثابت ہے کہ دعائے قنوت میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درود شریف کوداخل فرمایا۔

اور اَثنائے تکبیراتِ عیدین میں

وَمِنْهَا اَثْنَاءُ تَكْبِیْرَاتِ الْعِیْدَیْنِ لِمَا رَوٰی اِسْمٰعِیْلُ الْقَاضِی اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَّاَبَامُوْسٰی وَحُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ خَرَجَ عَلَیْهِمُ الْوَلِیْدُ بْنُ عُقْبَةَ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِیْدَ قَدْدَنٰی فَكَیْفَ التَّكْبِیْرُ فِیْهِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ تَبْدَأُ فَتُكَبِّرُ تَكْبِیْرَةً تَفْتَحُ بِهَا الصَّلٰوةَ وَتَحْمِدُ رَبَّكَ وَتُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَدْعُوْ وَتُكَبِّرُ وَتَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ تُكَبِّرُ وَتَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ تكبر وَتفعل مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ تَقْرَأُ ثُمَّ تُكَبِّرُ وتَرْكَعُ ثُمَّ تَقُوْمُ فَتُكَبِّرُ وَتَحْمِدُ رَبَّكَ وَتُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَدْعُوْ تُكَبِّرُ وَتَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ (أَیِ الَّذِیْ فَعَلْتَهٗ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰی قَالَهُ الزُّرْقَانِی) فَقَالَ حُذَیْفَةُ وَاَبُوْمُوْسٰی صَدَقَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔قَالَ ابْنُ كَثِیْرٍ اِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔ كَذَافِی الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِّیَّةِ۔ وَقَالَ السَّخَاوِیُّ فِی الْقَوْلِ الْبَدِیْعِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ وَّهُوَ عِنْدَ ابنِ أَبِی الدُّنْیَا فِیْ كِتَابِ الْعِیْدِ مِنْ حَدِیْثِ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ تُكَبِّرُ تَكْبِیْرَةً تَدْخُلُ بِهَا فِی الصَّلٰوةِ تَحْمِدُ رَبَّكَ وَتُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَدْعُوْ ثُمَّ تُكَبِّرُ تَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَبِهٖ تَمَسَّكَ اَبُوْحَنِیْفَةَ وَاَحْمَدُ فِیْ اِحْدَی الرِّوَایَتَیْنِ مِنْهُ فِی الْمُوَالَاةِ بَیْنَ

الْفَرَائِضِ وَاَبُوْ حَنِيْفَةَ فَقَطْ فِيْ تَكْبِيْرَاتِ الْعِيْدِ الزَّوَائِدِ ثَلٰثًا ثَلٰثًا وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ فِيْ حَمْدِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ التَّكْبِيْرَاتِ وَأَمَّا مَالِكٌ فَلَمْ يَأْخُذْ بِهٖ اَصْلًا وَوَافَقَهٗ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَلٰى اسْتِحْبَابِ سَرْدِ التَّكْبِيْرَاتِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ بَيْنَهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ۔

(ترجمہ: درودِ پاک پڑھنے کے مقامات میں سے ایک مقام عیدین کی تکبیرات کے درمیان کا وقفہ بھی ہے، حضرت اسماعیل قاضی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ولید بن عقبہ ان کے پاس آیا اور کہنے لگا عید قریب آچکی ہے اس میں زائد تکبیرات کس طرح کہی جائیں گی؟ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نماز کے آغاز میں تکبیر کہو جس سے تم نماز شروع کرو گے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد کہو اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درودِ پاک بھیجو پھر دُعا مانگو، پھر تکبیر کہو اور اُسی طرح کرو جس طرح تم نے پہلے کیا، پھر اُسی طرح کرو پھر تکبیر کہو اور اُسی طرح کرو اس کے بعد قراءت کرو، پھر تکبیر کہو اور رکوع کرو، پھر کھڑے ہو جاؤ اور تکبیر کہو، اللہ تعالیٰ کی حمد کرو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درودِ پاک بھیجو، پھر دعاء مانگو اور تکبیر کہو اور اُسی طرح کرو یعنی جس طرح تم نے پہلی رکعت میں کیا، یہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہنے لگے کہ ابوعبدالرحمٰن نے سچ کہا ہے۔ علامہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے مواہب لدنیہ میں اسی طرح ہے۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اَلْقَوْلُ الْبَدِيْع میں فرمایا: کہ اس کی اسناد صحیح ہے، امام ابنِ ابی الدنیا کی کِتَابُ الْعِيْدِ میں حضرت علقمہ کی روایت جو اُنہوں نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تکبیر کہو تم اُس کے ساتھ نماز میں داخل ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ کی حمد کرو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درودِ پاک بھیجو اور دعا مانگو پھر تکبیر کہو اور اسی طرح کرو، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف عید کی

زائد تین تین تکبیرات ہونے میں اس سے تَمَسُّک فرمایا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تکبیروں کے درمیان حمدِ باری تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درودِ پاک بھیجنے میں اس سے تَمَسُّک فرمایا ہے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے بالکل نہیں لیا۔

حاصل یہ کہ درود شریف اثنائے تکبیراتِ عیدین میں پڑھنے کے واسطے بھی ارشاد ہوا ہے۔

اور اوّل واَوْسط وآخرِ دُعا میں

کَمَا فِی الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِّيَّةِ عَنْ جَابِرٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَجْعَلُوْنِیْ كَقَدَحِ الرَّاكِبِ فَإِنَّ الرَّاكِبَ يَمْلَأُ قَدَحَهٗ ثُمَّ يَضَعُهٗ وَيَرْفَعُ مَتَاعَهٗ فَإِنِ احْتَاجَ إِلٰی شُرْبِ شَيْئٌ شَرِبَهٗ أَوِالْوُضُوْءِ تَوَضَّأَ وَإِلَّاأَهْرَقَهٗ وَلٰكِنِ اجْعَلُوْا فِیْ أَوَّلِ الدُّعَاءِ وَأَوْسَطِهٖ وَآخِرِهٖ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مت بناؤ مُجھ کو مثل پیالہ سوار کے جو اُس میں پانی بھر رکھتا ہے اور اُٹھاتا ہے اسباب پھر اگر احتیاج ہوتی ہے تو پی لیتا ہے یا وضو کر لیتا ہے ورنہ پھینک دیتا ہے بلکہ ذکر میرا اوّل، اَوْسط وآخر دُعا میں کیا کرو۔

زرقانی نے لکھا ہے کہ مراد اس سے درود شریف ہے اور اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی بحث تفصیلی اس کی آئندہ آئے گی۔

اور ہر مجلس میں

کَمَا فِی الزُّرْقَانِیِّ عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَايَجْلِسُ قَوْمٌ مَّجْلِسًا ثُمَّ لَايُصَلُّوْنَ فِيْهِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّاكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً وَّإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ لِمَايَرَوْنَ مِنَ الثَّوَابِ۔ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ

جولوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھیں تو ضرور اُن کو حسرت ہوگی اگرچہ جنت میں جائیں اس لئے کہ وہاں اُس کے ثواب کا حال دیکھیں گے۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

اور وقتِ ذکر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

چنانچہ کنز العُمّال میں ہے

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَیَّ۔ الحدیث ت،ك۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خاک آلودہ ہو ناک اس شخص کی یعنی ذلیل وخوار ہو وہ شخص کہ جس کے نزدیک میرا ذکر ہوا اور اُس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حاکم نے مُستدرک میں۔ انتھی

سوائے اُس کے اس باب میں بہت سی حدیثیں وارِد ہیں اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی قریب میں نقل کی جائیں گی۔

اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ

جیسا کہ کَنزُ العُمّال میں ہے:

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ ذٰلِكَ الْمَجْلِسُ تِرَةً۔ الحديث۔ ك۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو لوگ خدائے تعالیٰ کے ذکر کے واسطے بیٹھیں اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھیں

وہ مجلس ضرور اُن کے واسطے باعثِ نقصان ہوگی روایت کیا اُس کو حاکم نے مُستدرک میں۔انتھی

اور کان میں سن سناہٹ کی آواز آنے کے وقت

چنانچہ روایت ہے ابورافع سے:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَاطَنَّتْ اُذُنُ اَحَدِکُمْ فَلْیَذْکُرْنِیْ لِیُصَلِّ عَلَیَّ وَلْیَقُلْ ذَکَرَ اللّٰہُ مَنْ ذَکَرَنِیْ بِخَیْرٍ۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب کسی شخص کے کان میں آواز ہونے لگے تو چاہئے کہ مجھ کو یاد کرے اور مجھ پر درود پڑھے اور کہے کہ خدائے تعالیٰ ذکرِ خیر کرے اُن کا جنہوں نے یاد کیا مجھ کو۔انتھی

شیخ یعقوب جلوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وسیلۃ العظمیٰ اِلٰی حَضْرَۃِ الْمُجْتَبٰی میں لکھا ہے کہ ''روایت کیا اس حدیث شریف کو طبرانی نے اور کہا امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامع صغیر میں کہ روایت کیا اس کو عقیلی نے کتاب الضعفاء میں اور ابنِ عدی نے کامل میں اور طبرانی اور ابنِ سنی نے اور زرقانی نے کہا ہے کہ روایت کیا اس کو طبرانی نے اپنی تینوں کتابوں میں اور خرائطی اور حکیم ترمذی نے بھی''۔

ہر چند سخاوی نے اس حدیث کو ضعیف اور ابنِ جوزی نے موضوع کہا ہے لیکن اس کا تعقّب کیا گیا ہے کہ حافظ نورہتمی نے لکھا ہے کہ اِسنادِ طبرانی کی کبیر میں حسن ہے اور روایت کیا ہے اُس کو ابنِ خزیمہ نے حالاں کہ اُنہوں نے تخریجِ احادیثِ صحیحہ کا التزام کیا ہے۔

اور اسی طرح جمع الجوامع کے دیباچہ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے:

''کہ جو حدیث ابنِ خزیمہ کی طرف منسوب ہو وہ صحیح ہے''۔انتھی

اور جب کسی چیز کو بھول جائے

چنانچہ مواہب اللدنیہ اور وسیلہ عظمیٰ میں ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَانَسِیْتُمْ شَیْئًا فَصَلُّوْا عَلَیَّ تَذْکُرُوْہُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ رَوَاہُ اَبُوْمُوْسَی الْمَدِیْنِی۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب بھول جاؤ تم کسی چیز کو تو مجھ پر درود پڑھ لو جس سے وہ یاد آ جائے گی روایت کیا اُس کو ابوموسیٰ مدینی نے۔ انتہی

اور ہر مکان میں

جیسا کہ زرقانی نے نقل کیا ہے:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ عَلِیٍّ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیْثُمَا کُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ۔ رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ وَغَیْرُہٗ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جہاں رہو مجھ پر درود پڑھو کہ پہنچ جائے گا وہ مجھ کو۔ روایت کیا اُس کو طبرانی وغیرہ نے انتہی۔

اور روزِ جمعہ

چنانچہ ابنِ قیم نے زاد المعاد فِیْ ھَدْیِ خَیْرِ الْعِبَاد میں نقل کیا ہے:

عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ آدَمُ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالُوْا یَارَسُوْلَ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَسَلَّمَ وَ کَیْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرِمْتَ یَعْنِیْ قَدْبَلِیْتَ فَقَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔ رَوَاہُ الْحَاکِمُ وَابْنُ حِبَّان فِیْ صَحِیْحِھِمَا۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تمہارے دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے اسی روز حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی روز انتقال کیا، اسی روز نفخ صور ہوگا، اور اسی روز صعقہ ہوگا اس لئے اس روز زیادہ مجھ پر درود پڑھا کرو تمہارا درود مجھ پر عرض کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کیوں کر درود آپ پر عرض کیا جائے گا جس حالت میں کہ جسدِ مبارک آپ کا بوسیدہ ہوگیا ہوگا؟ فرمایا حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پر کہ انبیاء کے اجساد کو کھائے روایت کیا اُس کو حاکم وابنِ حبّان نے اپنی صحیحوں میں۔ انتھی

اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اور مباحث جو اس حدیث شریف سے متعلق ہیں آیندہ ذکر کئے جائیں گے۔ سوائے ان احادیث کے تعیینِ اوقاتِ درود شریف میں بہت حدیثیں وارِد ہیں۔

چنانچہ امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قولِ بدیع میں ایک باب صرف اوقات ومواقعِ درود شریف میں مدوّن کیا ہے اور ہر بات کو باحادیث وآثار ثابت کیا ہے چنانچہ اُس باب کے عنوان کا ترجمہ یہ ہے:

پانچواں باب درود شریف کے اوقاتِ مخصوصہ میں

جیسے بعد وضو تیمم اور غُسلِ جنابت کے اور نماز میں، اور بعد نماز کے اور اقامت کے وقت، اور بعد صبح اور مغرب کے، اور تشہُّد میں، اور قنوت میں، اور تہجُّد کے واسطے اُٹھنے کے وقت، اور بعد تہجُّد کے، اور جب کسی مسجد میں گزر ہو اور مسجد کو دیکھنے اور داخل ہونے اور نکلنے کے وقت، اور بعد جواب دینے مؤذِّن کے، اور جمعہ کے روز اور اُس کی رات میں، اور ہفتہ اتوار اور پیر اور منگل کے دن، اور خطبہ

میں جمعہ اور عیدین، اور اِستِسقا اور کسوف وخسوف کے، اور اَثنائے تکبیراتِ عیدین وجنازہ میں اور میت کو قبر میں اُتارنے کے وقت، اور رجب وشعبان میں، اور جب کعبہ شریف کو دیکھے اور صفا اور مروہ پر، اور تَلبِیَہ سے فارغ ہوکر اور حجرِ اسود کے بوسہ کے وقت، اور ملتزم کے پاس، اور عرفہ کی دوپہر کے بعد، اور مسجدِ خیف میں، اور مدینہ منورہ کو دیکھنے اور قبرِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے وقت، اور جب کبھی آثارِ شریفہ اور اماکنِ متبرکہ جہاں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے ہیں نظر پڑ جائے، اور ذبح اور بیع اور کتابتِ وصیت کے وقت، اور نکاح کے خطبہ میں، اور صبح وشام، اور جب ارادہ سونے کا ہو، اور سفر کا کرے، اور سواری پر سوار ہونے کے وقت، اور جب نیند اُچٹ جائے، اور بازار یا دعوت میں جانے کے وقت، اور جب گھر میں داخل ہو، اور خط میں بعد بِسمِ اللّٰہ کے، اور جب کوئی غم، یا مصیبت یا سختی آپڑے، یا محتاج وفقیر ہوجائے، اور ڈوبنے کے وقت اور طاعون میں، اور دُعا کے شروع اور درمیان اور آخر میں، اور جب کان میں آواز ہونے لگے، اور جب پاؤں سُن ہوجائیں، اور چھینکنے کے وقت، اور جب کسی چیز کو بھول جائے اُس کے یاد آنے کے لئے، اور جب کوئی چیز اچھی معلوم ہو، اور مولی کھانے کے وقت، اور جب گدھے کی آواز سنے، اور گناہ سے توبہ کرنے کے وقت، اور جب کوئی حاجت پیش آئے، اور تمامی احوال میں، اور جب کسی شخص پر تُہمت لگائی جائے اور وہ اُس سے بری ہو، اور دوستوں کے ملنے کے وقت، اور جب چند آدمی مجلس سے اُٹھنے لگیں، اور قرآن شریف ختم کرنے اور حفظ کرنے کے وقت، اور جب مجلس سے اُٹھنے لگے، اور جس مجلس میں خدائے تعالیٰ کے ذکر کے واسطے جمع ہوں، اور بات کرنے کے وقت، اور علم پڑھنے اور پڑھانے، اور وعظ کرنے، اور فتوٰی دینے، اور حکم کرنے کے وقت، اور جب نام مبارک آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لکھے۔ انتھی

الحاصل ان احادیث وآثار سے اوقاتِ مخصوصہ مختلفہ درودشریف کے لئے ثابت ہیں اور ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ مقصود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کثرتِ درودشریف ہے بلکہ صراحۃً بھی اس کا امر فرمادیا ہے: چنانچہ کَنزُالعُمّال اور وسیلۂ عظمیٰ میں ہے:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَّاَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ عَلَیَّ مَغْفِرَةٌ لِّذُنُوْبِكُمْ۔الحدیث، ابنِ عَسَاكِرَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ،ت،ك عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت حسن بن علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ زیادہ دورد مجھ پر پڑھا کرو جس سے تمہارے گناہوں کی مغفرت ہو روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حاکم نے مُستدرک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابنِ عساکر نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔انتہٰی

اور وسیلۂ عظمیٰ میں ہے:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَیَّ لِاَنَّ اَوَّلَ مَاتُسْاَلُوْنَ فِی الْقَبْرِ عَنِّیْ۔ رَوَاهُ السَّخَاوِیُّ۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ زیادہ مجھ پر درود پڑھا کرو کیوں کہ سب سے پہلے قبر میں تم لوگوں سے میرے ہی بارے میں سوال ہوگا روایت کیا اُس کو سخاوی نے۔

اور سوائے اس کے اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی بحسب موقع اکثر حدیثیں نقل کی جائیں گی جن سے یہ بات بتواترِ معنوی ثابت ہوجائے گی کہ اُمتیوں کا بہ کثرت درود شریف پڑھنا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منظور ہے۔

کثرتِ درود اہلِ سنت کی علامت ہے

اسی وجہ سے کثرتِ درود شریف علامت اہلِ سُنّت و جماعت کی ٹھہرائی گئی ہے چنانچہ امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قولِ بدیع میں روایت کی ہے:

رَوٰی اَبُو الْقَاسِمِ التَّیْمِیُّ فِی التَّرْغِیْبِ لَہٗ مِنْ طَرِیْقِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ قَالَ عَلَامَۃُ اَھْلِ السُّنَّۃِ کَثْرَۃُ الصَّلٰوۃِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(ترجمہ: حضرت امام ابوالقاسم تیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب اَلتَّرْغِیْب میں حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واسطہ سے روایت کی کہ اُنہوں نے فرمایا اہلِ سُنّت کی علامت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درودِ پاک بھیجنا ہے۔)

اور ظاہر ہے کہ کلامِ سعادت پیام آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خود وحی ہے۔

کَمَاقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔

ترجمہ: اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو اُن کی طرف کی جاتی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ کثرت درود شریف کی حق تعالیٰ کو بھی منظور ہے اور یہ دوسرا قرینہ ہے اس پر کہ امر صَلُّوْا عَلَیْہِ اِسْتمرار کے لئے ہے۔

الحاصل صرف ایک بار درود شریف اِسقاطِ فرضیت کے خیال سے پڑھ لینا اور ایسی تقریریں بنانا کہ جس سے مسلمانوں کی رغبت کم ہوجائے خِلاف مسلکِ اہلِ سُنّت و جماعت کے ہے اور خلاف مرضی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلکہ خلاف مرضی حق تعالیٰ کے بھی ہے۔

اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ ذٰلِکَ۔

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے پناہ میں رکھے۔)

سلام کی بحث

فائدہ خُلُق وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، سلام اسم ہے تسلیم کا اور کئی معنی میں مستعمل ہے:

صلح، انقیاد و فرماں برداری، وَبَذْلُ الرِّضَا بِالْحُكْمِ وَغَيْرُهٗ۔

قَالَ الْقَاضِي عِيَاض فِي الشِّفَا وَفِي مَعْنَى السَّلَامِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةُ اَوْجُهٍ اَحُدُهَا: اَلسَّلَامَةُ لَكَ وَمَعَكَ وَيَكُوْنُ السَّلَامَةُ مَصْدَرًا كَاللَّذَاذِ وَاللَّذَاذَةِ۔ وَالثَّانِي: اَلسَّلَامُ عَلٰى حِفْظِكَ وَرِعَايَتِكَ مُتَوَلٍّ لَهٗ وَكَفِيْلٌ وَيَكُوْنُ هُنَا السَّلَامُ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ اَلثَّالِثُ: اَنَّ السَّلَامَ بِمَعْنَى الْمُسَالَمَةِ وَالْاِنْقِيَادِ۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(ترجمہ: حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اَلشِّفَا میں فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کے معنی میں تین احتمالات ہیں (۱) یا رسول اللہ! سلامتی آپ کے لئے اور آپ کے ہمراہ ہو۔ اس صورت میں یہ مصدر ہوگا جیسا کہ اَللَّذَاذُ اور اَللَّذَاذَةُ مصدر ہیں۔ (۲) یا رسول اللہ! آپ کی حفاظت اور رعایت پر سلام ہے وہ آپ کی حفاظت اور رعایت کا متولی اور کفیل ہے۔ اس صورت میں سلام اللہ تعالیٰ کا نام قرار پائے گا۔ (۳) سلام کا معنی مصالحت اور اطاعت ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

ترجمہ: پس (اے مصطفٰے) تیرے رب کی قسم لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اُس جھگڑے میں جو پھوٹ پڑا اُن کے درمیان پھر نہ پائیں اپنے نفسوں میں تنگی اس سے جو فیصلہ آپ نے کیا اور تسلیم کرلیں دل و جان سے۔)

اور معنی بَذْلُ الرِّضَا صحاح میں موجود ہیں پس معنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے یہ ہوئے کہ تم سلامت رہو یا ہم تمہارے فرماں بردار اور تمہارے حکم پر راضی ہیں، بہر حال دونوں صورتوں میں اظہارِ اخلاص اور دُعا گوی سلام سے مقصود ہے۔

پیشتر اہلِ عرب ملاقات کے وقت اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْنَا وغیرہ الفاظ کہا کرتے تھے بجائے اُس کے ان الفاظ کے مقرر ہونے میں بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جب کوئی ان الفاظ کے ساتھ کسی کو خطاب کرتا ہے تو مُخاطب کو تصریحِ سلامتی کی وجہ سے اطمینان اُس شخص سے ہو جاتا ہے اسی سبب سے مُخاطب پر جواب بھی اسی قسم کا واجب ہو گیا تا اُس کو بھی اُس شخص سے اطمینان ہو جائے چنانچہ اب تک کُل اہلِ عرب میں بدویوں تک یہ بات جاری ہے کہ جب سلام کرتے ہیں یا جواب سلام کا دیتے ہیں تو پھر کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچاتے اور جب ضرر پہنچانا منظور ہو گا تو سلام نہ کریں گے نہ اُس کا جواب دیں گے۔

پس معلوم ہوا کہ سلام صداقت و اخلاص کی دلیل ہے اور اس سے یہ بات جتائی جاتی ہے کہ ہم آپ کے دُعا گو اور خیر خواہ ہیں اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے جملہ اہلِ ایمان کو بمنطوق لازم الوثوق وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا بتاکید امر فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہمیشہ سلام عرض کیا کریں تا ہر وقت اخلاصِ عقیدت کا اظہار بارگاہِ سرورِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہوا کرے اسی واسطے ہر نماز میں خواہ فرض یا نفل ایک دو بار سلام عرض کرنا ضروری ٹھہرایا گیا۔

اس تکرار میں نکتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو بسبب مشاغلِ ضروری کے جو لازمۂ بشری ہیں ہر وقت حضوری نصیب نہیں ہو سکتی اس لئے نماز کے واسطے جو افضل عبادت ہے چند اوقات خاص خاص

مکرر کیے گئے، پھر جب توجہ اُس کی حق تعالیٰ کی طرف ہوئی تو ضرور ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بھی متوجہ ہو کیوں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک مخلوق و خالق کے درمیان میں واسطہ جمیع فیوضات کا ہے پس یہ متوجہ ہونا گویا بہ نسبت اُس شخص کے حضوری ہے اور ظاہر ہے کہ ہر حضوری کے وقت سلام عرض کرنے کی ضرورت ہے۔

اب یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ جب کوئی شخص بار بار سلام عرض کر کے اپنی عقیدت و خیر خواہی جتاتا جائے اور ہر وقت اعتراف کیا کرے کہ مُجھ سے کسی قسم کی اذیّت نہ پہنچے گی باوجود اس کے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت ایسے کلماتِ ناشائستہ اور غیر مہذّب کہے جس سے سننے والوں کو اذیت پہنچے تو اس اظہارِ اِخلاص کو کیا سمجھنا چاہیئے؟ بجز اس کے اور کیا کہا جائے کہ حق تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو توفیقِ ادب عطا فرمائے۔

الحاصل ہر نماز میں سلام کا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مقرر ہونا دلیل ہے اس بات پر کہ کثرت اس سلام کی حق تعالیٰ کو نہایت پسند ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو شخص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کرے حق تعالیٰ اس پر سلام کرتا ہے۔

كَمَا فِي الْمِشْكوٰةِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلَ نَخْلاً فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ تَوَفَّاهُ قَالَ فَجِئْتُ اَنْظُرُ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ مَالَكَ ؟ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ قَالَ :فَقَالَ :اِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِيْ اَلَا اُبَشِّرُكَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لَكَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلوٰةً صَلَّيْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نکلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز اور داخل ہوئے کسی نخلستان میں پھر سجدہ کیا آپ نے اور دراز کیا سجدہ یہاں تک کہ

خوف ہوا مُجھ کو کہ شاید انتقال ہوگیا ہو۔ پس قریب آیا کہ دیکھوں کیا حال ہے؟ پس اُٹھایا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر مبارک اور فرمایا کہ کیا ہوا تم کو جو گھبرائے ہو؟ پس عرض کیا میں نے سرگذشت کو، فرمایا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مُجھ سے کہا کہ خوش خبری دیتا ہوں میں آپ کو کہ حق تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے جو شخص آپ پر درود پڑھے صلوۃ بھیجتا ہوں میں اُس پر اور جو شخص آپ پر سلام کرے سلام کرتا ہوں میں اُس پر، روایت کیا اس کو امام احمد نے۔ انتھی

اور دُرِّ منضود میں ابنِ حجر ھیتمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی مضمون کی روایت نقل کی اور کہا کہ صحیح کہا اس کو حاکم نے اور ایسا ہی کہا قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسالک الحنفا میں کہ عبد بن حُمید نے بھی روایت کیا ہے اس کو اپنی مسند میں۔

وَفِی الْوَسِیْلَۃِ الْعُظْمٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ رَاَیْتُ جِبْرَئِیْلَ فَبَشَّرَنِیْ وَقَالَ اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلَّیْتُ عَلَیْہِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَیْکَ سَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَسَجَدْتُ اللّٰہَ شُکْرًا۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْحَاکِمُ۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا میں نے جبرئیل کو پس خوشخبری دی اُنہوں نے مُجھ کو اور کہا کہ فرماتا ہے رب آپ کا جو شخص آپ پر درود بھیجے میں اُس پر صلوٰۃ بھیجتا ہوں اور جو شخص سلام عرض کرے آپ پر میں اُس پر سلام کرتا ہوں پس سجدہ شکر بجالایا میں اللہ تعالیٰ کا۔ روایت کیا اُس کو امام احمد اور حاکم نے۔ انتھی

پس بعد اس کے رحمتِ الٰہی نے اور ترقی کی اور ایک سلام کے بدلے دس کی بشارت دی گئی۔

کَمَا وَرَدَ عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ یَوْمٍ وَّالْبُشْرٰی تُرٰی فِیْ وَجْھِہٖ فَقَالَ اِنَّہٗ جَاءَنِیْ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ اَمَا یُرْضِیْکَ یَامُحَمَّدُ اَنْ لَّا یُصَلِّیَ عَلَیْکَ اَحَدٌ

مِّنْ أُمَّتِكَ اِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِكَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَابْنُ حِبَّانَ وَالدَّارمى كَذَا فِيْ مَسَالِكِ الْحُنَفَاء، وَقَالَ السَّخَاوِيُّ فِي الْقَوْلِ الْبَدِيْعِ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز برآمد ہوئے اور چہرۂ مبارک سے خوشی نمایاں تھی پس فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ کیا آپ راضی نہیں اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جو امتی آپ کا ایک درود آپ پر بھیجے میں دس صلوٰۃ اُس پر بھیجوں اور جو ایک سلام آپ پر کرے میں دس بار اس پر سلام کروں؟ انتھی

جائز ہے کہ یہ قول جبرئیل علیہ السلام کا ہو اپنی طرف سے یا بر سبیلِ پیام ہو حق تعالیٰ کی طرف سے۔ یہاں سمجھنا چاہئے کہ جب کوئی شخص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کرے تو اُس کے جواب کا حق حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہے حق تعالیٰ جو جواب ارشاد فرماتا ہے اس سے کس قدر خوشنودی حق تعالیٰ کی اِس سلام سے ثابت ہوتی ہے اس موقع پر یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ شاید آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جواب ارشاد نہ فرماتے ہوں اس لئے حق تعالیٰ آپ کی طرف سے جواب دیتا ہو کیوں کہ احادیث میں مصرّح ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفسِ نفیس جواب سلام کا ادا فرماتے ہیں۔

كَمَا رَوَى الْإِمَامُ الْقُرْطَبِى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ يُّسَلِّمُ عَلَيَّ اِذَا مِتُّ اِلَّا جَاءَنِىْ سَلَامُهٗ مَعَ جِبْرَئِيْلَ وَيَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ هٰذَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ يَّقْرَأُكَ السَّلَامُ فَاَقُوْلُ : وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص تم میں کا سلام کرے مجھ پر میرے انتقال کے بعد تو پہنچے گا سلام اُس کا مجھ کو جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ اور کہیں گے وہ: اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فلاں بن فلاں سلام عرض کرتا ہے آپ پر۔ کہوں گا میں: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ اِنْتَهٰى

(ترجمہ: اُس پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔)

اور سوائے اس کے کئی فرشتے سلام پہنچانے پر مقرر ہیں جیسا کہ گزرا۔

الحاصل جو شخص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کرتا ہے تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی جواب پاتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے بھی، اس سے ظاہر ہے کہ اس سلام میں خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال درجہ کی خوشنودی ہے اسی وجہ سے فرشتوں سے لیکر جھاڑ پہاڑ تک بکمالِ شوق سلام عرض کیا کرتے تھے۔ كَمَا فِي مَسَالِكِ الْحُنَفَا:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا بِمَكَّةَ فَخَرَجَ فِي بَعْضِ نَوَاحِيْهَا مِمَّا اسْتَقْبَلَهٗ وَلَا شَجَرٌ وَلَا مَدَرٌ وَلَا جَبَلٌ اِلَّا قَالَ لَهٗ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ۔ رَوَاهُ الدَّارمي وَالتِّرْمَذِيُّ وَحَسَّنَهٗ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهٗ وَالطَّبَرَانِيُّ وَاَبُوْنُعَيْمٍ وَّالْبَيْهَقِيُّ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ ہم لوگ مکہ میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس نکلے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی طرف پھر جو جھاڑ یا ٹیلا یا پہاڑ سامنے آتا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ کہتا تھا۔ انتہی

وَفِي الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِيَّةِ۔ وَفِيْ حَدِيْثِ يَعْلٰى بن مرة ثقفى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى نَزَلْنَا مَنْزِلًا فَنَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ شَجَرَةٌ تَشُقُّ الْاَرْضَ حَتّٰى غَشِيَتْهُ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَكَانِهَا فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ هِيَ شَجَرَةٌ نِ اسْتَأْذَنَتْ

رَبِّهَا فِيْ أَنْ تُسَلِّمَ عَلَيَّ فَأُذِنَ لَهَا الحديث رَوَاهُ الْبَغوی فِی شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ الزُّرْقَانِيُّ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت یعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ پھر چلے ہم یہاں تک کے اُترے کسی منزل میں پس آرام فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پس آیا ایک جھاڑ زمین شق کرتا ہوا یہاں تک کہ ڈھانپ لیا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پھر لوٹ گیا اپنے مقام پر پس جب بیدار ہوئے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکر کیا میں نے قصہ اُس جھاڑ کا فرمایا اجازت چاہی اُس نے اپنے رب سے کہ سلام کرے مجھ پر پس اجازت دی گئی اُس کو۔ انتھی

اور مسالک الحنفا میں قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے:

عَنْ أَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْحَقُ لِلْخَطَا مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ لِلنَّارِ۔ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْ عِتْقِ الرِّقَابِ۔ وَحُبُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ مِنْ مُهَجِ الْاَنْفُسِ۔ أَوْقَالَ أَفْضَلُ مِنْ ضَرْبِ السَّيْفِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ رَوَاهُ النميزی وَابْنُ بشكوال مَوْقُوْفًا۔

ترجمہ: فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ درود جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑھا جائے مٹانے والا گناہوں کا ہے زیادہ اس سے کہ پانی آگ کو نابود کردے، اور سلام جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عرض کیا جاتا ہے غلام آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے اور محبت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی افضل ہے خونِ دل کو بہنے سے یعنی جان بازی سے، یا کہا افضل ہے تلوار مارنے سے راہِ خدا میں۔ انتھی

کہا قسطلانی نے مسالک الحنفا میں کہ ذکر کیا امام فاکہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہ یہ سلام غلام

آزاد کرنے سے بہتر اس لئے ہے کہ عتقِ رقبہ کا مقابلہ عتقِ نار کے ساتھ ہے یعنی جو شخص غلام آزاد کرتا ہے تو ہر عضو اُس شخص کا مقابلہ میں اعضائے غلام کے دوزخ سے آزاد ہوتا ہے اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام کرنے کے مقابل اور عوض اللہ تعالیٰ کا سلام ہے اور اللہ تعالیٰ کا سلام لاکھ جنتوں سے بہتر ہے۔ انتہٰی

اس کے سوا اور بہت سی حدیثیں سلام کی فضیلت میں وارد ہیں اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی بحسب موقع لکھی جائیں گی اب یہاں یہ امر پیشِ نظر ہے کہ اس سلام کی کس قدر وقعت ہے جو عینِ نماز میں ضروری ٹھہرایا گیا حالاں کہ نماز عبادتِ محضہ ہے اور ظاہر ہے کہ عبادت میں توجہ صرف معبودِ حقیقی کی طرف چاہئے۔

نماز میں سلام بطورِ اِنشاء

اگر کہا جائے کہ وہ سلام جو اَلتَّحِیَّات میں پڑھا جاتا ہے یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَاالنَّبِیُّ اس سے خطاب مقصود نہیں بلکہ حکایت ہے شب معراج کی؟

تو اُس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں اَلتَّحِیَّات کا کچھ مطلب ہی نہ ہوا صرف الفاظ ہی رہ گئے نہ اَلتَّحِیَّات لِلّٰہِ سے تمام تحیات اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے کا اعتراف ہوا نہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے توحید پر شہادت ہوئی حالاں کہ جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اَلتَّحِیَّات کی تعلیم فرمائی یہ نہ کہا کہ شب معراج اس قسم کا مخاطبہ ہوا تھا اور بطورِ حکایت اُس کو پڑھنا چاہئے۔

حدیث تعلیم اَلتَّحِیَّات کی یہ ہے جس کو ابنِ تیمیہ نے منتقی الاخبار میں روایت کیا ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ التَّشَھُّدَ کَفِّیْ بَیْنَ کَفَّیْہِ کَمَا یُعَلِّمُنِی السُّوْرَۃَ مِنَ الْقُرْآنِ "اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ

وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔

وَفِيْ لَفْظٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَعَدَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ " وَذَكَرَهٗ، وَفِيْهِ عِنْدَ قَوْلِهٖ "وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ " فَاِنَّكُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ لِّلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَفِيْ آخِرِهٖ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمَسْأَلَةِ مَاشَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ يُّفْرَضَ عَلَيْنَا التَّشَهُّدُ "اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْلُوْا كَذَا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا 'اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ' ذَكَرَهُ الدَّارقطنی وَقَالَ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَّهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ فَرْضٌ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ: خلاصہ ان تینوں روایتوں کا یہ ہے کہ روایت ہے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا انہوں نے کہ تَشَہُّد فرض ہونے کے پیشتر ہم لوگ:

اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ -

کہا کرتے تھے پس فرمایا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ ایسا مت کہو بلکہ جب کوئی نماز میں بیٹھے تو چاہئے کہ کہے: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ آخر تک، اور سکھایا مجھ کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ اَلتَّحِيَّات میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر جیسا کہ کوئی سورۃ قرآن کی تعلیم فرماتے تھے اور فرمایا کہ جب تم نے وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ کہا تو گویا سلام کیا تم نے ہر بندہ صالح پر خواہ آسمان میں ہو وہ یا زمین میں، روایت کیا اس کو اہلِ صحاح ستہ اور امام احمد بن حنبل اور دار قطنی نے بہ حسب تفصیلِ مذکور۔

پھر کہا ابنِ تیمیہ نے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اَلتَّحِیَّات صحابہ پر فرض تھی، انتھی ملخصا

ہر چند الفاظ اَلتَّحِیَّات کے مختلف طور پر وارد ہیں مگر جن میں: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَاالنَّبِیُّ

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے اُن احادیث کو بخاری، مسلم، ابو داؤد،

ترمذی، نَسائی، ابنِ حنبل، امام احمد، ابنِ حِبَّان، ابنِ ابی شیبہ، اور عبدالرزاق

نے روایت کیا ہے کَمَافِیْ کَنْزِالْعُمَّالِ۔

ان روایات سے کسی میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ سلام بطورِ حکایت پڑھا جائے پھر جب

حکایت ہونا اُس کا ثابت نہ ہوا تو معنی مقصود بالذات ہوئے جس سے ثابت ہوا کہ بطورِ انشاء کہا جائے

جیسا کہ شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طوالع الانوار شرح درِمختار میں اس کی تصریح کی

ہے کَمَاسَیَجِیُٔ۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ

اور بروایتِ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

اَلسَّلَامُ عَلٰی فُلَانٍ وَّفُلَانٍ

کہا کرتے تھے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس سے منع فرمایا اور ارشاد کیا جب تم

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ

کہو گے تو تمہارا سلام تمام مقرَّبین و مُرسلین و صالحین کو پہنچ جائے گا۔

اس سے ظاہر ہے کہ یہ سلام بطورِ انشاء ہے نہ بطورِ حکایت، اگر چہ کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کو بھی اسی تعمیم میں سلام پہنچ سکتا تھا لیکن چوں کہ اُس میں کوئی خصوصیت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی نہیں رہتی تھی اس لئے ضرور ہوا کہ بحسب مرتبہ پہلے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

طرف متوجہ ہو کر خطاب کے ساتھ سلام عرض کرے اور تکمیلِ تحیت کے واسطے وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

بھی زیادہ کرے جس سے اعتنا بالشان اس سلام کا ظاہر ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جیسا:
اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْن انشاء ہے ویسا ہی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ بھی انشاء ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ جس میں خطاب وندا ہے متواتر ہے بتواترِ لفظی اگر معنی اس کے مراد نہ لئے جائیں تو ایک قسم کا نسخ لازم آئے گا پھر دلیلِ نسخ کو چاہئے کہ ویسی ہی قطعی ہو اور مخاطبہ شبِ معراج کا احادیثِ صحیحہ سے اگر ثابت ہو جائے جب بھی اس متواتر کا نسخ اس سے نہ ہو سکے گا اس لئے کہ اوّل تو وہ احادیث احاد ہوں گی جس میں قطعیّت نہیں، دوسرا یہ کہ اس اَلتَّحِیَّات کو اُس کے ساتھ کچھ نسبت نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ ہیئت دونوں کی ایک ہوگئی، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اُس کی حکایت ہو بلکہ وہاں جیسا حق تعالیٰ نے بطورِ انشاء فرمایا تھا ویسا ہی یہاں مُصَلِّی بطورِ انشاء عرض کرتا ہے۔

الحاصل بعد تصحیح ان احادیث کے اس متواتر کے نسخ کے لئے یہ بات ضرور ہے کہ بطورِ حکایت پڑھنے کا امر بتواتُر ثابت کیا جائے وَاِذَالَیْسَ فَلَیْسَ۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ جب آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ نازل ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم سلام کا طریقہ تو ہم نے جان لیا صلوٰۃ کا طور ارشاد فرمایئے چنانچہ دُرِّ منثور میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کی ہے:

وَأَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ وَّأَحْمَدُ وَّابْنُ حُمَیْدٍ وَالْبُخَارِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَابْنُ مَرْدَوَیہ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَسَلَّمَ ھٰذَا السَّلَامُ عَلَیْکَ قَدْعَلِمْنَاہُ فَکَیْفَ الصَّلٰوۃُ؟ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ الحدیث

(ترجمہ: امام ابنِ سعد، امام احمد، امام ابنِ حُمید، امام بخاری، امام نسائی، امام ابنِ ماجہ، امام ابنِ مَرْدَوَیہ

رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ پر سلام کا طریقہ ہم نے جان لیا ہے درودِ پاک کا کیا طریقہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا یوں کہا کرو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔)

امام سخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قولِ بدیع میں لکھا ہے کہ مراد اس سلام سے جس کہ نسبت صحابہ نے اپنا علم ظاہر کیا سلام تشہد ہے یعنی:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ حَيْثُ قَالَ وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ؟ فَاَعْلَمَهُمْ اِيَّاهُ فِي التَّشَهُّدِ مِنْ قَوْلِهِمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ فَيَكُوْنُ الْمُرَادُ بِقَوْلِهِمْ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ اَيْ بَعْدَ التَّشَهُّدِ۔ قَالَهُ الْبَيْهَقِيُّ۔

(ترجمہ: جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کہنے سے ہم نے اس کا طریقہ جان لیا ہے آپ پر درودِ پاک کا کیا طریقہ ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ صحابہ کرام کو سکھا دیا تھا، تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ پوچھنا کہ ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں اس سوال سے اُن کی مراد تشہد کے بعد کے درودِ پاک کے بارے میں پوچھنا ہے۔)

اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نزدیک یہ سلام انشائے تحیت تھا اس لئے کہ سَلِّمُوْا کے اِمتثال میں اس کو قرار دیا تھا اور اِمتثال کے لئے انشاء کی ضرورت ہے حکایت مفید نہیں ہو سکتی۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ سلام عرض کرنا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کئی مواقع میں واجب ہے۔

ایک تشہدِ اخیر میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک۔

دوسرا نام مبارک آپ کا سُن کر۔

تیسرا جب قبر شریف کے پاس حاضر ہووے۔

حَیْثُ قَالَ فِی الْقَوْلِ الْبَدِیْعِ وَلْیُعْلَمْ اَنَّہٗ یَرْتَقِیْ دَرَجَۃُ التَّسْلِیْمِ عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْوُجُوْبِ فِیْ مَوَاضِعَ۔ اَلْاَوَّلُ فِی التَّشَهُّدِ الْاَخِیْرِ نَصَّ عَلَیْہِ الشَّافِعِیُّ۔ اَلثَّانِیْ مَانَقَلَہُ الْحلیمی اَنَّہٗ یَجِبُ التَّسْلِیْمُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلَّمَا ذُکِرَ۔ وَفِی الشِّفَاءِ نَقْلًا عَنِ الْقَاضِیْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ بکیر نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ اللّٰہُ اَصْحَابَہٗ اَنْ یُسَلِّمُوْا عَلَیْہِ وَکَذٰلِكَ مِنْ بَعْدِھِمْ اُمِرُوْا اَنْ یُسَلِّمُوْا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ حُضُوْرِھِمْ قَبْرَہٗ وَعِنْدَ ذِکْرِہٖ۔

(ترجمہ: جیسا کہ اَلْقَوْلُ الْبَدِیْع میں فرمایا کہ معلوم ہونا چاہئے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرنے کا درجہ کئی مقامات پر واجب کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے (۱) آخری تشہد میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر نص فرمائی ہے۔ (۲) اسے امام حلیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جب کبھی ذکر کیا جائے آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنا واجب ہے، کتاب الشفاء میں حضرت قاضی ابوبکر بن بکیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کر کے فرمایا کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ

پر درودِ پاک بھیجنے کا حکم دیا اور اسی طرح اُن کے بعد آنے والوں لوگوں کو بھی حکم دیا گیا کہ جب وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار مبارک پر حاضر ہوں اور جب آپ کا ذکر کیا جائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درودِ پاک بھیجیں۔)

چھٹی دلیل شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طوالع الانوار شرح دُرِّ مختار میں لکھا ہے کہ: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ کے معنی کو مقصود بالذات سمجھے اور بطورِ انشاء سلام عرض کرے۔

كَمَاقَالَ وَيُقْصَدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِيهَا حَالَ كَوْنِ تِلْكَ الْاَلْفَاظِ مُرَادَةً لَهُ أَيْ مَقْصُوْدَةً لِنَفْسِهٖ عَلٰى وَجْهِ الْاِنْشَاءِ كَأَنَّهُ يُحَيِّي اللّٰهَ تَعَالٰى وَيُسَلِّمُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَاالنَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ فَاِنْ قِيْلَ كَيْفَ شُرِعَ هٰذَااللَّفْظُ وَهُوَ خِطَابُ بَشَرٍ مَّعَ كَوْنِهٖ مَنْهِيًّا فِي الصَّلٰوةِ؟ أُجِيْبَ عَنْ ذٰلِكَ بِاَجْوِبَةٍ۔ انتہٰی

(ترجمہ: جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ نمازی ان الفاظ سے اِن کے معانی مراد لے اس حال میں کہ یہ اَلفاظ اس کی اپنی مراد ہوں، یعنی اِنشاء کے انداز پر اپنی ذات کے لئے مقصود ہوں، گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیّت اور دربارِ نبوی میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہہ کر سلام پیش کر رہا ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ یہ اَلفاظ کس طرح جائز ہو سکتے ہیں جب کہ یہ اَلفاظ خیر البشر کو خطاب ہیں حالاں کہ انسان کو خطاب نماز میں ممنوع ہے؟ اِس اعتراض کے کئی ایک جواب دیئے گئے ہیں۔)

ساتویں دلیل یہ حدیث شریف ہے جو بخاری شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنَ سَخْبَرَۃَ اَبُوْمَعْمَرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ کَفِّیْ بَیْنَ کَفَّیْہِ کَمَا یُعَلِّمُنِی السُّوْرَۃَ مِنَ الْقُرْآنِ "اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ" وَھُوَ بَیْنَ ظَھْرَانَیْنَا فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا: اَلسَّلَامُ یَعْنِیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو معمر سے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا ہے کہ کہتے تھے سکھایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اَلتَّحِیَّات مذکور اپنے دونوں ہاتھوں میں میرا ہاتھ لے کر جیسا کہ کوئی سورۃ قرآن کی سکھاتے ہیں اُس حالت میں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں تشریف رکھتے تھے پھر جب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو کہا ہم نے: اَلسَّلَامُ یعنی عَلَی النَّبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ انتہٰی

ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فَتْحُ الْبَارِی میں لکھا ہے:

وَرَدَ فِیْ بَعْضِ طَرِیْقِ حَدِیْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مَایَقْتَضِی الْمُغَایَرَۃَ بَیْنَ زَمَانِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَابَعْدَہٗ فِی الْخِطَابِ فَفِی الْاِسْتِیْذَانِ مِنْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ مِنْ طَرِیْقِ اَبِیْ معمر عَنْہُ بَعْدَ اَنْ سَاقَ حَدِیْثَ التَّشَھُّدِ قَالَ وَھُوَ بَیْنَ اَظْھُرِنَا فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا: اَلسَّلَامُ یَعْنِیْ عَلَی النَّبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ وَاَخْرَجَہٗ ابو عوانۃ فِیْ صحیحِہٖ وَّاَبُوْنُعَیْمٍ وَالْبَیْھَقِیُّ مِنْ طُرُقٍ

مُتَعَدِّدَةٍ بِلَفْظِ فَلَمَّاقُبِضَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ۔ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوبَكْرِبْنُ شَيْبَةَ قَالَ السبكى فِىْ شَرْحِ الْمِنْهَاجِ بَعْدَ اَنْ سَاقَهٗ مُسْنَدًا اِلٰى اَبِىْ عوانة وَحْدَهٗ اِنْ صَحَّ عَنِ الصَّحَابَةِ هٰذَا دَلَّ عَلٰى اَنَّ الْخِطَابَ فِى السَّلَامِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ وَاجِبٍ۔انتہی قُلْتُ قَدْصَحَّ بِلَارَيْبٍ وَقَدْ وَجَدْتُّ لَهٗ مُتَابِعًاقَوِيًّا۔

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَمَّاابْنُ جَرِيْجٍ اُخْبَرَنِىْ عَطَاءُ اَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ وَالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَىٌّ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَاالنَّبِىُّ" فَلَمَّامَاتَ قَالُوْا "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِىِّ" وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔ وَاَمَّا مَارَوٰى سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ مِنْ طَرِيْقِ اَبِىْ عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ التَّشَهُّدَ فَذَكَرَهٗ۔ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّمَاكُنَّا نَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اِذَاكَانَ حَيًّا فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ هٰكَذَاعَلَّمَنَاهُ وَهٰكَذَا نُعَلِّمُ فَظَاهِرُهٗ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَهٗ بَحْثًا وَاَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَمْ يَرْجِعْ اِلَيْهِ لٰكِنْ رِوَايَةَ اَبِىْ معمر اَصَحُّ لِاَنَّ اَبَاعُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ اَبِيْهِ وَالْاِسْنَادُ مَعَ ذٰلِكَ ضَعِيْفٌ۔

(ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی بعض روایتوں میں ایسے الفاظ وارد ہیں جو تقاضا کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری حیات کے زمانہ اور اُس کے بعد کے عرصہ میں آپ کو خطاب کرنے کے انداز الگ الگ ہیں، صحیح بخاری کی کتاب الْاِسْتِیْذَان میں حضرت ابومعمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تشہد کی حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا یہ اُس زمانہ کا تشہد ہے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تھے جب آپ کا وصال ہوگیا تو ہم کہتے تھے "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اے امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے اپنی صحیح میں، اور امام ابو نُعیم اور امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے متعدد طُرُق سے روایت کیا اس کے اَلفاظ یوں ہیں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ہم کہنے لگے: اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ امام ابوبکر بن شیبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی طرح روایت کی، علامہ سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منہاج کی شرح میں اس کو صرف امام ابوعواہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک سند کے ساتھ ذکر کر کے فرمایا: اگر یہ روایت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے تو اس سے امر پر دلالت ہوتی ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ اقدس کے بعد آپ کو مخاطب کر کے سلام پیش کرنا واجب نہ تھا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ روایت بے شک صحیح ہے میں نے اس کی ایک قوی متابع حدیث پائی ہے۔ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ حضرت ابنِ جریج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مجھے حضرت عطاء نے بتایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظاہری حیات مبارکہ کے ساتھ زندہ تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہا کرتے تھے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو وہ کہنے لگے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ اس کی اَسناد صحیح ہے۔

لیکن جو حدیث امام سعید بن منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود سے اُنہوں نے اپنے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو تشہد سکھایا تو آپ نے اُس تشہد کو ذکر فرمایا۔ حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس پر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہنے لگے ہم اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ صرف اُس وقت کہا کرتے تھے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندہ تھے، یہ سُن کر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح سکھایا تھا اور ہم اسی طرح لوگوں کو سکھاتے ہیں، یہ روایت اپنے ظاہری اَلفاظ سے دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ بطورِ بحث کہا اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کے قول کی طرف رجوع نہ فرمایا

لیکن حضرت ابو معمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت زیادہ صحیح ہے کیوں کہ حضرت ابو عبیدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع نہیں کیا، اس کے ساتھ یہ سند بھی ضعیف ہے۔)

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس سلام کو بطورِ انشاء کہا کرتے تھے اسی وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اجتہاد سے لفظِ خطاب ونداکو بدل دیا اور اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ کہنا شروع کیا کیوں کہ اگر یہ سلام بطورِ حکایت ہوتا تو بدلنے کی کچھ ضرورت نہ تھی پس ثابت ہوا کہ یہ سلام انشاء ہے نہ حکایت۔

اب یہاں یہ بات معلوم کرنا چاہئے کہ بعد وفات شریف کے اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خطاب ونداکو بدلنا ثابت ہو تو سبب اُس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرمائے عالمِ ابدی ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسندِ خلافتِ الٰہی کو وجودِ عنصری سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خالی پایا عالم آنکھوں میں تیرہ وتاریک ہو گیا، غم والم کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعضوں سے دیوانوں کی سے حرکات صادِر ہونے لگیں، بات بات پر یادِ اشفاق ومراحمِ مربیانہ ایک مصیبت برپا کئے دیتے تھے۔ باوجودیکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کے ثوابوں سے خوب واقف تھے اور اسی کام پر مامور تھے مگر اس صدمہ نے اُن کو اس فضیلتِ عُظمیٰ سے باز رکھا کیوں کہ جب نام مبارک زبان پر آجاتا تو نقشہ حضوری کا آنکھوں کے سامنے پھر جاتا، پھر اس حالتِ جانکاہ کا بیان کیا ہو سکے کہ جس کی وجہ سے ایسی فضیلتِ عُظمیٰ کی طرف مُبادرت نہیں کر سکتے تھے، ہر چند صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے اُنہیں آزاد کیا تھا حُکم بھی فرمایا مگر جب بھی نہ ہو سکا حالاں کہ اِمتثالِ امرِ اُن کا اُنہیں دو طور سے ضرور تھا ایک بحیثیت آقائی دوسرے خلافت کہ کسی مسلمان کو انحراف اُن کے امر سے جائز نہ تھا، لیکن کیا کر سکتے غم کا تسلُّط کچھ اس قدر ہو گیا تھا کہ دل ہی قابو میں

نہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ آخر معذور رکھے گئے۔ چنانچہ کَنزُ العُمَّال میں منقول ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرٰهِيْمَ بْنِ الْحراث التيمى قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَّنَ بِلَالٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُقْبَرْ فَكَانَ اِذَا قَالَ "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اِنْتَحَبَ النَّاسُ فِي الْمَسْجِدِ فَلَمَّا دُفِنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُوْبَكْرٍ أَذِّنْ قَالَ اِنْ كُنْتَ اِنَّمَا أَعْتَقْتَنِىْ لِلّٰهِ فَخَلِّنِىْ وَمَنْ أَعْتَقْتَنِىْ لَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا أَعْتَقْتُكَ لِلّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ اِنِّىْ لَا أُؤَذِّنُ لِأَحَدٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَاكَ اِلَيْكَ فَأَقَامَ حَتّٰى خَرَجَتْ بُعُوْثُ الشَّامِ فَسَارَ مَعَهُمْ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْهَا۔ ابن سعد۔

ترجمہ: روایت ہے محمد بن ابراہیم سے کہ جب وفات فرمائی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان کہی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس وقت کہ ہنوز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دفن نہیں کیے گئے تھے جب اُنہوں نے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا مسجد شریف میں کُہرام مچ گیا، کسی سے ضبطِ گریہ نہ ہوسکا اور بے اختیار آوازیں بلند ہوگئیں، پھر بعد دفن کے جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلال کو اذان کا حُکم دیا عرض کیا کہ اگر آپ نے اللہ کے واسطے مُجھے آزاد کیا ہے تو مُجھے اللہ کے حوالہ کر دیجئے، فرمایا میں نے صرف اللہ واسطے تمہیں آزاد کیا ہے، کہا بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اب کسی کا موذن نہ ہوں گا، فرمایا تمہیں اختیار ہے پھر اقامت کی مدینہ منورہ میں چند روز اور جب شام کی طرف لشکر روانہ ہوا تو اس کے ہمراہ چلے گئے اور وہیں رہے۔ انتہی

اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے وفات شریف کی خبر سُنتے ہی دُعا کی کہ الٰہی اب ہمیں نابینا کردے کہ بعد اپنے حبیب کے کسی کی صورت نہ دیکھیں:

کَمَافِي الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِيَّةِ: وَذَكَرَ ابْنُ الظفر اَيْضًا اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ هٰذَا كَانَ

یَعمَلُ فِی جَنَّتِہٖ لَہٗ فَاَتَاہُ ابنُہٗ فَاَخبَرَہٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ تَوَفّٰی فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اذھَبْ بَصَرِیْ لَااَرٰی بَعدَ حَبِیبِیْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَحَدًا فَکُفَّ بَصَرُہٗ اَیْ عَمِیَ۔

(ترجمہ: جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ہے: حضرت ابنِ ظفر نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے باغ میں کام کر رہے تھے اُن کے پاس اُن کے بیٹے آئے اور بتایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہوگیا ہے، آپ یوں دُعا مانگنے لگے: اے اللہ! میری آنکھیں لے لے تاکہ میں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی کو نہ دیکھوں تو اُن کی آنکھیں بند ہوگئیں، یعنی آپ نابینا ہوگئے۔)

واقع میں اس مصیبت کی کچھ انتہا نہیں سواری مبارک کے جانور پر اس صدمہ کا وہ اثر ہوا کہ مُتحمّل نہ ہوسکا آخر خودکشی کی چنانچہ محدِّثین نے اس کی تصریح کی ہے جب جانور کا یہ حال ہو تو اُن جانبازانِ خستہ جگر کا کیا حال ہوا ہوگا جن کو محبت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام عالم اور جان سے زیادہ تر تھی؟ مگر ہر آسودہ حال کو اس حالت کی کیا خبر؟ اُس کو تو وہی لوگ جانیں جو مذاقِ محبت سے واقف اور فراق کے صدمے اُٹھا چکے ہوں۔

الحاصل کمال غم والم کے سبب سے اوائل میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خطاب کو ترک کردیا پھر جب وہ حالت بسبب امتدادِ زمانہ کے فرو ہوگئی بحسبِ تعلیم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھر اُسی طور پر بصیغۂ خطاب ونداپڑھنا شروع کیا چنانچہ صحابہ وتابعین کا عمل اسی پر رہا اور آج تک وہی جاری ہے اِثبات اس دعویٰ کا کئی وجوہ سے ہوسکتا ہے۔

وجہِ اوّل یہ ہے کہ بروایتِ متعدّدہ ثابت ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر وعُمرِ فاروق اور عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم برسرِ منبر علیٰ رؤسِ الاشھاد اپنی خلافتوں میں تعلیم اَلتَّحِیَّات کی

بلفظِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کیا کرتے تھے اور یہ تعلیم کچھ ایسی نہ تھی کہ کسی پر پوشیدہ رہ سکے، پھر اگر کسی کو ندا و خطاب میں کلام ہوتا تو ضرور کہہ دیتے کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان سے بعید ہے کہ کسی مسئلہ کو خلافِ واقع سُن کر خاموش رہ جائیں خصوصاً ایسا مسئلہ کہ جس میں آخری زمانہ والوں کے خیال کے مطابق شرک کا اندیشہ ہے۔ امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح کنز میں لکھا ہے:

وَعَنْ جَمَاعَةٍ مِّنْ أَهْلِ النَّقْلِ أَنَّ تَشَهُّدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَصَحُّ مَا یُرْوٰی وَعَلَیْهِ عَمَلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ حَتّٰی قَالَ ابْنُ عُمَرَ كَانَ أَبُوْبَكْرِنِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ عَلَی الْمِنْبَرِ كَمَا یُعَلَّمُ الصِّبْیَانُ فِی الْكِتَابِ فَذَكَرَ تَشَهُّدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ۔

یعنی بروایتِ ابنِ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ثابت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برسرِ منبر تعلیم تشہدِ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا کرتے تھے جیسا کہ مکتبوں میں لڑکوں کو تعلیم کیا کرتے ہیں۔

یہ وہ تشہد ہے جس میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ موجود ہے اس لئے کہ محدّثین وفقہاء جب تشہد ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہتے ہیں تو مراد اُس سے وہ تشہد ہوتی ہے جو مرفوع ہے یعنی جس کی تعلیم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ہے كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَارِیِّ أَنَّهٗ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَهُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَهُوَ یُعَلِّمُ النَّاسَ التَّشَهُّدَ یَقُوْلُ قُوْلُوْا "اَلتَّحِیَّاتُ الزَّاكِیَاتُ لِلّٰهِ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، مَالِكٌ وَّالشَّافِعِیُّ عب، وَالطَّحَاوِی، ك، ق، كَذَافِیْ كَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن القاری سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا ہے کہ اَلتَّحِیَّات مذکور برسرِ منبر تعلیم کیا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح معانی الآثار میں۔

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ وَّطَاؤُس عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا یُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ فَكَانَ یَقُوْلُ "اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ الحدیث۔

(ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں تشہد اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن مجید۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یوں سکھایا کرتے تھے: اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (تمام بابرکات قوی اور پاکیزہ بدنی عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اے نبی محترم! آپ پر سلام، اللہ تعالیٰ کی رحمت اُس کی برکتیں نازل ہوں۔)

وَعَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ سُئِلَ عَطَاءٌ وَاَنَا اَسْمَعُ عَنِ التَّشَهُّدِ فَقَالَ اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلٰوةُ لِلّٰهِ، ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهٗ۔ قَالَ لَقَدْ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُهُنَّ عَلَى الْمِنْبَرِ یُعَلِّمُهُنَّ النَّاسَ وَلَقَدْ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ مِثْلَ مَا سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَیْرِ یَقُوْلُ قُلْتُ فَلَمْ یَخْتَلِفِ ابْنُ الزُّبَیْرِ وَبْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ فَقَالَ لَا۔

یعنی کہا عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہ سُنا میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے کہ بر سرِ منبر اَلتَّحِیَّات مذکور کی تعلیم کیا کرتے تھے اور وہی اَلتَّحِیَّات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی سُنی ہے۔ انتھی ملخصا

جب اس قسم کے مجمعوں میں جس میں ہزار ہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوتے تھے خلفاء نے تشہد بصیغۂ خطاب تعلیم کیا اور کسی نے اُس کا انکار نہ کیا تو ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع تھا، اب بعد ثبوتِ اِجماع کے ضرورت نہ رہی کہ افرادِ صحابہ کا عمل بھی بیان کیا جائے مگر تبرُّعاً چندا کابر صحابہ کا عمل بھی بیان کیا جاتا ہے تا طالبینِ حق کو کسی قسم کا اِشتباہ باقی نہ رہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل اور تعلیم کرنا بصیغۂ خطاب ابھی معلوم ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی اسی قسم کی اَلتَّحِیَّات ثابت ہے۔

كَمَا فِي الْمُوَطَّاءِ لِإِمَامِ مُحَمَّدٍ قَالَ مَالِكٌ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ قَاسِمٍ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَتَشَهَّدُ فَتَقُوْلُ :اَلتَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔

(ترجمہ: جیسا کہ مؤطاء امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہمیں حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُنہوں نے اپنی والدہ ماجدہ سے اور اُنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ آپ تشہد میں یہ پڑھا کرتی ہیں: اَلتَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔ (تمام قولی، بدنی اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے

لئے ہیں میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُس کے خاص بندے اور رسول ہیں، اے نبی محترم! آپ پر سلام، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کی برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی سلام ہو اور تم پر سلام ہو۔)

اسی طرح ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

كَمَافِي الْمُوَطَّاء لِإمَام مُحَمَّدٍ قَالَ مَالِكٌ رَّحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيهِمَا أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَتَشَهَّدُ فَيَقُوْلُ: بِسْمِ اللّٰهِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ وَالزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَاالنَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ الحديث۔

(ترجمہ: جیسا کہ مؤطاء امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہمیں حضرت نافع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ وہ تشہد یوں پڑھا کرتے تھے: بِسْمِ اللّٰهِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ وَالزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَاالنَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ (اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں، تمام قولی عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، تمام بدنی عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور تمام مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اے نبی محترم! آپ پر سلام، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کی برکتیں نازل ہوں، ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔)

اور شرح معانی الا ثار میں امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کی ہے:

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنْتُ اَطُوْفُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِالْبَيْتِ وَهُوَ يُعَلِّمُنِي التَّشَهُّدَ يَقُوْلُ :اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

اَیُّهَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَزِدْتُ فِیْهَا وَبَرَکَاتُهٗ۔

(ترجمہ: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کی کہ میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ طواف کررہا تھا آپ مجھے تشہد سکھا رہے تھے، وہ یوں کہہ رہے تھے: اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوٰاتُ الطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ (تمام قوی عبادات، بدنی عبادات اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اے نبی پاک! آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اِس میں وَبَرَکَاتُهٗ کا اضافہ کرلیا ہے۔)

یعنی مجاہد کہتے ہیں کہ سکھایا مُجھ کو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالتِ طواف میں تشہدِ مذکور۔ اسی طرح معاویہ اور سلمان فارسی اور ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔

مولانا مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم نے اَلتَّعْلِیْقُ الْممجد میں لکھا ہے:

وَمِنْهُمْ مُعَاوِیَةُ أَخْرَجَ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ مِثْلَ تَشَهُّدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّمِنْهُمْ سَلْمَانُ أَخْرَجَ الطَّبَرَانِیُّ وَالْبَزَّارُ مِثْلَ تَشَهُّدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ وَقَالَ فِیْ آخِرِهٖ: قُلْهَا وَلَاتَزِدْفِیْهَا حَرْفًا وَلَاتَنْقُصْ مِنْهَا حَرْفًا۔ اِسْنَادُهٗ ضَعِیْفٌ وَّمِنْهُمْ أَبُوْحُمَیْدٍ أَخْرَجَ الطَّبَرَانِیُّ عَنْهُ مَرْفُوْعًا مِّثْلَهٗ۔

یعنی یہ حضرات ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشہد پڑھا کرتے اور روایت کیا کرتے تھے اور کہا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ اس سے زیادہ کرو نہ کم۔

اور ایسا ہی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

عَنْ أَبِی الْمُتَوَکِّلِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَاسَعِیْدٍ عَنِ التَّشَهُّدِ فَقَالَ "اَلتَّحِیَّاتُ الصَّلَوٰاتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" وَقَالَ أَبُوْسَعِیْدٍ

كُنَّا لَا نَكْتُبُ شَيْئًا اِلَّا الْقُرْاٰنَ وَالتَّشَهُّدَ ش كَذَا فِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ۔

(ترجمہ: حضرت ابوالمتوکل سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تشہد کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا تشہد یوں ہے: "اَلتَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم قرآن مجید اور تشہد کے سوا کچھ نہ لکھا کرتے تھے)۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعین کو اسی اَلتَّحِيَّات کی تعلیم کیا کرتے تھے جس کی تعلیم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کی تھی:

كَمَا رَوَى ابْنُ الْهُمَامِ فِيْ فَتْحِ الْقَدِيْرِ:

قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ اَخَذَ حَمَّادُ بْنُ سُلَيْمَانَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ بِيَدِيْ وَعَلَّمَنِي التَّشَهُّدَ. وَقَالَ حَمَّادُ اَخَذَ اِبْرَاهِيْمُ بِيَدِيْ وَعَلَّمَنِي التَّشَهُّدَ وَقَالَ اِبْرٰهِيْمُ اَخَذَ عَلْقَمَةُ بِيَدِيْ وَعَلَّمَنِي التَّشَهُّدَ وَقَالَ عَلْقَمَةُ اَخَذَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِيَدِيْ وَعَلَّمَنِي التَّشَهُّدَ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِيْ وَعَلَّمَنِي التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَكَانَ يَاْخُذُ عَلَيْنَا بِالْوَاوِ وَاللَّامِ۔

(ترجمہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے تشہد سکھایا، حضرت حماد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے تشہد سکھایا، حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت علقمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے تشہد سکھایا، حضرت علقمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے تشہد سکھایا،

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے تشہد سکھایا جس طرح کہ مجھے قرآن مجید کی سورت سکھایا کرتے تھے، واؤ اور لام کی کمی بیشی پر پکڑ فرمایا کرتے تھے۔)

یعنی سکھایا ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علقمہ کو اَلتَّحِیَّات ہاتھ پکڑ کر جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو سکھایا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ صرف چند روز صغیۂ خطاب وندا کو اُنہوں نے بدلا تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس تعبیر میں لحاظ خطاب وندا کا تھا تو یہ سبب قبل انتقال آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی موجود تھا اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اکثر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غائب بھی ہوتے تھے پس اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ حالتِ غیبت میں بصیغۂ خطاب وندا نہ پڑھتے ہوں حالاں کہ یہ بات کسی سے مروی نہیں بلکہ خود اس حدیث میں مصرّح ہے کہ بعد وفات شریف کے خطاب بدلا گیا، پس معلوم ہوا کہ عِلّت تغیُّر کی نداو خطاب نہ تھی بلکہ صدمہ وفات شریف کا تھا۔ پس ان وجوہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اوّل تو جملہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صیغۂ ندا کو بدلا ہی نہیں اور بعضوں نے جو بدلا سبب اُس کا یہ نہ تھا کہ بعد وفات شریف کے خطاب وندا جائز نہیں اور بعد چند روز کے بدلنے والے بھی بحسب تعلیم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بصیغۂ خطاب پڑھتے اور تعلیم کیا کرتے تھے۔

شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اَلْمَوَاهِب اللطفيه فِيْ شَرْحِ مُسْنَدِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ میں اس مسئلہ میں نہایت ہی لطیف و چست بحث کی ہے چوں کہ مناسب مقام ہے اس لئے بعینہٖ اُن کی عبارت نقل کی جاتی ہے وَهِيَ هٰذَا:

لَاشَكَّ أَنَّ الشَّارِعَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَ لَفْظَ التَّشَهُّدِ وَقَدِاشْتَمَلَ عَلَى الْخِطَابِ وَلَمْ يَقُلْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يُخَالِفُوْنَ بِذٰلِكَ اللَّفْظِ بَعْدَ وَفَاتِهِ مَعَ

أَنَّ الْـمُوجِبَ فِي الْإِتيَانِ بِلَفظِ الْغَيْبَةِ كَانَ مَوْجُوْدًا فِيْ زَمَانِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِغَيْبَتِهِمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَسْفَارِ وَالْمَغَازِي وَالسَّرَايَاوَغَيرِ ذٰلِكَ، وَلَمْ يُنقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ اَنَّهٗ كَانَ تَشَهَّدَ بِلَفظِ الْغَيْبَةِ فِيْ تِلْكَ الْحَالَاتِ، عَلٰى أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنهُ عَلَّمَ النَّاسَ التَّشَهُّدَ عَلَى الْمِنبَرِ فِيْ أَيَّامِ خِلَافَتِهٖ فَعَلَّمَهُمْ بِلَفظِ الْخِطَابِ ، كَمَاأَخْرَجَهٗ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِالْقَارِي۔ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ تَشَهُّدِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنهَا الَّذِيْ كَانَتْ تَتَشَهَّدُ بِهٖ۔ وَذٰلِكَ لَاشَكَّ فِيْهِ اَنَّهٗ بَعْدَ وَفَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَكَذَالِكَ مَارَوَاهُ نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يَتَشَهَّدُ وَفِيْهِ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَاالنَّبِيُّ وَرَحمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ" وَكُلُّ هٰذَا عِنْدَ مَالِكٍ فِي الْمُوَطَّا۔ وَكَانَ اَبُوْمُوْسٰى يُعَلِّمُ بِهٰذَا أَيْضًا كَمَاأَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ۔ وَعَلَّمَ ابْنُ عُمَرَ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ ناطى بِذٰلِكَ عِنْدَ أَبِيْ دَاوٗدَ وَعَلَّمَ سَلْمَانُ أَبَارَاشد كَذٰلِكَ كَمَاأَخْرَجَهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَالْبَزَّارُ۔ فَهٰذَاكُلُّهٗ صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّهُمْ حَمَلُوْا أَلْفَاظَ التَّشَهُّدِ عَلٰى سَبِيْلِ التَّعَبُّدِ وَلَمْ يَجْعَلُوْهُ مَخْصُوْصًا بِزَمَانٍ دُوْنَ زَمَانٍ۔ فَغَايَةُ مَايُفْهَمُ مِنْ فِعْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْمَا أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهٗ وَفِيْ فِعْلِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ حَكٰى عَنْهُمْ عَطَاءُ أَنْ يَّكُوْنَ اجْتِهَادًا مِّنْهُمْ لَااَنَّهٗ بِتَوْقِيْفٍ مِّنَ الشَّارِعِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَنَّهٗ لَامَحَالَ لِلاجْتِهَادِ فِيْ مُقَابَلَةِ مَاعَيَّنَهُ الشَّارِعُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔عَلٰى اَنَّ خَبَرَ عَطَاء لَايُفْهَمُ مِنْ سَمِعَ مِنَ الصَّحَابَةِ بِلَفظِ الْغَيْبَةِ وَغالب مَايُرْوٰى عَنْ عَطَاءٍ عَنْ

ھٰؤُلَاءِ الْمَذْكُوْرِيْنَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَقَدْ أَسْمَعْنَاكَ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَا كَانُوْا يَتَشَهَّدُوْنَ إِلَّا بِلَفْظِ الْخِطَابِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ وَمَنْ وَقَفَ عَلٰى خِلَافِ مَا حَرَّرْتُهٗ مُؤَيَّدًا بِبُرْهَانٍ فَلْيُفِدْ جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ اَلتَّحِیَّات تعلیم فرمائی تھی جس میں صیغۂ خطاب ہے اور یہ نہ فرمایا کہ بعد وفات شریف کے وہ لفظ بدل دیا جائے اور سبب صیغۂ غائب کا خود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سفر وغیرہ کی وجہ سے غائب ہوا ہی کرتے تھے، پھر کسی سے یہ منقول نہیں کہ اُس حالت میں صیغۂ خطاب کو ترک کیا ہو، اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عائشہ صدّیقہ اور ابنِ عمر اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تعلیم کرنا اور پڑھنا بصیغۂ خطاب بعد وفات شریف کے ثابت ہے، پس اس سے ظاہر ہے کہ الفاظِ تشہّد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک تعبّدی تھے کہ خصوصیّت اُس کو کسی زمانہ کے ساتھ نہیں، اور بعض صحابہ کرام نے جو اُس کو بدل دیا تھا تو وہ اُن کا اِجتہاد تھا شارع علیہ السلام کا امر نہیں باوجودیکہ مقابلہ میں تعیینِ شارع کے اِجتہاد کو دخل نہیں، پھر کہا شیخ عابد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اگر کوئی اس تحریر کے خلاف پر مطّلع ہو تو چاہئے کہ پیش کرے بشرطیکہ مؤیّد بالبرہان ہو۔ انتھی

احادیثِ مذکورہ بالا سے یہ بات ثابت ہے کہ صحابۂ کبار بعد وفات شریف کے اَلتَّحِیَّات بصیغۂ نداو خطاب پڑھا کرتے اور علی رؤس الاشہاد تعلیم کیا کرتے تھے، اور خاص حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس اَلتَّحِیَّات کی تعلیم میں نہایت اہتمام تھا کہ ایک ایک حرف کی کمی وزیادتی پر مواخذہ کیا کرتے تھے چنانچہ قریب میں معلوم ہوگا۔

اور امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعد حدیثِ اَلتَّحِیَّات ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لکھا ہے کہ عامہ اہلِ علم صحابہ وتابعین کا اسی پر عمل تھا، اور یہی قول سُفیان ثوری اور ابنِ مبارک اور

امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم وغیرہم کا ہے، اور کہا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تشہد ابنِ عباس کو اختیار کیا اُس میں بھی صیغہ خطاب وندا کا موجود ہے۔ اور یہ بھی مضمونِ سابق سے مُستفاد ہوا کہ آئمہ اربعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی مَعمُول بِہ وہ اَلتَّحِیَّات ہے جس میں صیغہ خطاب وندا کا ہے اور علمائے مذاہب اربعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا عمل اِلٰی یَوْمِنَا ھٰذَا اسی پر جاری ہے۔

چنانچہ حنابلہ سے ابنِ تیمیہ نے منتقی الخبار میں نداوخطاب والی تشہد کو ذکر کیا اور ابو عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت سے اِغماض کیا بلکہ کتاب المحرر میں جو فقہ میں لکھی ہے اسی تشہد کا امر کیا ہے جس میں خطاب موجود ہے۔

حَیْثُ قَالَ وَیَتَشَهَّدُ فَیَقُوْلُ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ الخ

(ترجمہ: کیوں کہ آپ نے کہا اور تشہد یوں پڑھے: اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (سب قولی، بدنی اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اے نبی محترم! آپ پر سلام، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔)

حتیٰ کہ خود امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترکِ خطاب کو پسند نہیں کیا اس لئے کہ التّحیّات کے ابواب میں ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث پر اِستدلال کیا جس میں اُن کا وہ قول نہیں اور جس میں وہ قول ہے اُس کو کِتَابُ الْاِسْتِیْذَان میں مصافحہ کے باب میں ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ قول ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بھی معمُول بِہ نہیں۔

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ مقصود ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس قول سے کیا ہے جو بخاری میں

بروایت ابی معمر مذکور ہے۔

عَلَّمَنِی رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ کَفِّی بَیْنَ کَفَّیْہِ کَمَا یُعَلِّمُنِی السُّوْرَۃَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الخ، وَھُوَ بَیْنَ ظَھْرَانَیْنَا فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(ترجمہ: مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تشہد سکھائی جب کہ میری ہتھیلی اُن کی ہتھیلی میں تھی جس طرح کہ آپ مجھے قرآن مجید کی سورت سکھایا کرتے تھے، آپ نے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الخ پڑھنا سکھایا، ہم یہ پڑھتے تھے جب کہ آپ ہمارے درمیان تھے، جب آپ کا انتقال ہوگیا تو ہم اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پڑھنے لگے۔)

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ بعد وفات شریف کے بھی صحابہ کرام اَلتَّحِیَّات میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہی سلام عرض کیا کرتے تھے جو سابق سے معیّن تھا یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ تا خدشہ حاضرین کا نداوغیرہ کے باب میں بنظر فعلِ صحابہ کے دفع ہوجائے اور یہ بات مطابق واقع کے ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فعل ایسا ہی تھا کَمَا مَرَّ اٰنِفًا۔

اس توجیہ پر الف لام قُلْنَا اَلسَّلَامُ میں عہد کا ہوگا پس مطلب یہ ہوا کہ جب انتقال فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا ہم نے اَلتَّحِیَّات میں وہی سلام جو اوپر مذکور ہے، اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ فَلَمَّا قُبِضَ کے جواب میں صرف اَلسَّلَامُ پر اکتفاء کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفسِ سلام کی خبر مخاطب کو دینا منظور ہے اور اگر خطاب بدلنے کا اخبار منظور ہوتا تو صرف سلام پر اکتفاء نہ کرتے بلکہ غیبت کی تصریح کردیتے۔ اور اگر لفظِ اَلسَّلَامُ کو مقولہ قُلْنَا کا بتایئے تو لازم آتا ہے کہ صرف اَلسَّلَامُ کہتے ہوں بغیر ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو ظاہر البطلان ہے پھر مزید توضیح

وتعیین کے لئے سلام کی تفسیر کی باعتبارِ مُسَلَّم عَلَیْه کے: حَیْثُ قَالَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ یعنی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ اس لئے کہ اَلتَّحِیَّات میں مُسَلَّم عَلَیْه تین ہیں۔ پس مطلب اُس کا یہ ہوا کہ بعد وفات شریف کے ترک نہیں کیا ہم نے سلام کو بلکہ کہا ہم نے وہ سلام یعنی جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بلفظِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہا کرتے تھے۔

اور اسی کی مُؤَیِّد ہے وہ روایت جو عبارتِ فتح الباری میں اوپر مذکور ہوئی کہ :

''کہا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ہم اُس وقت کہتے تھے جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ تھے۔ مقصود یہ کہ بعد وفات شریف کے سلام کیسا کہنا چاہئے؟ کہا ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکھایا ہم کو اور ویسا ہی تعلیم کیا کرتے ہیں ہم۔ اِنْتَهٰی

اس تقریر سے ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سکوت حاصل ہوگیا اسی وجہ سے آپ کا بصیغۂ خطاب پڑھنا اور تعلیم کرنا روایاتِ مذکورہ بالا سے ثابت ہے۔ اگر چہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ روایت ابو معمر کی (جس میں قولِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ ہے) اصح ہے اور یہ روایتِ مناظرہ ضعیف ہے۔

مقصود اس سے یہ کہ معارضہ کی وجہ سے روایتِ ابی معمر کو جو بخاری میں ہے ترجیح ہوگی مگر اس وجہ سے کہ اس کی معارض نہیں بلکہ معاضِد ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تو ضعف اس کا کچھ مُضِرّ نہ ہوگا بلکہ اَحَدُ الْاِحتِمالین کی ترجیح جو دوسرے قرائن سے ہو چکی ہے اس کی تائید کے لئے کافی ہو سکتی ہے کیوں کہ قطعاً موضوع نہیں جو بالکل بے کار کی جائے، غَایَةُ مَافِی الْبَاب یہ ہے کہ یہ روایت ایک احتمال کے معارض ہے پھر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ معارضہ ضعیف کا صحیح کے ساتھ ہو کیوں کہ اگر صحیح وقوی ہے تو اسناد ہے نہ وہ احتمال۔ اور اسی طرح یہ روایت بھی اس کی مُؤَیِّد ہے:

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَيَأْخُذُ عَلَيْنَا الْاَلِفَ وَالْوَاوَ۔ رَوَاهُ ابْنُ النَّجار كَذَافِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے اسود سے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم کو تشہد ایسا سکھاتے تھے جیسا کہ سورۃ قرآن کی سکھاتے ہیں کہ الف وواؤ میں گرفت وگیر کیا کرتے تھے۔

اور ابھی علقمہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ الف ولام میں مواخذہ کرتے تھے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مُوَطّا میں لکھا ہے:

قَالَ مُحَمَّدٌ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَكْرَهُ أَنْ يُّزَادَ فِيْهِ حَرْفٌ أَوْ يُنْقَصَ مِنْهُ حَرْفٌ۔

ترجمہ: مکروہ سمجھتے تھے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حرف کی کمی وزیادتی کو۔

وجہ اس اہتمام کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی اَلتَّحِيَّات کی تعلیم کا اُن کو امر فرمایا جس کو بکمالِ اہتمام مثل بیعت لینے کے ہاتھ میں ہاتھ لے کر سکھاتے تھے۔

كَمَاقَالَ الشَّيْخُ عَابِدُ بِنِ السِّنْدِهِي رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ فِيْ طَوَالِعِ الْاَنْوَارِ قَالَ الزَّيْلَعِي اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ أَنْ يُّعَلِّمَهُ النَّاسَ فِيْمَارَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْأَمْرُ لِلْوُجُوْبِ وَلَايَنْزِلُ مِنَ الِاسْتِحْبَابِ۔

(ترجمہ: حضرت شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طَوَالِعُ الْاَنْوَار میں فرمایا کہ امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضور رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ یہ لوگوں کو سکھائیں، جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کی ہے، اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے اِستحباب سے کم کے لئے تو نہیں ہوتا۔)

اور بروایتِ متفق علیہ جو منتقی الاخبار سے لکھی گئی کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے اُن کوفرمایا:

اِذَاقَعَدَ أَحَدُکُم فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَقُلْ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الحدیث

(ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نماز میں قعدہ کرے تو اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ پڑھے۔)

اس سے ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لئے یہ اَلتَّحِیَّات ہے، اب رہی یہ بات کہ ابوعوانہ اور ابونُعیم اور بیہقی اور ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے قولِ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر لفظ یَعْنِی کے روایت کیا ہے اس طور پر:

فَلَمَّاقُبِضَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ۔

(ترجمہ: جب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو ہم کہنے لگے: السَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ۔)

تو جائز ہے کہ کوئی راوی لفظِ یَعْنِی کو بھول گیا ہو یا زائد سمجھ کر ترک کر دیا ہو کیونکہ روایت بالمعنی محدّثین کے نزدیک درست ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مَسَالِكُ الْحُنَفَا میں لکھا ہے:

وَقَدْوَقَعَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ رِوَایَاتٌ کَثِیْرَۃٌ مِّنْ ھٰذَا النَّمطِ فِیْھَا لَفْظٌ تَصَرَّفَ فِیْہِ الرَّاوِیُّ وَغَیْرُہٗ اَثْبَتَ مِنْہُ، کَحَدِیْثِ مُسْلِمٍ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِیْ نَفْيِ قِرَاءَ ۃِ الْبَسْمَلَۃِ۔ وَقَدْاَعَلَّہُ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِذٰلِكَ وَقَالَ اِنَّ الثَّابِتَ مِنْ طَرِیْقٍ آخر یَنفِی سَمَاعَھَا فَفَھِمَ مِنْہُ الرَّاوِیُ نَفْیَ قِرَاءَ تِھَا فَرَوَاہُ بِالْمَعْنٰی عَلٰی مَافَھِمَہٗ فَأَخْطَأَ۔

(ترجمہ: صحیحین میں کثرت سے ایسی روایات ہیں اُن میں ایسے اَلفاظ ہیں جن میں راوی نے تصرُّف کیا ہے جب کہ اس کے علاوہ دوسری روایتیں اس سے زیادہ مضبوط ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث جس میں بِسْمِ اللّٰہِ سے پڑھنے کی نفی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے اس وجہ سے اُس حدیث کو معلول قرار دیا اور فرمایا دوسری سند سے جو روایت ثابت ہے اُس میں سماع کی نفی ہے جس سے راوی نے پڑھنے کی نفی سمجھ لی اور اسے اپنی سمجھ کے مطابق بِالْمَعْنٰی روایت کیا۔)

اور یہ ظاہر ہے اس لئے کہ جب یہی روایت بخاری شریف میں موجود ہے تو ضرور ہے کہ فضیلت بخاری کی ملحوظ رہے اور سوائے اُس کے قاعدہ مُسلّمہ ہے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے۔

كَمَا قَالَ النَّوَوِیُّ فِیْ مُقَدَّمَةِ مُسْلِمٍ زِيَادَاتُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ مُطْلَقًا عِنْدَ الْجَمَاهِيْرِ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ وَالْاُصُوْلِ۔

(ترجمہ: جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مسلم میں فرمایا کہ ثقہ کی طرف سے حدیث میں اضافات مطلقاً جمہور محدثین، فقہاء اور اُصولیین کے نزدیک مقبول ہیں۔)

اس اعتبار سے بھی لفظِ یَعْنِیْ معتبر ہوا، اور اگر تسلیم کیا جائے کہ لفظِ یَعْنِیْ غلط ہے جب بھی کچھ نقصان نہیں کیوں کہ وجوہاتِ مذکورہ بالا سے جب الف ولام اَلسَّلَام کا عہدی ٹھہرا تو عَلَى النَّبِيِّ مع متعلّق صفت اس کی ہو جائے گی اور مطلب اس عبارت کا یہ ہوگا کہ بعد انتقال کے کہا ہم نے وہی سلام جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ یہ تاویل ہے مفہوم ظاہر عبارت یہ ہے کہ جملہ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ مقولہ قُلْنَا کا ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ تاویل کچھ نئی بات نہیں جس سے اِستبعاد ہو ظاہر ہے کہ جب نصوص آپس میں معارض ہوتے ہیں تو حتی الامکان کسی ایک میں تاویل کی جاتی ہے اور یہاں بھی یہی ہوا اس لئے کہ اگر یہ مؤوّل ظاہر پر چھوڑا جائے تو کئی قباحتیں لازم آتی ہیں۔

ایک بلا دلیل نسخ عموم اوقات کا جو باحادیثِ صحیحہ ثابت ہے۔

دوسری ترجیح اجتہاد کی مقابلہ میں نص کے جو جائز نہیں۔

كَمَاقَالَ الشَّيْخُ عَابِد رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالىٰ عَلَيْهِ فِى الْمَوَاهِبِ اللَّطِيْفَةِ وَلَامَحَالَ لِلاجْتِهَادِ فِىْ مُقَابَلَةِ مَاعَيَّنَهُ الشَّارِعُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَىْ فِى التَّشَهُّدِ۔

(ترجمہ: حضرت شیخ عابد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مواہب لطیفہ میں فرمایا کہ حضرت شارع علیہ السلام نے جو اَلفاظ تشہد میں مقرر کیے اُن کے بالمقابل اِجتہاد کی گنجائش نہیں۔)

تیسرا تناقض اس لئے کہ خود ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلاف اُس کے مروی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔

الحاصل ان اسباب سے یہاں تاویل کی ضرورت ہے۔ اب رہا قول ابنِ عطاء کا جس کو فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ صحابہ بعد وفات شریف کے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ کہا کرتے تھے۔

سو اُس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فعل اور تعلیمِ احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ کسی نے خطاب وندا کو ترک نہیں کیا مگر بات یہ ہے کہ عطا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظاہر قول کا مطلب یہاں بیان کر دیا جو بروایتِ ابی عوانہ مروی ہے ورنہ کسی اور صحابی سے اس قسم کی روایت مروی نہیں۔

الحاصل قطعاً یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ تمام صحابہ تو کیا خود عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خطاب وندا کو بعد وفات شریف کے ترک کیا ہو۔

هٰذَا مَاتَيَسَّرَ لِىْ وَهُوَ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ وَالتَّوْقِيْفِ۔

(ترجمہ: یہی فوائد میرے لئے آسان ہوئے، اللہ تعالیٰ توفیق اور واقف کرانے کا والی ہے۔)

نادرہ ندائے غائب کے مسئلہ میں جب اِستِدلال السَّلامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کے ساتھ کیا جائے تو بعض لوگ اُس کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں ندا مقصود نہیں بلکہ حکایت ہے مخاطبۂ شب معراج کی۔ پھر جو اُن سے پوچھا جائے کہ کیا اس حدیث کو مانتے ہو؟ تو کہتے ہیں اگر وہ حدیث مانی جائے تو اس سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عرش پر جانا ثابت ہوتا ہے حالاں کہ سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی سے اُس طرف جانے میں کوئی حدیث صحیح یا حسن محدِّثین کے پاس ثابت نہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ اگر نماز کی اَلتَّحِیَّات کو حکایت اس کی قرار دیں تو چاہئے کہ محکی عنہ کو اپنے قواعد کے موافق ثابت کریں یا مان لیں اور اگر محکی عنہ کا انکار ہے تو حکایت کا نام نہ لیں، اس کے کیا معنی کہ حکایت میں تو زور وشور اور محکی عنہ سے بالکل انکار؟ کیا اس کو الف لیلہ کی حکایت سمجھا ہے جس میں محکی عنہ سے کچھ بحث نہیں۔

الحاصل ہر مسلمان کو چاہئے کہ نماز میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کرے اور شک نہ کرے کہ اس میں شرک فی العبادت ہوگا کیوں کہ جب شارع علیہ السلام کی طرف سے اس کا امر ہو گیا تو اب جتنے خیالات اس کے خلاف میں ہوں وہ سب بے ہودہ اور فاسد سمجھے جائیں گے۔ اور اس میں تعلُّل ایسا ہوگا جیسے ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے سجدہ میں تعلُّل کیا تھا۔ اب یہ بات معلوم کرنا چاہئے کہ جب اس سلام کا یہ رتبہ ہوا کہ ایک حصہ عبادتِ محضہ یعنی نماز کا اس کے لئے خاص کیا گیا تو دوسرے اوقات میں ہم لوگوں کو کس قدر اہتمام وادب چاہئے؟

ہر چند عوام الناس اس قسم کے امور سے مرفوع القلم ہیں کیوں کہ اُن کو تو اسی قدر کافی ہے کہ جتنا شارع علیہ السلام نے ضروری بتایا اتنا کر دیا مگر اہلِ عقل وتمیز کو چاہئے کہ ایسے امور میں غور وفکر کریں اور ادب سیکھیں۔

العاقل تَکْفِیْهِ الْاِشَارَۃُ۔
(ترجمہ: عقل مند کے لئے اشارہ کافی ہے۔)

قیام وقتِ سلام اور اکرامی قیام

الغرض جب کسی وقتِ خاص میں سلام عرض کرے تو چاہئے کہ کمال ادب کے ساتھ کھڑا ہو دست بستہ ہوکر:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدَنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدَنَاسَیِدَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔

وغیرہ صیغہ جن میں حضرت کی عظمت معلوم ہو عرض کرے۔

اب یہاں شاید کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ قیام میں تشبیہ بالعبادت ہے اور وہ جائز نہیں۔

تو جواب اُس کا یہ ہے کہ جب عینِ عبادت میں یہ سلام جائز ہوا تو شبیہ بالعبادت میں کیوں نہ ہو۔

اگر کہا جائے کہ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہئے تو ہم کہیں گے کہ بے شک نماز کا قیام خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور اگر مطلق قیام کی اس میں تخصیص ہوتی تو لفظِ لِلّٰہِ کی ضرورت نہ تھی۔

خلاصہ یہ کہ اس آیہ شریفہ سے نماز کا قیام فرض ہوا نہ یہ کہ اِنحصار قیام کا اس میں ثابت ہوا، اگر یہی بات ہوتی تو کوئی قیام درست ہی نہ ہوتا حالاں کہ جمہور محدّثین وفقہا کے نزدیک علاوہ اور مقاموں کے کسی کے اِکرام کے واسطے کھڑا رہنا بھی درست ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کو حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح الباری میں بشرح وبسط لکھا ہے۔

ماحصل اُس کا یہ ہے احکام قیام کے مختلف ہیں

ایک وہ کہ جیسے اُمراء وسلاطین مثلاً بیٹھے ہوتے ہیں اور خدّام واَتباع اُن کے تعظیماً رُوبرُو کھڑے رہتے ہیں یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔

دوسرا وہ کہ جیسے کوئی سفر سے آئے یا کوئی خوش خبری یا تہنیت آنے والے کو دینا ہو ایسے مواقع میں

قیام بالاتفاق جائز ہے۔

تیسرا کسی کے اکرام کے واسطے کھڑا رہنا جس کو ہمارے محاورہ میں تعظیم کہتے ہیں یہ صورت مختلف فیہ ہے، ابنِ قیم اور ابوعبداللہ ابن الحاج کے پاس ناجائز ہے اور امام مالک اور عمر بن عبدالعزیز اور امام بخاری اور مسلم، ابوداؤد، بیہقی، طبرانی، ابنِ بطال، خطابی، منذری، تورپشتی اور امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال سے اس کا جواز ثابت ہے۔

مانعین کے دلائل یہ ہیں

﴿۱﴾ عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ اِمْتِثَالًا وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اس بات کو کہ لوگ اُس کے لئے کھڑے رہا کریں تو واجب ہے اس کے واسطے دوزخ۔

﴿۲﴾ بخاری اور بوداؤد اور ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے روایت کیا ہے کہ ابنِ زبیر اور ابنِ عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیٹھے ہوئے تھے کہ نکلے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس قیام کیا ابنِ عامر نے اور بیٹھ رہے ابنِ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابنِ عامر سے بیٹھ جاؤ کہ سُنا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے:

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

یعنی جو شخص دوست رکھے کہ لوگ کھڑے رہا کریں اُس کے لئے تو چاہئے کہ وہ شخص گھر اپنا دوزخ میں بنائے۔ انتھی

﴿۳﴾ عَنْ أَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاَنَّهُمْ عَظَّمُوْا مُلُوْكَهُمْ بِاَنْ قَامُوْا وَهُمْ قَعَدُوْا رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے ہلاک ہوئے اسی وجہ سے کہ تعظیم کی اُنہوں نے بادشاہوں کی اس طور سے کہ کھڑے رہتے تھے وہ اور سلاطین بیٹھے رہتے تھے۔ انتہٰی

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قیامِ اِکرام درست نہیں، امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ ''مقصود اس سے زجر ہے اُن لوگوں کو جو کبر ونخوت کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ لوگ اُن کے واسطے کھڑے رہیں پھر خواہ لوگ کھڑے ہوں یا نہ ہوں صرف دوست رکھنا قیام کا ممنوع ہے اور اس سے قیام کی ممانعت نہیں معلوم ہوتی۔''

ابن الحاج نے اس جواب کو ردّ کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیام سے منع کرنا دلیلِ بیّن ہے نفسِ قیام کے منع ہونے پر۔ ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا حالاں کہ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے اس کا بھی جواب ہو سکتا ہے کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع میں جو حدیث مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا پڑھی مقصود اس سے یہ نہ تھا کہ نفسِ قیام کی ممانعت کریں بلکہ معلوم کرانا اس بات کا منظور تھا کہ مثل سلاطین اُممِ سابقہ کے لوگوں کا قیام مجھ کو پسند نہیں اس لئے کہ لغت میں مُثُول کے معنی دیر تک کھڑے رہنے کے ہیں نہ صرف اُٹھنا چنانچہ صحاحِ جوہری میں ہے:

مَثَلَ بَيْنَ يَدَيْهِ مُثُوْلًا اَيِ انْتَصَبَ قَائِمًا۔

(ترجمہ: مَثَلَ بَيْنَ يَدَيْهِ مُثُوْلًا کا معنی ہے کہ وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔)

اس موقع میں اس حدیث کے ساتھ اِستِدلال کرنا دلیل ہے اس پر کہ اپنا اِبرائے ذمہ اُنہیں مقصود

تھا کیوں کہ اس حدیث میں وعید اُس شخص کے واسطے ہے جس کو لوگوں کا کھڑا رہنا اچھا معلوم ہو، اگر نفسِ قیام سے منع کرنا منظور ہوتا تو کوئی ایسی دلیل لاتے جس سے اس فعل کی ممانعت معلوم ہو مثل لَاتَقُوْمُوْا کَمَایَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ کے، اور طبرانی کی حدیثِ مذکور میں اسی قسم کا قیام ہے جو بالاتفاق ممنوع ہے۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے لئے قیام کو منع فرمایا۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس کا جواب یہ دیا ہے کہ:

"یہ منع کرنا فتنہ کے خوف سے تھا کہ کہیں تعظیم میں شدہ شدہ اِفراط نہ ہو جائے اسی واسطے: لَاتُطْرُوْنِیْ (حد سے بڑھ کر میری تعریف نہ کرو) بھی فرمایا ہے، ورنہ خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض وقت قیام فرمایا، اور کبھی جو بعضوں نے قیام بھی کیا ہے تو اُس سے منع نہیں فرمایا، اور کسی موقع میں قیام کا امر فرمانا بھی ثابت ہے اور سوائے اس کے اس منع میں یہ بھی ملحوظ ہو گا کہ بعد رسوخِ محبت وعقیدت کے تکلّفاتِ عُرفیہ کی ضرورت نہیں۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس کا انکار منقول ہے کہ: کسی شخص کے واسطے کوئی اُٹھے اور کھڑے رہے جب تک کہ وہ نہ بیٹھے اگر چہ آنے والا کسی کام میں مشغول رہے۔

اگر چہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب نہیں دیا مگر ظاہر ہے کہ نفسِ قیام کا انکار اس سے ثابت نہیں ہوتا۔

چھٹی دلیل عَنْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَوَکِّئًا عَلٰی عَصًی فَقُمْنَا لَہٗ فَقَالَ لَاتَقُوْمُوْا کَمَایَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ برآمد ہوئے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حالت میں کہ ٹیکا دیئے ہوئے تھے عصا پر، پس کھڑے ہو گئے ہم لوگ، فرمایا کہ مت کھڑے ہو

جیسے عجمی ایک دوسرے کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں۔انتہٰی

طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس اِستِدلال کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب السند ہے اور اس میں ایک راوی غریب غیر معروف ہے۔

اور مُجوِّزِینِ قیام کی دلیلیں یہ ہیں

﴿۱﴾ یہ حدیث شریف جو بخاری شریف میں ہے:

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّانَزَلَتْ بَنُوْ قُرَیْظَۃَ عَلٰی حُکْمِ سَعْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْہِ وَکَانَ قَرِیْبًا مِّنْہُ فَجَاءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّادَنٰی مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ جب اُترے بَنِیْ قُرَیْظَہ حکم پر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھیجا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی شخص کو سعد بن معاذ کی طرف جو قریب تھے پس حاضر ہوئے وہ سوار ہوکر، جب مسجد کے نزدیک پہنچے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار سے کہ کھڑے رہو اور جاؤ اپنے سردار کی طرف۔انتہٰی

ابن الحاج نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجروح تھے جب بحسب طلب حاضر ہوئے فرمایا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار سے کہ اُٹھو مقصود یہ کہ سواری سے اُن کو اُتارلو جیسا کہ لفظِ اِلٰی سَیِّدِکُمْ سے معلوم ہوتا ہے اگر اِکرام مقصود ہوتا لِسَیِّدِکُمْ فرماتے۔

تورپشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اِلٰی میں لام سے زیادہ مقصود پر دلالت ہے اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُٹھو اور جاؤ اُن کی طرف جس سے کمال درجہ کا اِکرام ظاہر ہوا اور

س پر قرینہ یہ ہے کہ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ ارشاد ہوا، اور یہ ایسا ہے جیسا ترتُّب حکم کا کسی وصف پر
وتا ہے جو مُشعِر بعلیّت ہو، پس یہ ارشاد گویا اس معنی میں ہوا کہ سیادت کی وجہ سے اُن کا اِکرام کرو اگر
ن کو اُتارنا مقصود ہوتا تو کسی ایک دو کو مامور فرماتے اور تخصیصِ انصار سے شاید یہ معلوم کرانا منظور ہو کہ
ر شخص اپنے سردار کے ساتھ بتکریم پیش آئے۔

دوسری دلیل یہ حدیث شریف ہے جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ جَالِسًا یَّوْمًا فَأَقْبَلَ أَبُوْهُ
مِنَ الرَّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهٗ بَعْضَ ثَوْبِهٖ فَجَلَسَ عَلَیْهِ ثُمَّ أَقْبَلَتْ أُمُّهٗ فَوَضَعَ لَهَا ثَوْبَهَا مِنَ
الْجَانِبِ الْآخِرِ ثُمَّ أَقْبَلَ أَخُوْهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَقَامَ فَأَجْلَسَهٗ بَیْنَ یَدَیْهِ۔

ترجمہ: ایک روز آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے کہ والدِ رضاعی آپ کے حاضر
ہوئے آپ نے چادر مبارک اُن کے لئے بچھائی، پھر حاضر ہوئیں والدہ آپ نے چادر مبارک کی
دوسری جانب اُن کے لئے بچھائی، پھر حاضر ہوئے آپ کے رضاعی بھائی پس اُٹھے آں حضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اور بٹھایا اُن کو رُوبرُو اپنے۔ انتہٰی

اس سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام بھی ثابت ہے۔

ابن الحاج نے کہا کہ اس سے قیام متنازع فیہ ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ اگر اِکرام مقصود ہوتا تو
والدین بطریقِ اولیٰ مُستَحَق تھے بلکہ یہ اُٹھنا توسیعِ محل کے لئے تھا۔

اگر چہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب نہیں دیا مگر بادنیٰ تامُّل معلوم ہو سکتا ہے کہ
لفظ حدیث میں فَقَامَ فَأَجْلَسَ بَیْنَ یَدَیْهِ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے اپنی ہی جائے پر تشریف رکھی اور اُن کو رُوبرُو بٹھلایا، اس صورت میں توسیعِ محل کی کچھ
ضرورت ہی نہ تھی اور اگر ضرورت بھی تھی تو ہٹ جانا کافی تھا قیام کی ضرورت نہ تھی۔ رہا یہ کہ والدین

کے واسطے قیام نہ فرمانا، اوّل تو نفیٔ قیام کی تصریح نہیں جائز ہے کہ قیام بھی فرمایا ہو اور اگر نفی ثابت ہو بھی جائے جب بھی اُنہیں کا اِکرام بڑھا رہے گا اس لئے کہ خاص چادر مبارک اُن کے لئے خلاف عادت بچھانے میں کمال درجہ کی خصوصیت و اِکرام ظاہر ہے اور برادرِ رضاعی کے لئے صرف قیام فرمایا۔

الحاصل قیام آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُن کے آنے کے وقت ثابت ہے اور ظاہر الفاظ سے یہ بات بھی قابلِ تسلیم ہے کہ قیام صرف اُن کے آنے پر مُرتّب ہوا نہ تنگیٔ محل پر کیوں کہ حدیث میں أَقْبَلَ أَخُوهُ فَقَامَ ہے اگر تنگیٔ محل کی وجہ سے ہوتا تو:

أَقْبَلَ أَخُوهُ وَكَانَ الْمَكَانُ ضَيِّقًا فَقَامَ کہا جاتا۔

وَهٰذَا الْقَدْرُ يَكْفِيْ لِلنَّاظِرِ۔

(ترجمہ: غور کرنے والے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔)

تیسری دلیل یہ ہے کہ فتح مکہ کے روز عِکرمہ یمن کی طرف بھاگ گئے تھے اُن کی بی بی نے اُنہیں مسلمان کر کے خدمت میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر کیا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کو دیکھتے ہی کمال خوشی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اسی طرح جب جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ سے حاضر ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ جعفر کے آنے سے مُجھ کو زیادہ خوشی ہوئی یا فتح خیبر سے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینہ منورہ میں آئے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے اُنہوں نے دروازہ ٹھونکا اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور گلے لگایا۔

ابن الحاج نے ان دلائل کا جواب دیا ہے کہ یہ قیام متنازع فیہ نہیں اس لئے کہ قدوم کے وقت یا تہنیت وغیرہ کے واسطے قیام بالاتفاق درست ہے۔

چوتھی دلیل عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحَدِّثُنَا فَاِذَا قَامَ قُمْنَا قِیَامًا حَتّٰی نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ رَوَاهُ

أَبُوْدَاؤد۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ باتیں کیا کرتے تھے پھر جب اُٹھتے تو ہم سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوتے اور ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محل مبارک میں داخل ہو جاتے۔ انتہٰی

ابن الحاج نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ اُٹھنا اِکرام کے واسطے نہ تھا بلکہ اس غرض سے تھا کہ ہر شخص جانے والا چلا جائے۔ ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ ٹھہرنے کی وجہ یہ تھی کہ شاید آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد فرمالیں تو حاضر ہونے میں توقُّف نہ ہو۔

پانچویں دلیل امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان احادیث سے اِستدلال کیا ہے جن میں مہمانوں کے اِکرام اور بڑوں کی توقیر کی تاکید ہے۔

اور تَنْزِیْلُ النَّاسِ مَنَازِلَهُمْ۔

یعنی ہر ایک کے ساتھ اُس کے مرتبہ کے موافق سابقہ کرنے کا امر وارِد ہے۔

الحاصل ان عمومات سے بھی قیام کا جواز ثابت ہوسکتا ہے ابن الحاج نے اس کا جواب دیا ہے کہ اگر چہ کہ ان عمومات میں قیام داخل تھا مگر جب صراحۃً اس کی نہی ہوگئی تو اب اس کے حکم سے خارج ہوگیا، ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس کا کچھ جواب نہیں دیا لیکن ظاہر ہے کہ قیام متنازع فیہ کی نہی کا ثبوت غیر مُسلَّم ہے اور جس قیام کی نہی ثابت ہوئی وہ متنازع فیہ نہیں:

کَمَا عَرَفْتَ اٰنِفًا:

جیسا کہ تو نے ابھی پہچانا۔

چھٹی دلیل ابنِ بطال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث شریف کے ساتھ اِستدلال کیا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَاقَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَارَاٰى فَاطِمَةَ ابْنَتَهٗ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَدْاَقْبَلَتْ رَحَّبَ بِهَا ثُمَّ قَامَ اِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِهَا حَتّٰى يُجْلِسَهَا فِىْ مَكَانِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ جب دیکھتے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہ آتی ہیں مرحبا فرماتے پھر کھڑے ہوتے اُن کی طرف اور بوسہ لیتے پھر ہاتھ پکڑ کے اپنی جائے پر اُن کو بٹھلاتے۔

ابن الحاج نے کہا کہ شاید اپنی جائے پر بٹھلانے کے واسطے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُٹھتے ہوں خصوصًا اس موقع میں کہ جہاں تنگیِ مکان بھی ہو اور معلوم ہے کہ اس زمانہ میں مکانات نہایت تنگ تھے اس صورت میں یہ قیام متنازع فیہ نہ ہوگا۔

اگرچہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب نہیں دیا مگر ظاہر ہے کہ اپنی جائے پر بٹھانے کے واسطے قیام کی ضرورت نہیں صرف ہٹ جانا کافی ہے اور اگر تنگیِ مکان کی وجہ سے یہ اُٹھنا تھا تو یہ لازم آتا ہے کہ اُن کو بٹھلا کر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں اور تشریف لے جاتے ہوں حالاں کہ یہ بالکل خلافِ واقع ہے قطع نظر اس کے لفظِ قَامَ اِلَيْهَا سے اِکرام سمجھا جاتا ہے ورنہ لفظِ اِلَيْهَا کی ضرورت نہ تھی۔ ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس بحث کو امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر ختم کیا اور اسی کو پسند کیا کہ: قِيَام عَلٰى سَبِيْلِ الْاِعْظَام مکروہ ہے اور عَلٰى سَبِيْلِ الْاِكْرَام جائز۔

حَيْثُ قَالَ وَقَالَ الْغَزَالِىُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ اَلْقِيَامُ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِعْظَامِ مَكْرُوْهٌ وَّعَلٰى سَبِيْلِ الْاِكْرَامِ لَايُكْرَهُ وَهٰذَاتَفْصِيْلٌ حَسَنٌ۔ اِنتہٰی

(ترجمہ: امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کسی کو بڑھا جان کر اُس کے لئے کھڑا ہونا مکروہ اور کسی

کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے۔ یہ ایک اچھی تفصیل ہے۔

مَاقَالَ ابْنُ حَجَرٍ فِی الْفَتْحِ مُلَخَّصًا مَعَ زِیَادَةِ بَعْضِ الْاَجْوِبَةِ۔

(علامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح الباری میں جو کچھ فرمایا اُس کا خلاصہ چند جوابات کے اضافہ کے ساتھ ختم ہوا۔)

یہاں یہ بھی سمجھ رکھنا چاہئے کہ مُستحقِ اِکرام کے لئے قیام درست ہے مگر جس شخص کے لئے قیام کیا جائے اُس کو چاہئے کہ عُجب اور کبر سے بچے اور اپنے کو مُستحق اس کا نہ سمجھے جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا:

اَلْقِیَامُ عَلٰی وَجْهِ الْاِکْرَامِ جَائِزٌ کَقِیَامِ الْاَنْصَارِ لِسَعْدٍ وَّطَلْحَةَ لِکَعْبٍ وَّلَایَنْبَغِیْ لِمَنْ یُّقَامَ لَهٗ اَنْ یَّعْتَقِدَ اسْتِحْقَاقَهٗ لِذَالِكَ ذَکَرَهٗ فِیْ فَتْحِ الْبَارِیْ۔

(ترجمہ: اعزاز کی خاطر کسی کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے جس طرح کہ انصار نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے قیام فرمایا تھا، اور جس کے لئے قیام کیا جائے اس کو نہ چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو اس کا مستحق ہونے کا اعتقاد کرے۔)

ساتویں دلیل عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ مَارَاَیْتُ اَحَدًا کَانَ اَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْیًا وَّدَلًّا وَفِیْ رِوَایَةٍ حَدِیْثًا وَّکَلَامًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ کَانَتْ اِذَادَخَلَتْ عَلَیْهِ قَامَ اِلَیْهَافَاَخَذَ بِیَدِهَا فَقَبَّلَهَاوَاَجْلَسَهَا فِیْ مَجْلِسِهٖ وَکَانَ اِذَادَخَلَ عَلَیْهَا قَامَتْ اِلَیْهِ فَاَخَذَتْ بِیَدِهٖ فَقَبَّلَتْهُ وَاَجْلَسَتْهُ فِیْ مَجْلِسِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ رقم نمبر ۵۲۱۷ باب فی القیام۔ وَکَذَا فِی الْمِشْکٰوةِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ کہا نہیں دیکھا میں نے کسی کو جو زیادہ تر مشابہ ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ طریقہ میں اور روش میں اور نیک خصلتی میں، اور ایک روایت میں ہے بات کرنے اور کلام کرنے میں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یعنی (حضرت فاطمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا ان اُمور میں بہت ہی مشابہ تھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ) جس وقت داخل ہوتی تھیں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوجاتے اور متوجہ ہوتے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کی طرف اور بوسہ لیتے اُن کا (یعنی دونوں آنکھوں کے درمیان میں) اور بٹھاتے اُن کو اپنی جگہ اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جاتے اُن کے ہاں کھڑی ہوجاتیں اور بوسہ لیتیں دست مبارک کا اور بٹھلاتیں اپنی جگہ، روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ انتھی

اس حدیث شریف سے قیام فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے ثابت ہے۔

آٹھویں دلیل ذَكَرَ السهمي فِي الْفَضَائِلِ وَكَذَا رَوَى الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُمِّهِ أُمِّ الْفَضْلِ أَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّارَاٰهُ قَامَ اِلَيْهِ وَقَبَّلَ مَابَيْنَ عَيْنَيْهِ ثُمَّ أَقْعَدَهُ عَنْ يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰذَا عَمِّي فَمَنْ شَاءَ فَلْيُبَاهِ بِعَمِّهٖ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ نِعْمَ الْقَوْلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلِمَ لَاأَقُوْلُ هٰذَا أَنْتَ عَمِّيْ وَصِنْوُ أَبِيْ وَبَقِيَّةُ آبَائِيْ وَوَارِثِيْ وَخَيْرُمَنْ أَخْلَفَ مِنْ أَهْلِيْ۔ كَذَافِي الْمَوَاهِبِ وَالزُّرْقَانِي۔

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کو دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر اپنی سیدھی طرف اُن کو بٹھلایا۔

نوویں دلیل عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَقُوْمُ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهٖ اِلَّالِبَنِيْ هَاشِمٍ رَوَاهُ الْخَطِيْبُ كَذَافِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ نہ اُٹھے کوئی شخص اپنی جائے سے کسی کے واسطے

سوائے بنی ہاشم کے۔انتھی

یعنی اِکرام بنی ہاشم اور سادات کا ضروری ہے اگرچہ اوروں کے واسطے اُٹھنا بظاہر اس سے ممنوع معلوم ہوتا ہے لیکن اتنا تو ضرور ہی ثابت ہوا کہ جولوگ مُستحق اِکرام ہیں فقط بنی ہاشم ہی کیوں نہ ہوں ان کے واسطے اُٹھنا درست ہے۔

دسویں دلیل عَنْ ابان عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْمَنَّ أَحَدُکُمْ مِنْ مَّجْلِسِهٖ اِلَّالِلْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ أَوْ ذُرِّیَّتِهِمَا۔

رَوَاهُ ابْنُ عَسَاکِرَ۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ اُٹھے کوئی تمہارا اپنی جائے سے کسی کے واسطے سوائے حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اُن کی اولاد کے۔انتھی

گیارویں دلیل عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْمُ الرَّجُلُ مِنْ مَّجْلِسِهٖ لِأَخِیْهِ اِلَّا بَنِیْ هَاشِمٍ لَا یَقُوْمُوْنَ لِأَحَدٍ رَوَّاهُ الطَّبْرَانِیُّ وَالْخَطِیْبُ کَذَافِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اُٹھے ہر شخص اپنی جائے سے اپنے بھائی کے واسطے مگر بنی ہاشم کہ کسی کے واسطے نہ اُٹھیں۔انتھی

اس سے تو پوری تصریح جواز کی ہوگئی بلکہ اِستحباب ثابت ہوا کیوں کہ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ امر سے اِستحباب ثابت ہو۔

کَمَاقَالَ الشَّیْخُ عَابِدُنِ السِّنْدهی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فِیْ طَوَالِعِ الْاَنْوَارِ:

اَلْاَمْرُ لِلْوُجُوْبِ فَلَا تَنْزِلُ عَنِ الْاِسْتِحْبَابِ۔

(ترجمہ: شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طَوَالِعِ الْاَنْوَار شرح الدرالمختار میں فرمایا کہ

امر وجوب کے لئے ہوتا ہے لہٰذا استحباب سے کم کے لئے نہ ہوگا)۔

ابنِ حجر ھیتمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاوٰی حدیثیہ میں لکھا ہے کہ:

"قیام نہ کرنا ان دنوں میں سبب عداوت اور فتنہ کا ہے اس لئے اب وہ واجب ہے"

کَمَاقَالَ بَعْضُ أَئِمَّتِنَا فِی الْقِیَامِ قَالَ اِنَّ تَرْکَہُ الْآنَ صَارَ عَلَمًا عَلَی الْقَطِیعَۃِ وَوُقُوْعِ الْفِتْنَۃِ فَیَجِبُ دَفْعًا لِّذَالِکَ۔

(ترجمہ: ہمارے بعض اماموں نے قیام کے بارے میں فرمایا کہ اس کا ترک کرنا اب قطع تعلقی اور فتنہ میں پڑنے کی علامت بن چکا ہے لہٰذا اس برائی کو دور کرنے کے لئے قیام واجب ہے)۔

جنازہ کے لئے قیام

سوائے اس قیام کے جنازہ کو دیکھ کر قیام کرنا بھی احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

کَمَاوَرَدَ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَارَأَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا لَھَا،الحدیث رَوَاہُ الْجَمَاعَۃُ اِلَّاابْنُ مَاجَۃَ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب دیکھو تم جنازہ کو تو اُٹھ کھڑے رہو، روایت کیا اس کو بخاری، مسلم، امام احمد بن حنبل، نسائی، ابوداؤد اور ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے۔انتھی

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَامِرِ ابْنِ رَبِیْعَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَارَأَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا لَھَا حَتّٰی تُخَلِّفَکُمْ أَوْتُوْضَعَ رَوَاہُ الْجَمَاعَۃُ۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب دیکھو تم کسی جنازہ کو تو کھڑے ہو جاؤ اس کے لئے یہاں تک تمہارے پیچھے ہو جائے وہ، یا رکھا جائے، روایت کیا اس کو بخاری، مسلم، امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے۔انتھی

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ وَّقَيْسِ ابْنِ سَعْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهُمَا کَانَا قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرُّوْا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا اِنَّهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَیْ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِجَنَازَةٍ فَقَامَ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ اَلَيْسَتْ نَفْسًا؟ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: روایت ہے کہ حضرت سہل بن حُنَیف اور قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ چند لوگ جنازہ لے کر اُدھر سے گزرے پس وہ دونوں اُس کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے لوگوں نے کہا کہ یہ جنازہ ذِمّی کا ہے اُنہوں نے جواب دیا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرُو سے ایک جنازہ گزرا آپ کھڑے ہوگئے، کسی نے عرض کیا یہ جنازہ یہودی کا ہے فرمایا کیا نہیں ہے وہ نفس؟ روایت کیا اُس کو بخاری اور مسلم اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے۔

ذکر کیا ان تینوں حدیثوں کو ابنِ تیمیہ نے منتقی الاخبار میں۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّتْ بِکُمْ جَنَازَةٌ فَقُوْمُوْا لَهَا فَاِنَّمَا تَقُوْمُوْنَ لِمَنْ مَّعَهَا مِنَ الْمَلٰئِکَةِ۔ طب کَذَافِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب گزرے تم پر سے کوئی جنازہ تو کھڑے ہو جاؤ اس لئے کہ کھڑے ہوتے ہو تم اُن فرشتوں کے لئے جو اُس کے ساتھ ہیں روایت کیا اس کو طبرانی نے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّتْ عَلَيْکُمْ جَنَازَةُ مُسْلِمٍ اَوْ يَهُوْدِیٍّ اَوْ نَصْرَانِیٍّ فَقُوْمُوْا لَهَا فَاِنَّا لَيْسَ لَهَا نَقُوْمُ اِنَّمَا نَقُوْمُ لِمَنْ مَّعَهَا مِنَ الْمَلٰئِکَةِ حم، طب، کَذَافِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب کبھی گزرے تمہارے رُوبرُو سے جنازہ

مسلمان کا یا یہودی ونصرانی کا تو کھڑے ہوجاؤ اُس کے لئے کیوں کہ ہم اس کے واسطے نہیں کھڑے ہوتے بلکہ اُن فرشتوں کے لئے کھڑے ہوتے ہیں جو اُس کے ساتھ ہیں، روایت کیا اس کو امام احمد نے اور طبرانی نے۔

ابنِ قیم نے زادُالمعاد فِیْ ھدی خَیرِ العِبَاد میں لکھا ہے کہ:

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام اور ترکِ قیام دونوں ثابت ہیں، اس لئے بعضوں نے کہا کہ قیام منسوخ ہے اور بعضوں نے کہا کہ قیام سے یہاں اِستحبابِ قیام اور اُس کے ترک سے جوازِ ترک مقصود تھا اور یہی قول بہتر ہے اِدِّعائے نَسخ سے۔

حَیْثُ قَالَ وَصَحَّ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ لِلْجَنَازَۃِ لَمَّامَرَّتْ بِہٖ وَأَمَرَ بِالْقِیَامِ لَھَا وَصَحَّ عَنْہُ اَنَّہٗ قَعَدَ فَاخْتُلِفَ فِیْ ذَالِکَ فَقِیْلَ الْقِیَامُ مَنْسُوْخٌ وَّالْقُعُوْدُ اٰخِرُ الْاَمْرَیْنِ وَقِیْلَ بَلِ الْاَمْرَانِ جَائِزَانِ وَفِعْلُہٗ بَیَانٌ لِّلْاِسْتِحْبَابِ وَتَرْکُہٗ بَیَانٌ لِّلْجَوَازِ وَھٰذَا أَوْلٰی مِنَ ادِّعَاءِ النَّسْخِ۔ اِنْتَھٰی

(ترجمہ: جیسا کہ اُنہوں نے کہا صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے جب جنازہ گزرتا آپ اُس کے لئے کھڑے ہوتے اور اُس کے لئے کھڑے ہونے کا آپ نے حکم دیا، اور یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ بیٹھ رہتے، اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ قیام منسوخ ہو چکا ہے اور دونوں عملوں میں سے آخری عمل مبارک بیٹھ رہنا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ دونوں عمل جائز ہیں، آپ کا قیام اِستحباب کے بیان کے لئے تھا اور بیٹھ رہنا جواز کے اِظہار کے لئے۔ نسخ کا دعویٰ سے یہ توجیہ بہتر ہے۔)

الحاصل ان احادیث سے جنازہ کے واسطے بھی قیام ثابت ہوگیا خواہ جنازہ کا اِکرام اس میں ملحوظ ہو یا فرشتوں کا اور لَام والی کا جھگڑا بھی یہاں طے ہوگیا جو ابنِ الحاج نے

قُومُوا اِلٰی سَیِّدِکُم میں کیا تھا اس لئے کہ ان احادیث میں صراحۃً قُومُوا لَهَا وارد ہے اسی طرح قیام فرمانا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زیارتِ قبور کے وقت ثابت ہے:

چنانچہ میاں شیخ مظہر صاحب نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مہاجر نے:

اَلدُّرُّ الْمُنَظَّمُ فِی الْقِیَامِ تِجَاهَ الْقَبرِ الْمُكَرَّمِ میں لکھا ہے:

أَخرَجَ الحَافِظُ الحجة أَبُوزَيدٍ عُمَرُ بنُ شُعبَةَ عَنِ الحَسَنِ قَالَ أَتٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَقِيعِ الغَرقَدِ فَقَامَ فَقَالَ "اَلسَّلَامُ عَلَيكُم يَااَهلَ القُبُورِ الحديث وَعَنهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلٰى أَهلِ البَقِيعِ فَقَالَ "اَلسَّلَامُ عَلَيكُم يَااَهلَ القُبُورِ مِنَ المُؤمِنِينَ"

ترجمہ: روایت ہے حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہ تشریف لے گئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع میں اور کھڑے ہوئے اہلِ بقیع پر اور فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَيكُم يَاأَهلَ القُبُورِ۔ انتہی ملخصا

الحمد للہ اس تقریر سے کئی قیام شرعًا ثابت ہو گئے اب یہ نہیں کہنا ہو سکتا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کے وقت کھڑے رہنے میں تشبُّہ بالعبادت ہے اور وہ جائز نہیں بلکہ جب جنازہ وغیرہ کے واسطے عمومًا قیام ضرور ہوا تو یہاں بطریق اولیٰ ضرور ہوگا خصوصًا مواجہہ شریف وغیرہ میں کہ نہایت ادب کے ساتھ قیام چاہیے۔

ادب

چوں کہ یہ موقع ادب کا ہے اس لئے چند آیات واحادیث وآثار یہاں لکھے جاتے ہیں تا معلوم ہو کہ دین میں ادب کی کس قدر ضرورت ہے پہلے یہ بات معلوم کرنا چاہئے کہ جب تک کسی کی عظمت دل میں نہیں ہوتی اُس سے ادب نہیں کیا جاتا اس لئے حق تعالیٰ نے عظمت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور تعظیم عموماً لازم فرمائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّـآ أَرۡسَـلۡنَـاكَ شَـاهِـدًا وَّمُبَشِّـرًا وَّنَذِيرًا لِّتُؤۡمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ۔

ترجمہ: البتہ بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاہد کہ (اپنی اُمّت کے احوال اور جملہ انبیاء کی تبلیغ رسالت پر قیامت کے روز گواہی دیں) اور خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تا تم لوگ ایمان لاؤ اور اُس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور مدد کرو اور شریف ومُفخّم سمجھو اور تعظیم وتوقیر کرو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔ انتھی

تفسیر دُرِ منثور میں لکھا ہے:

قَـوۡلُـهٗ تَـعَالٰی: اِنَّآ أَرۡسَلۡنَاكَ الاية أَخۡرَجَ عَبۡدُ بۡنُ حُمَيۡدٍ وَّابۡنُ جَرِيۡرٍ عَنۡ قَتَادَةَ "اِنَّـآ أَرۡسَـلۡنَـاكَ شَـاهِـدًا "قَالَ شَاهِدًا عَلٰى أُمَّةٍ وَّشَاهِدًا عَلَى الۡاَنۡبِيَاءِ أَنَّهُمۡ قَدۡبَلَّغُوۡا "وَمُبَشِّـرًا" يُبَشِّرُ بِالۡجَنَّةِ مَنۡ أَطَاعَ اللّٰهَ "وَنَذِيۡرًا" يُنۡذِرُ النَّارَ مَنۡ عَصَاهُ "لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُـوۡلِهٖ" قَالَ بِوَعۡدِهٖ وَبِالۡحِسَابِ وَبِالۡبَعۡثِ بَعۡدَ الۡمَوۡتِ "وَتُعَزِّرُوۡهُ " قَالَ تَنۡصُرُوۡهُ "وَتُـوَقِّـرُوۡهُ" قَـالَ اَمَـرَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِتَسۡوِيۡدِهٖ وَتَفۡخِيۡمِهٖ وَتَشۡرِيۡفِهٖ وَتَعۡظِيۡمِهٖ وَكَانَ فِيۡ بَـعۡـضِ الۡـقِرَاءَةِ وَيُسَبِّحُوا اللّٰهَ بُكۡرَةً وَّأَصِيۡلًا۔ وَأَخۡرَجَ عَبۡدُ الرَّزَّاقِ وَعَبۡدُ بۡنُ حُمَيۡدٍ وَّابۡـنُ جَرِيۡرٍ عَنۡ قَتَادَةَ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ أَیۡ لِتُعَظِّمُوۡهُ۔وَأَخۡرَجَ ابۡنُ جَرِيۡرٍ وَّابۡنُ الۡمُنۡذِرِ

وَابْنُ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِیْ قَوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ یَعْنِی
التَّعْظِیْمَ یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(ترجمہ: قَوْلُہٗ تَعَالٰی اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ الایۃ امام عبد بن حُمَیْد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام ابنِ جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل فرمایا: اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اس کا معنی ہے ہم نے آپ کو اپنی اُمّت اور انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے گواہ بنا کر بھیجا کہ اُنہوں نے تبلیغ فرمادی، مُبَشِّرًا یعنی آپ جنت کی خوشخبری اُن لوگوں کو دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو مانیں، نَذِیْرًا اور جو اُس کی نافرمانی کرے اُسے آپ دوزخ سے ڈراتے ہیں، لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ آپ نے فرمایا: اِس کا معنی یہ ہے کہ تم اُس کے وعدے، حساب، موت کے بعد دوبارہ اُٹھنے پر ایمان لے آؤ، تُعَزِّرُوْہُ آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے آپ کی مدد کرو، تُوَقِّرُوْہُ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کو سردار ماننے، آپ کی تعظیم کرنے، آپ کا اِکرام کرنے اور عزت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور بعض قراءتوں میں وَیُسَبِّحُوا اللّٰہَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا بھی مروی ہے۔ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام عبد بن حُمَیْد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام ابنِ جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی کہ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ کا معنی ہے تاکہ تم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کی تعظیم کرو۔)

اور اسی طرح امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر میں لکھا ہے:

وَتُعَزِّرُوْہُ تُعِیْنُوْہُ وَتَنْصُرُوْنَہٗ وَتُوَقِّرُوْہُ اَیْ تُعَظِّمُوْہُ وَتُفَخِّمُوْہُ وَھٰذَا الْکِنَایَاتُ رَاجِعَۃٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(ترجمہ: تُعَزِّرُوْہُ یعنی تم آپ کی مدد اور نصرت کرو، وَتُوَقِّرُوْہُ یعنی تم آپ کی تعظیم وتوقیر کرو، یہ اشارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں۔)

تعظیم وتوقیرِ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ظاہراً اسیاقِ آیہ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مبعوث کرنے سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعظیم وتوقیر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک مقصودِ اصلی ہے جس کو حق تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ لام کے تحت میں بیان فرمایا اور دوسرے مقام میں فرمایا:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ: پس جو لوگ ایمان لائے اُن پر یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور تعظیم کی اُن کی اور مدد دی اُن کو اور پیروی کی اُس نور کی کہ اتارا گیا ہے اُن کے ساتھ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ انتہی

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے نجات بھی ممکن نہیں کیوں کہ اہلِ بلاغت جانتے ہیں کہ ترکیب اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ حصر کے لئے ہے یعنی رُستگاری اور نجات خاص اُنہیں لوگوں کو ہے جن میں یہ سب صفات موجود ہوں، اسی وجہ سے عظمت اور ہیبت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحابہ کرام کے دلوں پر کچھ ایسی مُستوَلی تھی کہ باوجود اس خلق عظیم کے جس سے جانی دشمن حلقہ بگوش اور وحشی صفت بے گانے مانوس ہو جاتے تھے اور باوجود اس کمالِ عشق ومحبت کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آنکھ بھر کے چہرۂ مبارک کو نہیں دیکھ سکتے تھے اور کسی میں یہ جرأت نہ تھی کہ کوئی بات یا مسئلہ بے تکلّف پوچھ لے، اجنبی جہاں دیدہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم وتوقیر اور خدمت گزاری کو جب دیکھتے بِلَا تَصَنُّعٍ آپس میں کہتے کہ اس قسم کی تعظیم نہ کسی بادشاہ کی ہوتی دیکھی نہ کسی اور کی، چنانچہ مَوَاهِبُ اللَّدُنِيَّة میں مذکور ہے:

قَالَ عُرْوَةُ اَیْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُ عَلٰی قَيْصَرَ

وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيّ وَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَايُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنْ يَّتَنَخَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَاِذَااَمَرَهُمْ ابْتَدَءُ وْااَمْرَهٗ وَاِذَاتَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْءِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَايُحِدُّوْنَ النَّظْرَ اِلَيْهِ تَعْظِيْمًا لَّهٗ۔

ترجمہ: کہا عروہ نے اے قوم! قسم ہے خدائے تعالیٰ کی کہ میں نے بہت بادشاہوں کے دربار دیکھے اور قیصر و کسریٰ اور نجاشی کی پیش گاہ میں گیا مگر جس قدر کہ اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُن کی تعظیم کرتے ہیں کسی بادشاہ کی تعظیم ہوتی نہیں دیکھی، خدا کی قسم! جب وہ ناک چھینکتے ہیں آب بنی لوگوں کی ہتھیلیوں میں گرتا ہے جس کو وہ لوگ اپنے منہ اور جسم پر ملتے ہیں، اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو اُس پانی پر جو گرتا ہے اصحاب کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ شاید نوبت جدال وقتال کی پہنچ جائے، اور جب وہ کسی کام کا حکم کرتے ہیں تو اِمتثال کے لئے ہر شخص پیش قدمی کرتا ہے، اور جب وہ بات کرتے ہیں تو آوازیں اُن لوگوں کی پست ہوجاتی ہیں، اور بوجہ تعظیم کے کوئی نگاہ جما کے اُن کو دیکھ نہیں سکتا۔ انتہی

اور زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے:

قَالَ عُمَرُبْنُ الْعَاصِ مَاكَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَااَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ وَمَاكُنْتُ اُطِيْقُ اَنْ اَمْلَاَ عَيْنِيْ مِنْهُ اِجْلَالًا لَّهٗ حَتّٰى لَوْقِيْلَ لِيْ صِفْهُ مَااسْتَطَعْتُ اَنْ اَصِفَهٗ اَخْرَجَهٗ مُسْلِمٌ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کسی سے مجھ کو محبت نہ تھی اور نہ کسی کی عظمت اور بزرگی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ میری آنکھوں میں تھی، اِجلال کی وجہ سے آنکھ بھر کر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں سکتا تھا، اگر

حلیہ مبارک کوئی مجھ سے پوچھے تو میں بیان نہ کرسکوں گا، روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَفِی الشِّفَا لِلْقَاضِی عِیَاضٍ وَفِیْ حَدِیْثِ طَلْحَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِاَعْرَابِیٍّ جَاھِلٍ سَلْہُ عَمَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَکَانُوْا یَھَابُوْنَہٗ وَیُوَقِّرُوْنَہٗ فَسَأَلَہٗ فَأَعْرَضَ عَنْہُ اِذْ طَلَعَ طَلْحَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا مِمَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ قَالَ عَلِیُّ الْقَارِی فِیْ شَرْحِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَہٗ عَنْ طَلْحَۃَ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک جاہل اَعرابی سے کہا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ پوچھ کہ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ سے کون مراد ہے، اَعرابی کے واسطے کی یہ وجہ تھی کہ صحابہ کرام پر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیبت و وقار کا ایسا غلبہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ بات خود پوچھ نہیں سکتے تھے، اُس نے پوچھا لیکن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا، اسی عرصہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ انہیں لوگوں سے ہیں یعنی جنہوں نے اپنی منت کو پورا کیا۔ انتھی

واقع میں مقرّبانِ نبوی ہی کے دل اس عظمت کو جانتے تھے جس سے نگاہیں پست ہوئی جاتی تھیں اور لبوں تک بات نہیں آسکتی تھی، بیچارے جنگلیوں کو اس سے کیا علاقہ وہاں تو سادگی کچھ اس بلا کی ہے کہ جو بات دل میں آگئی زبان پر آ ہی گئی ادب اور بے ادبی کو کون پوچھتا ہے۔

قَالَ الْبَرَّاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَمَا رَوٰی اَبُوْیَعْلٰی لَقَدْ کُنْتُ اُرِیْدُ اَنْ اَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَمْرِ فَأُؤَخِّرُہٗ سَنَتَیْنِ مِنْ ھَیْبَتِہٖ کَذَا فِی الشِّفَاءِ۔

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کوئی بات آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

میں پوچھنا چاہتا تو ہیبت مجھ پر کچھ اس قدر غالب ہوتی کہ دو سال تک نہ پوچھ سکتا۔ انتھی

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سوائے تعظیمِ اختیاری کے جس کا امر حق تعالیٰ نے کیا ہے مِنْ جَانِبِ اللّٰهِ بھی عظمت وہیبت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دلوں پر صحابہ کرام کے مُستولی تھی اور کیوں نہ ہو یہ عظمت وہ ہے جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جماد ونبات پہچاننے اور سجدے کرنے لگے۔

سجدۂ جانوران

اسی طرح جانور بھی سجدہ کیا کرتے تھے كَمَا فِي الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِيَّةِ وَالزُّرْقَانِيّ:

عَنْ أَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ اَهْلُ بَيْتٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ لَهُمْ جَمَلٌ يَسْنُوْنَ عَلَيْهِ وَاِنَّهُ اسْتَصْعَبَ عَلَيْهِمْ فَمَنَعَهُمْ ظَهْرَهٗ وَاِنَّ الْاَنْصَارَ جَاءُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّهٗ كَانَ لَنَا جَمَلٌ نَسْنِیْ عَلَيْهِ وَاَنَّهٗ اسْتَصْعَبَ عَلَيْنَا وَمَنَعَنَا ظَهْرَهٗ وَقَدْعَطِشَ النَّخْلُ وَالزَّرْعُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ قُوْمُوْا فَقَامُوْا فَدَخَلَ الْحَائِطَ وَالْجَمَلُ فِیْ نَاحِيَتِهٖ فَمَشٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ قَدْصَارَ مِثْلَ الْكَلْبِ الْكَلِبِ وَاِنَّانَخَافُ عَلَيْكَ صَوْلَتَهٗ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَیَّ مِنْهُ بَأْسٌ فَلَمَّانَظَرَ الْجَمَلُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ نَحْوَهٗ حَتّٰى خَرَّ سَاجِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَاصِيَتِهٖ اَذَلَّ مَاكَانَ قَطُّ، الحديث رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ کسی انصاری کے یہاں ایک اونٹ تھا جس

سے زراعت کو پانی دیا کرتے تھے ایک بار وہ سرکش ہوگیا اور ایسا بگڑا کہ کوئی شخص اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا وہ انصاری آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعات بیان کر کے عرض کیا کہ زراعت اور نخلستان سوکھے جا رہے ہیں، آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس باغ میں تشریف لے گئے، جہاں وہ اُونٹ تھا اُس کی طرف بڑھے انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم یہ اونٹ مثل دیوانہ کُتے کے ہوگیا ہے ہمیں خوف ہے کہ کہیں آپ پر حملہ نہ کرے، فرمایا: مجھے اس سے کچھ اندیشہ نہیں جب اونٹ نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا خود آگے بڑھ کر سجدہ میں گرا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کی پیشانی کے بال پکڑ لئے اور وہ ایسا مُسَخّر و مطیع ہوگیا کہ شاید ہی کبھی ہوا ہو۔ انتہی

وَاَیْضًا فِی الْمَوَاهِبِ عَنْ جَابِرٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ جَمَلًا جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا کَانَ قَرِیْبًا مِّنْهُ خَرَّ الْجَمَلُ سَاجِدًا الحدیث وَفِیْ آخِرِهٖ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْكَ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَكَ مِنَ الْبَهَائِمِ فَقَالَ لَایَنْبَغِیْ لِبَشَرٍ اَنْ یَّسْجُدَ الْبَشَرَ۔ رَوَاهُ الدَّارمی وَالْبَزار وَالْبَیْهَقِیُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک اونٹ نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آ کر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کیا جب دیکھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہ جانور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کیا کرتے ہیں تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ہم تو ان سے زیادہ مُستحق ہیں کہ یہ خدمت و تعظیم بجالائیں اور آپ کو سجدہ کیا کریں فرمایا کسی بشر کو سزاوار نہیں کہ بشر کو سجدہ کرے۔ انتہی

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ عظمت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیوانات کے دل

میں بھی اس قدر تھی کہ آپ کو سجدہ کیا کرتے تھے اور فرشتوں نے جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اس میں بھی تعظیم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملحوظ تھی کہ نور مبارک آپ کا ان کی پیشانی میں تھا چنانچہ ابنِ حجر ھیثمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دُرِّ منضود میں لکھا ہے:

أَمَرَهُمْ بِالسُّجُوْدِ لِآدَمَ اِنَّمَاهُوَ لِأَجَلِ مَا كَانَ بِجَبْهَتِهٖ مِنْ نُوْرِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَهُ الرَّازِيُّ۔

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں یہ حکم صرف اس لئے تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ہمارے نبی پاک صاحب لولاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور جلوہ گر تھا۔)

اور مواھب اللّدُنِیّۃ میں لکھا ہے:

وَقَدْ كَانَ حَظُّ آدَمَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ سُجُوْدَ الْمَلٰئِكَةِ لَهٗ تَعْظِيْمًا لَّهٗ اِذْ كَانَ فِيْ صُلْبِهٖ، وَنُوْحَ خُرُوْجَهٗ مِنَ السَّفِيْنَةِ سَالِمًا وَّاِبْرَاهِيْمَ كَانَتِ النَّارُ عَلَيْهِ بَرْدًا وَّسَلَامًا اِذْ كَانَ فِيْ صُلْبِهٖ كَمَا اَفَادَ عَبَّاسٌ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ قَصِيْدَتِهٖ۔

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت سے یہ حصہ پہنچا کہ فرشتوں نے اُن کو سجدہ کیا اس لئے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کی صلب میں تھے، اور حضرت نوح علیہ السلام جو کشتی میں سے صحیح وسالم اُترے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ جو سرد ہوگئی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی رحمت کا اثر تھا اس لئے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان حضرات کے صلب میں تھے، یہ بات حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قصیدہ سے معلوم ہوتی ہے جس کو اُنہوں نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرو پڑھا اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سُن کر خوش ہوئے۔

یہ قصیدہ اس کتاب کے شروع میں (صفحہ نمبر ۲۶) پر لکھا گیا ہے۔

اور بروایت انس بن مالک اور نُبَیط بن شُرَیط یہ بات بھی بہ احادیثِ مرفوعہ ثابت ہوگئی کہ ہم نام آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دوزخ میں نہ جائے گا جس سے تمام اہلِ محشر پر عظمت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بخوبی ظاہر ہو جائے گی، اور حضرت آدم علیہ السلام کے بیان سے اُوپر ثابت ہو چکا ہے کہ فرشتوں کے پاس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ عظمت ہے کہ ہمیشہ ذکر آپ کا کیا کرتے ہیں۔ اس قسم کی کئی حدیثیں مذکور ہوئیں اور بہت سی آیندہ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی لکھی جائیں گی۔

خلاصہ ان سب کا یہ ہوا کہ عناصر سے لے کر اَجسام، اور جمادات سے لے کر ملکوت، اور زمین سے لے کر آسمان، اور ازل سے لے کر ابد تک ہر چیز عظمت پر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گواہی دے رہی ہے۔ اب رہے جن وانس یہ بے چارے معرضِ اِمتحان میں کچھ ایسے پڑے ہیں کہ نہ اُن کو اس قسم کے اُمور کا مشاہدہ ہے کہ جس کی بدولت واقعی حالات پر مطلع ہوں نہ ایسی عقل رسا کہ جس سے حقائقِ اَشیاء اور مدارجِ وجود کو معلوم کر سکیں، اگر غافل ہیں تو یہی دو ہیں سوائے ان کے ہر چیز یادِ الٰہی میں مصروف ہے۔ کَمَاقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّاتَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ۔

یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد میں مصروف ہے تم نہیں اُس کو سمجھتے ہو۔

جب خود اپنے پروردگار سے غفلت کرنے اور مالکِ حقیقی کے حقوق کو ضائع کرنے میں اُنہوں نے کوتاہی نہ کی تو دوسرے ابواب کس شمار میں، بااِیں ہمہ ان کو جس ذریعہ سے توحید پہنچائی گئی اسی ذریعہ سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت بھی معلوم کرائی گئی۔ چنانچہ ابتداءً ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام کو اس کی خبر دی پھر یہ خبر وِراثۃً بنی آدم میں شائع ہوتی رہی اور کبھی بے دینی نے اُس کو چھپا دیا تو انبیاء علیہم السلام اُس کی تجدید کرتے رہے جس کا حال

اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی آئندہ معلوم ہوگا یہاں تک کہ خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عالم میں تشریف فرما ہوئے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ارشاد حق تعالیٰ کا:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔

(ترجمہ: تا کہ (اے لوگو) تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول پر اور تا کہ تم اُن کی مدد کرو اور دل سے اُن کی تعظیم کرو)۔

وغیرہ عموماً پہنچا دیا اب اگر اس پر بھی کوئی شخص نہ مانے مختار ہے کسی کا جبر نہیں کہ خواہ مخواہ مان ہی لے مگر عاقل کو چاہئے کہ اِس اختیار کے انجام کو سوچ لے حق تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا۔

ترجمہ: ہر جو کوئی چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے ہم نے رکھی ہے ظالموں کے واسطے آگ موجود انتہٰی

تمام قرآن کو نہ ماننا اور ایک آیت کو نہ ماننا سزا میں دونوں برابر ہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ: کیا ایمان لاتے ہو تم تھوڑی آیتوں پر اور نہیں مانتے تھوڑی آیتیں پھر کچھ سزا نہیں اُس کی جو کوئی تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جائیں سخت سے سخت عذاب میں اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ہے تمہارے کاموں سے۔ انتہٰی

الحاصل اگر عام جن و انس آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کو نہ مانیں تو انہیں کا نقصان ہوگا اس سے عظمت میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی قسم کا دھبہ نہیں آسکتا۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ باوجود اتنے معجزات اور کھلی کھلی دلیلوں کے کیا سبب تھا کہ کفار کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت میں کلام رہا کیا۔ بات یہ ہے کہ ہر نفس کی جبلّت میں یہ بات رکھی ہوئی ہے کہ

کسی نہ کسی طرح اپنے ہم جنس پر اپنی تعلّی اور بڑائی ہو چنانچہ لڑکوں تک یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ اگر ان کی ہم جنس کسی لڑکے سے اِنہیں اچھا کہیے تو خوش اور بُرا کہیے تو ناخوش ہوتے ہیں بلکہ رونے لگتے ہیں۔

مِثلیّتِ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

چوں کہ مرتبہ رسالت کا کُفار کے ذہنوں میں نہایت جلیل القدر تھا اور تصدیق رسالت میں انبیاء کی ہر طرح اُن پر فضیلت ثابت ہوتی تھی جس سے وہ اپنی کسرِ شان سمجھے تھے اس لئے نفوس پر اُن کے یہ امر نہایت شاق ہوا اور کہنے لگے:

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔

یعنی تم تو ہم جیسے بشر ہی ہو، کچھ فرشتہ نہیں جو فضیلت تمہاری مانی جائے۔

حالاں کہ اِبتداءً دعوت انبیاء کی صرف توحید کی طرف تھی جس کے کفار بھی مُقِرّ تھے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔

ترجمہ: اگر پوچھیں آپ کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو البتہ کہیں گے اللہ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔

ترجمہ: اگر پوچھیں آپ اُن سے کہ کس نے پیدا کیا اُن کو البتہ کہیں گے اللہ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:قُلْ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ۔

ترجمہ: کہیے کہ آؤ طرف ایک بات کے جو برابر ہے تم میں اور ہم میں کہ نہ عبادت کریں ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے۔انتہی

خلاصہ یہ کہ جو بات اُن کے مُسلّمات سے تھی اُس کو ماننا بھی اُن کے نفوس پر شاق تھا کیوں کہ

اس سے رسالت کی تصدیق سمجھی جاتی تھی پھر اگر کوئی طالبِ حق عاقبت اندیش انبیا علیہم السلام کی طرف مائل ہوتا تو اس کو بھی عار دلاتے کہ یہ مثل تمہارے کھانا کھاتے ہیں پانی پیتے ہیں، بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں کچھ فرشتے نہیں جو اُن کی تم پر فضیلت ہو، اپنے ہم جنس کی اطاعت کرنا بڑی ذلت کی بات ہے۔ کَمَاقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی حِکَایَةً:

قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ۔

ترجمہ: اور کہنے لگے یہ کیا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور پھرتا ہے بازاروں میں۔ انتھی

اَیضًا: فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً۔

ترجمہ: تب بولے سردار جو منکر تھے اس قوم کے یہ کیا ہے ایک آدمی ہے جیسے تم، چاہتا ہے کہ بڑائی کرے تم پر اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اُتارتا فرشتے۔ انتھی

اَیضًا: وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور بولے سردار اُن کی قوم کے جو منکر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی ملاقات کو جن کو آرام دیا تھا ہم نے دنیا کی زندگی میں اور کچھ نہیں یہ ایک آدمی ہے جیسے تم۔ کھانا کھاتا ہے جس قسم سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جس قسم سے تم پیتے ہو، اور اگر اطاعت کی تم نے اپنے برابر کے آدمی کی تو تم بے شک خراب ہوئے۔ انتھی

الحاصل خود بینی اور خود سری نے اُنہیں اندھا بنا دیا تھا کسی نے یہ نہ سمجھا کہ اگر خدائے تعالیٰ کسی خاص بشر کو اپنے فضل سے سب پر فضیلت دیدے تو کونسا نقصان لازم آجائے گا۔

چنانچہ خود انبیاء علیہم السلام نے اس قسم کا جواب بھی دیا: کَمَا قَالَ تَعَالٰی:

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔

ترجمہ: کہا اُن کو اُن کے پیغمبروں نے کہ ہم بھی بشر ہیں جیسے تم لیکن اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے جس پر چاہتا ہے۔

مگر یہ جواب کب مُفید ہوسکتا تھا وہاں تو مہار اختیار کی نفسِ امارہ کے ہاتھ تھی، پھر اُس کو کون سی ضرورت تھی جو خواہ مخواہ اپنی خاص صفت تعلّی کو چھوڑ کر ذلّت اختیار کرے۔ یہ تو اُنہیں کا کام تھا جنہوں نے پہلے پہل نفس پر ایک ایسا حملہ کیا کہ زمامِ اختیار کو اُس کے ہاتھ سے چھین لیا پھر اُس کی اصلاح کے درپے ہوئے اور مَاشَآءَ اللّٰہُ خوب ہی اِصلاح کی۔ یا تو وہ حال تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اُس کو ذلّت ناگوار ہوتی تھی یا یہ حالت ہوئی کہ اپنے جنس والے ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے مقابلہ میں ہمسری کا دعویٰ نہیں، چنانچہ حق تعالیٰ اُن کی صفت میں فرماتا ہے:

أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(ترجمہ: اہلِ ایمان کے سامنے نرمی اور تواضع کرنے والے ہیں)۔

جب عموماً مومنین کے ساتھ یہ حالت ہو تو خیال کرنا چاہئے کہ خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اُن کا کس قسم کا معاملہ ہوگا۔ ایک بات تو ابھی معلوم ہوئی کہ سب صحابہ کرام حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے اگر کسی کو عقلِ سلیم اور فہمِ مستقیم حاصل ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ کس قدر عظمت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحابہ کرام کے پیشِ نظر ہوگی جس نے اُس کمال تذلّل کو جو سجدہ کرنے میں ہے آسان کر دیا تھا، اب سمجھنا چاہئے کہ اس قدر عظمت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحابہ کرام کے دلوں میں کیوں کر متمکّن ہوئی؟ حالاں کہ خود آں حضرت صلی

اللہ تعالیٰ علیہ نے بموجب ارشادِ حق تعالیٰ فرمادیا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔

(ترجمہ: آپ فرمایئے کہ میں بشر ہی ہوں)۔

وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے جب دیکھا کہ کفار کو آیہ شریفہ:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔

(ترجمہ: لیکن اللہ تعالیٰ احسان فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں سے)۔
کے مضمون کی طرف بالکل توجہ نہیں اور صرف دعویٰ ہمسری میں خراب ہوئے جاتے ہیں اس لئے برخلاف ان کے اس آیت کے مضمون کو اپنا پیش رو بنایا اور اس میں اس قدر اِستغراق حاصل کیا کہ گویا اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کو سنا ہی نہیں یہی وجہ تھی کہ انہوں نے سجدہ پر آمادگی ظاہر کی اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پھر بشریّت کا مضمون یاد دلانے کی ضرورت ہوئی چنانچہ فرمایا کہ بشر کو بشر کا سجدہ کرنا مناسب نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ؎

شاہ دیں را منگر اے ناداں بطیں
کیں نظر کردہ است ابلیس لعین

(اے نادان! حضور سرورِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مٹی سے مت خیال کر کیوں کہ اس نظر سے ابلیسِ لعین نے آپ کو دیکھا ہے۔)

نیست ترکیبِ محمد لحم و پوست
گرچہ در ترکیب ہر تن جنس اوست

(حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ترکیب گوشت اور کھال سے نہ تھی اگرچہ

ہر جاندار کی ترکیب اس طرح سے ہے۔)

گوشت دارد پوست دارد استخواں

ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں

(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر میں گوشت، پوست اور ہڈیاں ہیں لیکن کسی ایسی ترکیب میں وہ کمالات موجود ہیں جو آپ کے ذات پاک میں تھے)

کاندراں ترکیب باشد معجزات

کہ ہمہ ترکیبہا گشتند مات

(سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ترکیب میں معجزات بھی موجود ہیں جن کے سامنے باقی ساری ترکیبیں مات کھا جاتی ہیں)

اس قسم کی عظمت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جیسی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں میں تھی ایک مدّت تک مسلمانوں کے دل میں رہی جس کا حال اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی آئندہ لکھا جائے گا مگر افسوس ہے کہ چند روز سے پھر وہی مُساوات کا خیال آخری زمانہ کے بعض مسلمانوں کے سروں میں سمایا اور گویا یہ فکر شروع ہوئی کہ وہ سب باتیں تازہ ہو جائیں کبھی اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں خوض ہوتا ہے، کبھی کہا جاتا ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھائی کہا ہے اس لئے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑے بھائی ہیں، اب اس خیال نے یہاں تک پہنچا دیا کہ وہ آیات واحادیث مُنْتَخَب کی جاتی ہیں جن سے اُن کے زعم میں منقصتِ شان ہو اور وہ احادیث کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے براہِ تواضع کچھ فرمایا ہے اپنی دانست میں اُن کو کسرِ شان کے باب میں قرار دے کر شائع کی جاتی ہیں۔

ہم نے مانا کہ نقلاً اور عقلاً ہر طرح سے اس مسئلہ میں زور لگایا جائے گا لیکن دیکھنا یہ چاہئے کہ

انتہاء اس کی کہاں ہوگی؟ ہم یقین سمجھتے ہیں کہ آخر یہ حضرات بھی مسلمان ہیں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتبہ کو اس سے تو ہرگز کم نہ بیان کریں گے کہ جس قدر کفار سمجھتے تھے یعنی بَشَرٌ مِّثْلُنَا مگر معلوم نہیں اس سعی کا کیا نتیجہ ہوگا؟ اتنی بات تو کافروں سے پوچھنے میں حاصل ہو جاتی ہے، اس میں نہ قرآن کی ضرورت ہے نہ حدیث کی۔ اب اس کے ساتھ یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ ہم لوگ جو آیات واحادیث سے اِستِدلال کر کے بیانِ عظمت میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبالغہ کرتے ہیں انتہاء اس کی کہاں ہوگی؟ یہ بات ہر جاہل سے جاہل جانتا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق اور بشر ہیں اور حق تعالیٰ خالق ہے اب انتہاء اس مبالغہ کی یہی ہوگی کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ قریب مرتبۂ مسجودیّت کے سمجھا جائے گا وہ بھی اس وجہ سے کہ ایک عالَم آپ کو سجدہ کیا کرتا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی سجدہ کرنے کے لئے مُستَعِد ہو گئے تھے۔ غرض اس مبالغہ کی حد وہ ہوگی جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حُسنِ عقیدت تھی اب ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ جس راہ کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدت العمر طے کیا کئے اور جس پر عمر بھر سرگائے رہے جہاں سے انہیں فتح یاب ہوا اُس مقام کو چھوڑ دیں اور اس راہ میں رجعة القهقری کر کے وہ راستہ چلیں جو کفّار کی حدِ اعتقاد کو یعنی اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کو پہنچا دے جہاں سے کفّار بڑھ نہیں سکتے۔ شعر ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو می روی بترکستان است

(ترجمہ: اے اعرابی! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبہ معظمہ تک نہ پہنچ سکے گا کیوں کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے وہ تو ترکستان کی طرف جاتا ہے۔)

کسی بزرگ نے ہم لوگوں کے اِعتِقاد کی شرح ایک چھوٹے سے جملہ میں نہایت ہی مبسوط کی ہے کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(ترجمہ: بات مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بعد بزرگ آپ ہی ہیں)۔

یقین ہے کہ اس تقریر سے اہلِ انصاف پر دونوں راستے اور اُن کی انتہاء، اور حُسن و قبح ہر ایک کی مُنکشف ہوگئی ہوگی، طالبِ راہِ حق کو چاہئے کہ جب کسی کو اپنا راہبر بنائے تو پہلے اس امر کی بخوبی تحقیق کرلے کہ کونسی راہ لے جائے گا؟ اگر بے چارے جاہل کوتاہی نظر سے دریافت نہ کرسکیں تو معذور ہیں مگر اہلِ اِمتیاز اندازِ کلام اور طرزِ بیان سے معلوم کرسکتے ہیں کہ وہ شخص کس راہ کی آمادگی کر رہا ہے؟ مثلاً کسی نے وہ حدیث پڑھی جس میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متاخرین کو اپنا بھائی فرمایا ہے یہاں ایک شخص تو وہ ہوگا کہ مارے شرم کے سر نہ اُٹھا سکے گا کیوں کہ اگر کوئی اچھی طرح آنکھیں مل کے اپنی حالت کو دیکھے تو معلوم ہو کہ کس قدر آلودۂ عصیان ہے؟ اسی کتاب میں بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب کبھی اپنے احوال پر نظر ڈالتے نفاق کا خوف آجاتا معلوم نہیں کہ باوجود ان بشارتوں کے کس چیز نے انہیں اس خوف میں ڈال رکھا تھا؟ جب اُن حضرات کا یہ حال ہو تو پھر کس کا منہ ہے جو کچھ دعویٰ کرسکے؟ غرض کہ بھائی سمجھنا تو کہاں ایسے خیالات کبھی تو نسبتِ غلامی سے بھی خجالت پیدا کئے دیتے ہیں چنانچہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔ ع

نسبتِ خود بسگت کردم وبس منفعلم

(ترجمہ: میں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درِ اقدس کے کتے کی طرف نسبت دی ہے اس گستاخی پر میں شرمندہ ہوں۔)

منشاء اُس کا اگر دیکھئے تو صرف یہی ہے کہ نقشہ اپنے سارے اعمال کا آنکھوں کے سامنے کھنچ گیا ہے جس سے ندامت کے پورے پورے آثار دل میں نمایاں ہیں اور قریب ہے کہ دروازہ توبہ کا کھل جائے اور کبھی اشفاق ومراحم شفیع المذنبین کا تصور ادائے شکریہ میں مصروف کردیتا ہے کہ ہر چند ہم میں قابلیت نہیں مگر شانِ رحمۃ للعالمینی ہے کہ اس درجہ قدر افزائی کی، ایسے آقائے مہربان پر قربان ہونا چاہئے کہ ہم جیسے غلاموں کو بھی یاد کیا اور اس سرفرازی کے ساتھ کے جو دوسروں کو نصیب نہیں۔

الحاصل اُس حدیث کے ذکر کے وقت اُس شخص کی کچھ کیفیت ہی اور ہے اور وہ نورانیت کے آثار مُرتّب ہیں جو عموماً اَعمال پر غالباً مُرتّب ہوسکیں، اس قسم کے قدر افزائیوں کا لُطف وہی لوگ جانتے ہیں جن کو بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص قسم کی نسبت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کرنے کے لئے اجازت چاہی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دے کر فرمایا اے بھائی! اپنی دعاء میں ہمیں نہ بھولیو، وہ کہتے ہیں کہ یہ ارشاد مجھ میں اس قدر اثر کر گیا کہ اگر تمام روئے زمین میری مِلک ہوجائے تو ان الفاظ کے مقابلہ میں میرے پاس وہ کچھ چیز نہیں۔

كَمَافِيْ كَنْزِالْعُمَّالِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَأَذِنَ لِيْ وَقَالَ لَاتَنْسَنَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ أَوْقَالَ أَشْرِكْنَا يَاأُخَيَّ فِيْ دُعَائِكَ كَلِمَةً مَّاأُحِبُّ أَنَّ لِيْ بِهَا مَاطَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَابْنُ سَعْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حم ،دت،حسن صَحِيْحٌ ہ، ع والشاشی ص، ق۔

(ترجمہ: جیسا کہ کنز العُمّال میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا: اے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کرنا، یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا۔ یہ ارشاد میرے نزدیک اتنے اعزاز کا باعث تھا کہ میں اس کے بدلے میں ان تمام چیزوں کو جن پر سورج طلوع ہوتا ہے لے کر دست بردار ہونے کو پسند نہیں کرتا۔ امام ابنِ سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی آپ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔)

بظاہر یہ ارشاد حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ایسی بڑی بات نہیں صرف دعاء کرنے کو فرمایا تھا مگر اُس کی وقعت کا اندازہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی دل کر سکتا تھا کہ تمام روئے زمین کی سلطنت ایک طرف تھی اور اُس مختصر سے کلمہ کی شانِ دلربائی ایک طرف۔ غرض کہ اُس حدیث مذکورہ بالا

کوسن کرایک شخص کے دل کی وہ حالت ہوگی جو خارج از بیان ہے۔اور ایک وہ شخص ہوگا کہ اسی حدیث شریف سے یہ بات نکالے گا کہ اُخُوّۃ امرِ اضافی ہے تقدُّم وتأخُّر زمانہ کے اِعتبار سے اگر فرق ہے تو بڑے چھوٹے کا ہے یعنی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑے بھائی ہوئے اور ہم چھوٹے بھائی۔

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ۔

(ہم اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ مانگتے ہیں)۔

ایسے شخص کو اس حدیث شریف سے اسی قدر حصہ ملا کہ سر میں ہمسری سمائی اور یہ خیال بڑھتا چلا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ تک پہنچا دیا اب یہ شخص اس ذہن میں ہوگا کہ جہاں خود پہنچا ہے اوروں کو بھی وہیں پہنچا دے شاید اُس کے خیال میں یہ کبھی نہ آیا ہوگا کہ ہم کہاں شانِ رحمۃ للعالمین وسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاں ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

(ترجمہ: عالمِ پاک کے ساتھ خاک کو کیا نسبت؟)

اکثر اکابر وسلاطین خادموں اور غلاموں کو بھائی کہہ دیا کرتے ہیں بلکہ خود احادیث میں وارِد ہے کہ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔

اگر بادشاہ کے کہنے سے یا اُس حدیث شریف سے خُدّام اور غلام اپنے آقا کو بھائی کہنے لگیں تو ظاہر ہے کہ نہایت بے ادب اور احمق سمجھے جائیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عَبْدُہٗ کہنا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باوجود اس قرابت کے جو اَظْهَرمِنَ الشَّمْس ہے اپنے کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کے ساتھ منسوب کیا ہے چنانچہ مُستَدرَک نے روایت کیا ہے:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ لَمَّا وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَطَبَ النَّاسَ عَلٰى مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ

وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّىْ قَدْ عَلِمْتُ مِنْكُمْ أَنَّكُمْ تُؤْنِسُوْنَ مِنِّىْ شِدَّةً وَّغِلْظَةً وَّذَالِكَ إِنِّىْ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ وَكَانَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا﴾ فَكُنْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالسَّيْفِ الْمَسْلُوْلِ إِلَّا أَنْ يَّغْمِدَنِىْ أَوْ يَنْهَانِىْ عَنْ أَمْرٍ فَأَكُفُّ وَإِلَّا أَقْدَمْتُ عَلَى النَّاسِ لِمَكَانِ لِيْنِهٖ۔ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ۔ رقم نمبر ٤٣٤۔

ترجمہ: روایت ہے حضرتِ سعید بن میتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مَسند نشینِ خلافت ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑھا کہ آپ لوگ جو مجھ میں شِدّت اور سختی دیکھتے ہو اُس کا سبب یہ ہے کہ میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام اور خادم تھا چوں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحیم تھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (اور وہ مومنوں پر ہمیشہ رحم فرمانے والے ہیں) اور لوگ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نرمی کی وجہ سے جرأت کرتے تھے، اس سبب سے میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرُو مثل شمشیرِ برہنہ کے رہتا اگر میاں میں کرتے اور منع فرما دیتے تو باز رہتا تھا ورنہ پیش قدمی کرتا۔ کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اِنْتَهٰى

اگر کسی قرابت کا اطلاق آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درست ہوتا تو البتہ والد اور پدرِ بزرگوار کہنے کے لئے ایک وجہ تھی کیوں کہ ازواجِ مطہرات کو حق تعالیٰ نے اُمّہات المومنین فرمایا ہے:

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَأَزْوَاجُهٗ أُمَّهَاتُهُمْ۔

(ترجمہ: اور آپ کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں)۔

اس صورت میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کے والِد ٹھہرے جس کی وجہ سے یہ شرافت ازواجِ مُطہّرات کو حاصل ہوئی باوجود اس کے حق تعالیٰ نے اس قرابت کی بھی نفی فرمادی۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾

ترجمہ: نہیں ہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باپ کسی کے تمہارے مردوں میں لیکن رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے اور ختم کرنے والے ہیں تمام نبیوں کے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ انتہیٰ

دیکھئے باوجود قرینہ قطعیہ کے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا والد ہونا ناگوار ہے تو اُخُوَّۃ کی تساوی کیوں کر گوارا ہوگی؟ اربابِ بصیرت سمجھتے ہوں گے کہ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عُلُوِّ شان کی طرف کیسا لطیف اشارہ ہے اس وجہ سے کہ لٰکِنْ جو اِستِدراک کے لئے آتا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُبُوَّۃ کی نفی میں کسی قسم کا تَوَہُّم پیدا ہوتا تھا جو اس سے دور کیا گیا اور یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہ تھے یہاں توہُّم کا کوئی محل نہیں رہا کسی مُتَبَنّٰی کے باپ ہونا تو اس میں بھی کوئی توہُّم نہیں ہوسکتا کیوں کہ مُتَبَنّٰی لینے والے کو بھی عُرف میں باپ کہا کرتے تھے پھر جب صراحۃً اس کی نفی ہوگئی تو معلوم ہوگیا کہ یہ اطلاق شریعت میں درست نہیں اس میں توہُّم کو کیا دخل جو وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ سے دفع کیا جارہا ہے، اوران صفات کی تصریح سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ توہُّم حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب رسالت سے متعلق ہے تا اُبُوَّۃ و رسالت میں مناسبت ہو ورنہ اس کی یہ مثال ہوئی مَا كَانَ زَيْدٌ أَبَا عَمْرٍو وَّلٰكِنَّهُ كَاتِبٌ۔

بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر شخص کے نزدیک اپنے باپ کی وہ وقعت ہوا کرتی ہے کہ عالی سے عالی اُسی کا مرتبہ سمجھا کرتا ہے اس سبب سے وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وغیرہ اسباب سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بجائے والد سمجھتے ہوں گے جب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کے باپ نہیں تو اب ایک قسم کا توہُّم پیدا ہوا کہ پھر کیا سمجھنا چاہئے؟

ارشاد ہوا: لیکن اللہ کے رسول اور خاتمِ انبیاء ہیں۔ پھر یہاں یہ شبہ پیدا ہوا کہ مخلوقات میں باپ سے زیادہ اور کیا رتبہ ہوگا؟ تو گویا اس کے جواب ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے کہ باپ کا کس قدر رتبہ ہے اور رسول اللہ کا کس قدر؟ مطلب یہ ہوا کہ ان دونوں مرتبوں میں کوئی نسبت نہیں پہلے خیال کو چھوڑ دو اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انہیں مراتب کے ساتھ متّصف سمجھو اور فرقِ مراتب کو اللہ تعالیٰ پر سونپ دو وہی ہر چیز کو جانتا ہے تمہاری عقلیں ان امور میں نہیں پہنچ سکتیں۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِيْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ۔

(ترجمہ: یہ مجھ پر عیاں ہوا ہے بہتر اللہ تعالیٰ جانتا ہے)۔

مسئلۂ مساوات میں ابنِ قیّم کی تقریر

ابنِ قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسئلۂ مساوات میں جو تقریر لکھی ہے وہ قابلِ دید ہے انہوں نے زادالمعاد میں لکھا ہے:

فَهٰذَا خَلْقُهٗ وَهٰذَا اخْتِيَارُهٗ (وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَايَشَاءُ وَيَخْتَارُ) وَمَابَيْنَ بُطْلَانِ رَأْيٍ يَقِيْنِيٍّ بِأَنَّ مَكَانَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ مُسَاوٍ لِسَائِرِ الْأَمْكِنَةِ وَذَاتَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ مُسَاوٍ لِسَائِرِ حِجَارَةِ الْأَرْضِ وَذَاتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَاوِيَةٌ لِذَاتِ غَيْرِهٖ وَاِنَّمَا التَّفْضِيْلُ بِأُمُوْرٍ خَارِجَةٍ عَنِ الذَّاتِ وَالصِّفَاتِ الْقَائِمَةِ بِهَا، وَهٰذِهِ الْأَقَاوِيْلُ وَأَمْثَالُهَا مِنَ الْجِنَايَاتِ الَّتِيْ جَنَاهَا الْمُتَكَلِّمُوْنَ عَلَى الشَّرِيْعَةِ وَنَسَبُوْهَا اِلَيْهَا وَهِيَ بَرِيَّةٌ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ أَكْثَرَ مِنَ اشْتِرَاكِ الذَّوَاتِ فِيْ أَمْرٍ عَامٍ وَّذَالِكَ لَايُوْجِبُ تَسَاوِيَهَا فِي الْحَقِيْقَةِ لِأَنَّ الْمُخْتَلِفَاتِ قَدْ تَشْتَرِكُ فِيْ أَمْرٍ عَامٍ مَّعَ اخْتِلَافِهَا فِيْ صِفَاتِهَا النَّفْسِيَّةِ ،وَمَاسَوَّى اللّٰهُ بَيْنَ ذَاتِ الْمِسْكِ وَذَاتِ الْبَوْلِ أَبَدًا، وَلَابَيْنَ ذَاتِ

الْمَاءِ وَذَاتِ النَّارِ أَبَدًا، وَالتَّفَاوُتُ الْبَيِّنُ الَّذِي بَيْنَ الْأَمْكِنَةِ الشَّرِيفَةِ وَأَضْدَادِهَا وَالذَّوَاتِ الْفَاضِلَةِ وَأَضْدَادِهَا أَعْظَمُ مِنْ هٰذَا التَّفَاوُتِ بِكَثِيرٍ، فَبَيْنَ ذَاتِ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِرْعَوْنَ أَعْظَمُ مَابَيْنَ الْمِسْكِ وَالرَّجِيعِ، وَكَذَالِكَ بَيْنَ نَفْسِ الْكَعْبَةِ وَبَيْنَ بَيْتِ الشَّيْطَانِ أَعْظَمُ مِنْ هٰذَا التَّفَاوُتِ أَيْضًا بِكَثِيرٍ فَكَيْفَ يُجْعَلُ الْبُقْعَتَانِ سَوَاءً فِي الْحَقِيقَةِ وَالتَّفْضِيلُ بِاعْتِبَارِ مَايَقَعُ هُنَاكَ مِنَ الْعِبَادَاتِ وَالْأَذْكَارِ وَالدَّعْوَاتِ۔ انتهى

ترجمہ: بعضوں کی رائے ہے کہ مکانِ بیت الحرام مساوی تمام مکانات کے ہے اور حجرِ اسود تمام پتھروں کے مساوی ہے اور ذاتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوروں کے مساوی ہے اور تفضیل باعتبار اُن اُمور کے ہے جو ذات سے خارج ہیں، اگرچہ متکلّمین نے اس کو شریعت کی طرف منسوب کر دیا ہے لیکن شریعت اُس سے بالکل بری ہے، اُن کے نزدیک کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ ایک امرِ عام میں سب ذاتیں شریک ہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حقیقتیں سب کی مساوی ہو جائیں کیوں کہ بہت سی مختلف چیزیں ایک امرِ عام میں شریک ہیں باوجود اس کے خاص خاص صفتیں ہر ایک کی مختلف اور باہم ممتاز ہیں جس سے اُن میں پورا امتیاز ہو گیا ہے، حق تعالیٰ نے ذاتِ مُشک اور ذاتِ بول کو کبھی برابر نہیں کیا، اور نہ پانی کی ذات اور آگ کی ذات کو، اور جو تفاوت شریف اور مُتبرّک مقامات اور اُن کے اضداد میں ہے، اور افضل ذاتوں اور اُن کے اضداد میں ہے اس سے بھی بدرجہا زیادہ ہے کیوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون میں یا نفسِ کعبہ اور شیطان کے گھر میں جو تفاوت ہے بدرجہا اُس سے زیادہ ہے جو مشک اور نجاست میں ہے، پھر جو کہا جاتا ہے کہ نفسِ کعبہ اور دوسری جگہ حقیقت میں برابر ہیں اور بزرگی کعبہ کی صرف اسی وجہ سے ہے کہ وہاں عبادات اور اذکار اور دُعائیں ہوتی ہیں سو یہ کیوں کر ہو سکے حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَايَشَاءُ وَيَخْتَارُ﴾

یعنی پیدا کرتا ہے رب آپ کا جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے۔ انتہی

خلاصہ اس کا یہ ہوا کہ ہر چند بعض صفات دو چیزوں میں برابر پائی جائیں اور محسوس ہوں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں یکساں ہو جائیں بلکہ جس ذات کو کسی قسم کی خصوصیات عطاء ہوں اور حق تعالیٰ اُس کو برگزیدہ کر چکا ہے وہ دوسرے کے برابر کبھی نہ ہو سکے گی بلکہ دونوں کی حقیقتوں میں کچھ ایسا فرق ہوگا کہ گویا اُن میں کچھ مناسبت ہی نہیں۔

اب اُن بے وقوفوں کو جنہوں نے:

﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾

یعنی تم تو ہم جیسے بشر ہی ہو کچھ فرشتہ نہیں جو فضیلت تمہاری مانی جائے۔

کہہ کر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہمسری کا خیال جمایا تھا اگر اندھے نہ کہیں تو کیا کہیں؟ کیوں کہ اُنہوں نے نہ اپنے آپ کو دیکھا نہ انبیاء علیہم السلام کو۔ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

یا تو پنداری که روئے انبیاء

آں چناں که هست می بینیم ما

(یا تو خیال کرتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے چہرے فی الحقیقت اسی طرح ہیں جس طرح کہ ہم دیکھتے ہیں)۔

گفت یزداں که تَرٰهُمْ یَنْظُرُوْنَ

نقش حمامند هُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دیکھو گے کہ وہ دیکھ رہے ہیں لیکن وہ حمام میں بنی ہوئی تصویریں ہیں جو دیکھتی نہیں)۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مضمون اس آیہ شریفہ کا لکھا ہے:

﴿وَتَرٰهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ﴾

(ترجمہ: اور تو دیکھے گا اُنہیں کہ دیکھ رہے ہیں آپ کی طرف حالاں کہ اُنہیں کچھ نظر نہیں آتا)۔

تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ بایزید بسطامی کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں؟ کہا شیخ نے وہ وہ شخص ہیں کہ جس نے اُنہیں دیکھا ہدایت پائی اور سعادت کو پہنچا۔ سلطان نے کہا یہ کیا بات ہے کہ ابوجہل نے خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ شیخ نے کہا کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا بلکہ محمد بن عبداللہ یتیم ابوطالب کو دیکھا تھا اگر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتا بے شک شقاوت سے نکل جاتا دلیل اس کی قرآن شریف میں موجود ہے:

﴿وَ تَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ﴾

ترجمہ: اور تو دیکھے گا اُنہیں کہ دیکھ رہے ہیں آپ کی طرف حالاں کہ اُنہیں کچھ نظر نہیں آتا۔

پس معلوم ہوا کہ یوں دیکھ لینا مُفید نہیں جس پر آثار مُرتّب ہوتے ہیں وہ دیکھنا ہی کچھ اور ہے۔ شعر ؎

برائے دیدنِ روئے توچشمِ دیگرم باشد
کہ ایں چشمے کہ من دارم جمالت رانمی شاید

(ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لئے مجھے ایک اور آنکھ درکار ہے کیوں کہ یہ میری آنکھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے شایانِ شان نہیں ہے)۔

غرض کہ جنہوں نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور خیال ہمسری جمایا ویسوں نے حسب حال یہ شعر ہے ؎

درخلا سنگے چمیں آلودہ پیشِ حاجئے
گفت دانی کیستم ہم سنگ کعبہ بودہ ام

(ترجمہ: طہارت خانہ میں ایک آلودہ پتھر ایک حاجی کے سامنے ناز و انداز دکھا رہا تھا وہ بولا تم جانتے ہو میں کون ہوں میں کبھی کعبہ معظمہ کا پتھر رہا ہوں)۔

ابنِ قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو اِعْتِبار حقائق کا کیا ہے یہی مذہب اہلِ تحقیق کا بھی ہے

چنانچہ مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: شعر ؎

ھر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی

(ترجمہ: وجود کے ہر مرتبہ کا الگ حکم ہے اگر ان مراتب کی تو حفاظت نہ کرے تو تُو بے ایمان ہے)۔

تقریر دور جا پڑی کلام اس میں تھا کہ عام جن وانس آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کو نہیں مانتے ادنیٰ تامُّل سے ظاہر ہوسکتا ہے کہ اس سے نفسِ عظمت میں کوئی نقصان نہیں آتا کیوں کہ جملہ عالَم میں یہ عظمت جب مُسلّم ہو چکی تو چند عوام کالانعام کس شمار میں؟ البتہ اس موقع میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حال معلوم کرنا ضرور ہے کیوں کہ افضل ترین اُمّت ہونے پر اُن کے خود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے۔ اگرچہ اس باب میں احادیث بہت وارِد ہیں مگر یہاں ایک حدیث شریف ذکر کی جاتی ہے جس کو دیلمی نے فردوس میں ذکر کیا ہے۔

فضیلتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

عَنْ أَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ نَظَرَ فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَلَمْ یَجِدْ قَلْبًا اَتْقٰی مِنْ قُلُوْبِ اَصْحَابِیْ وَلِذٰلِکَ اخْتَارَھُمْ فَجَعَلَھُمْ صَحَابًا فَمَااسْتَحْسَنُوْا فَھُوَ عِنْدَاللّٰہِ حَسَنٌ وَمَااسْتَقْبَحُوْا فَھُوَعِنْدَ اللّٰہِ قَبِیْحٌ۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے کوئی قلب میرے صحابہ کے قلوب سے پاکیزہ تر نہیں دیکھا اس لئے اُن کو میری صحابیّت کے لئے پسند فرمایا، جو کچھ وہ اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ

کے نزدیک اچھا ہے اور جو بُرا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُرا ہے۔

ان کا حال کسی قدر ابھی معلوم ہوا اور آئندہ بھی اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی معلوم ہوگا کہ کیسی عظمت حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُن کے دلوں میں تھی اور کس درجہ آداب کی رعایت رکھتے تھے باوجود اس کے اگر کسی سے بمُقتضائے بشریّت یا سادگی سے کوئی ایسی حرکت ہو جاتی جس میں شائبہ بے ادبی کا ہوتا ساتھ ہی کلامِ الٰہی میں تنبیہ اور زجر و توبیخ نازل ہوتی جس سے سب متنبہ اور ہوشیار ہو جاتے۔

لَاتَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُمْ کی تفسیر

چنانچہ کسی صحابی نے بلند آواز سے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرُو کچھ بات کہی غیرتِ الٰہی نے جوش کیا اور یہ عتاب نازل ہوا:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَاتَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو اُونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر اور مت آواز بلند کرو اُن پر بات کرنے میں جیسے بلند آواز کرتے ہو ایک دوسرے پر کہیں اکارت نہ ہو جائیں عمل تمہارے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ اِنْتَهٰی

جب یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ اب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی آہستہ بات کروں گا جیسے کوئی راز کی بات کہتا ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات اس قدر آہستہ کیا کرتے تھے کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

وَرُوِیَ كَمَا اَخْرَجَهٗ مِنْ طَرِيْقِ طَارِقِ بْنِ شَهَابٍ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَالَ لَا اُكَلِّمُكَ بَعْدَهَا اِلَّا كَاَخِي السِّرَارِ وَاِنَّ عُمَرَ رَضِيَ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کَانَ اِذَاحَدَّثَهٗ حَدَّثَهٗ کَاَخِی السِّرَارِ مَاکَانَ یَسْمَعُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی یَسْتَفْهِمَهٗ کَذَا فِی الشِّفَاءِ وَشَرْحِهٖ لِعَلِیِّ الْقَارِیِّ۔

(ترجمہ: مروی ہے جس طرح کہ آپ نے حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واسطے سے روایت کی کہ جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! اس کے بعد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف اس طرح بات کروں گا جس طرح کہ راز سے بات کرنے والے کرتے ہیں، اور حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات کرتے تو رازدارانہ انداز سے بات کرتے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سنائی نہ دیتی حتی کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عمرِ فاروق سے دوبارہ پوچھ لیتے تھے۔ شفاء شریف اور علامہ قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح میں اسی طرح ہے)۔

اور تفسیر دُرِ منثور میں ہے:

وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَّالْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ وَّاَبُوْیَعْلٰی فِیْ مُعْجَمِ الصَّحَابَةِ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَالطَّبْرَانِیُّ وَابْنُ مَرْدَوَیْهِ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّلَائِلِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّانَزَلَتْ ﴿یٰۤاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اِلٰی قَوْلِهٖ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ﴾ وَکَانَ ثَابِتُ بْنُ قَیْسِ بْنِ شَمَّاسٍ رَّفِیْعَ الصَّوْتِ فَقَالَ اَنَاالَّذِیْ کُنْتُ اَرْفَعُ صَوْتِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَبِطَ عَمَلِیْ اَنَامِنْ اَهْلِ النَّارِ وَجَلَسَ فِیْ بَیْتِهٖ حَزِیْنًا، فَتَفَقَّدَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ بَعْضُ الْقَوْمِ اِلَیْهِ فَقَالُوْا فَقَدَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَالَكَ؟ قَالَ اَنَاالَّذِیْ اَرْفَعُ صَوْتِیْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَظْهَرَ لَهٗ بِالْقَوْلِ حَبِطَ عَمَلِیْ وَاَنَامِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِذَالِكَ فَقَالَ بَلْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ يَمَامَةَ قُتِلَ۔

ترجمہ: روایت کی بخاری اور مسلم وغیرہ نے کہ جب نازل ہوئی یہ آیہ کریمہ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا﴾ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میری ہی آواز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر بلند تھی کیوں کہ وہ بلند آواز تھے اب میرے اعمال حبط ہوگئے اور میں دوزخی ہوگیا اس غم میں گھر سے کئی روز باہر نہیں نکلے یہاں تک کہ خود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہیں؟ تب چند صحابہ اُن کے گھر گئے اور یاد فرمائی کا حال بیان کر کے پوچھا کہ تم حاضر کیوں نہیں ہوتے؟ کہا میری ہی آواز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہوا کرتی ہے جس سے میرے اعمال حبط ہیں اور ٹھکانا دوزخ ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ واقعہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا ارشاد ہوا یہ بات نہیں وہ جنتی ہیں چنانچہ جنگِ یمامہ میں وہ شہید ہوئے۔ انتہٰی

اور ایک روایت یہ ہے:

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَّالطَّبَرَانِيُّ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهٗ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ﴾ قَعَدَ ثَابِتٌ فِي الطَّرِيْقِ يَبْكِيْ فَمَرَّ عَاصِمُ بْنُ عَدِيِّ بْنِ عَجْلَانَ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ يَا ثَابِتُ؟ قَالَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ، اَتَخَوَّفُ اَنْ تَكُوْنَ فِيَّ نَزَلَتْ وَاَنَا صَيِّتٌ رَّفِيْعُ الصَّوْتِ فَمَضٰى عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ خَبَرَهٗ قَالَ اذْهَبْ فَادْعُهٗ لِيْ فَجَاءَهٗ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ يَا ثَابِتُ؟ قَالَ اَنَا صَيِّتٌ اَتَخَوَّفُ اَنْ تَكُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ نَزَلَتْ فِيَّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَعِيْشَ حَمِيْدًا وَّتُقْتَلَ شَهِيْدًا وَتَدْخُلَ الْجَنَّةَ؟ قَالَ رَضِيْتُ وَلَا اَرْفَعُ صَوْتِيْ اَبَدًا عَلٰى صَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ" اَلْاٰیَةُ﴾

ترجمہ: روایت کی ابنِ جریر اور حاکم وغیرہما نے محمد بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ جب نازل ہوئی آیہ شریفہ ﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ ﴾ تو ثابت بن قیس پر نہایت صدمہ ہوا یہاں تک کہ راستہ میں بیٹھ گئے اور زار زار رونے لگے کہ ہائے سب اعمال اکارت گئے، اس حالت میں کہیں حضرت عاصم ابن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اُدھر سے گزر ہوا پوچھا کیوں روتے ہوا ے ثابت؟ کہا کہ مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی باب میں نازل ہوئی ہے کیوں کہ میری ہی آواز بلند ہے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کا واقعہ بیان کیا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اُن کو میرے پاس لے آؤ جب وہ حاضر ہوئے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے براہِ شفقت پوچھا کہ کس چیز نے تم کو رُلایا؟ کہا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میری آواز بہت بلند ہے ڈرتا ہوں کہ شاید یہ آیت میرے ہی باب میں نازل ہوئی ہے، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم راضی نہیں اس بات پر کہ عیش و زندگی تمہاری پسندیدہ ہو اور قتل کیے جاؤ اچھی حالت میں اور جنت میں داخل ہو جاؤ؟ کہا راضی ہوں میں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم اور پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کروں گا۔ اِنتہٰی

غور کرنے کی جائے ہے کہ صرف اتنی بے ادبی کہ بات کہنے میں آواز بلند ہو جائے اُس کی یہ سزا ٹھہرائی گئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تمام اعمال اور عمر بھر کی جانفشانیاں حبط اور اکارت ہو جائیں جن کے ایک عمل کے برابر ہماری ساری عمر کے اعمال نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے کہ:

''اگر کوئی شخص کوہِ اُحد کے برابر سونا خیرات کرے تو صحابی کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جس کا وزن پاؤ سیر سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔

پھراس سزاکودیکھئے تو یہ وہ سزا ہے جو کافروں کے واسطے مقرر ہے، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أُولَئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ﴾

(ترجمہ: یہ وہ (بدنصیب) ہیں ضائع ہوگئے جن کے تمام اعمال اور (دوزخ کی) آگ میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔)

اب یہ معلوم کرنا چاہئے کہ منشاء اس کا کیا تھا؟ یہ بات ظاہر ہے کہ حلم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کچھ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بلند آواز سے بات کرنا تو کیا کافروں نے دندان مبارک کو شہید کردیا اور اقسام کی اذیتیں پہنچائیں مگر کچھ نہ کہا بلکہ اور دعائیں دیں۔

كَمَافِي الشِّفَاءِ وَرُوِيَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كُسِرَتْ رُبَاعِيَهُ وَشُجَّ وَجْهُهُ يَوْمَ اُحُدٍ شَقَّ ذَالِكَ عَلٰى اَصْحَابِهٖ شَدِيْدًا وَقَالُوْا لَوْدَعَوْتَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: "اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَلٰكِنْ بُعِثْتُ دَاعِيًا وَّرَحْمَةً" اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ۔ اِنْتَهٰى۔ قَالَ الْقَارِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ شَرْحِهٖ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا وَآخَرُوْنَ مَوْصُوْلًا۔

(ترجمہ: جیسا کہ شفاء شریف میں ہے کہ مروی ہے کہ اُحد کے دن جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو رباعی دانت ٹوٹ گئے اور چہرہ مبارک زخمی ہوا تو یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر بڑی شاق گزری، اُنہوں نے عرض کی کاش آپ اُن کے لیے دعائے جلال فرمادیں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، میں تو دعاء کرنے والا اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیوں کہ وہ جانتے نہیں۔ حضرت علامہ قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ اسے امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شعب الایمان میں مُرسلا روایت کیا ہے اور جب کہ دیگر علمائے کرام نے اسے موصولا روایت کیا ہے)۔

اور تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ بسا اوقات دست بوسی سے منع فرمادیا اس ارشاد کے ساتھ کہ یہ

طریقہ عجمیوں کا ہے کہ اپنے سلاطین کی دست بوسی کیا کرتے ہیں اور میں ایک شخص تمہیں میں کا ہوں۔

كَمَا فِي الشِّفَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَخَلْتُ السُّوْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَرٰى سَرَاوِيْلَ وَقَالَ لِلْوَزَّانِ زِنْ وَارْجِحْ وَذَكَرَ الْقِصَّةَ قَالَ فَوَثَبَ إِلٰى يَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُهَا فَجَذَبَ يَدَهٗ وَقَالَ هٰذَا تَفْعَلُهُ الْاَعَاجِمُ بِمُلُوْكِهَا وَلَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِّنْكُمْ۔

(ترجمہ: جیسا کہ شفاء شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں بازار میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پاجامہ خریدا وزن کرنے والے سے فرمایا وزن کرو اور جھکتا ہوا وزن کرو، آپ نے پورا واقعہ بیان فرمایا، فرمایا وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر اُچھل کر آیا اور اُسے بوسہ دینے لگا، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک کھینچ لیا اور فرمایا عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ ایسا کیا کرتے ہیں میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو تم میں سے ایک آدمی ہوں)۔

اور اگر کوئی تعظیم کے لئے اُٹھنا چاہتا تو منع فرمادیتے۔

كَمَا فِي الشِّفَاءِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَكِّيًا عَلٰى عَصًا فَقُمْنَا فَقَالَ لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔

(ترجمہ: جیسا کہ شفاء شریف میں حضرت ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصا مبارک پر تکیہ لگائے باہر تشریف لائے ہم اُٹھ کھڑے ہوئے فرمایا عجمیوں کی طرح نہ کھڑے ہو وہ ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔)

حالاں کہ خود احادیث سے عموماً اجازت اس قیام کی ابھی ثابت ہوئی اور احادیث سے دست بوسی بلکہ پابوسی بھی ثابت ہے اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى کسی موقع میں اُس کا ذکر بھی آجائے گا۔

الحاصل اس قسم کی صدہا حدیثیں ہیں جن سے ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سی تواضع اور اخلاق دوسرے سے ممکن نہیں اور کیوں کر ہو سکے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ اخلاق تھے جن کی تعریف میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾

(یعنی یقیناً آپ بہت بڑے خلق پر ہو)۔

اور خوش خلقی کا جزوِ اعظم یہی صفت ہے کیوں کہ یہ بات تو تجربہ سے بھی ظاہر ہے کہ جس میں تواضع نہیں ہوتی وہ شخص خوش خلق نہیں ہوتا، اور جس شخص کے اخلاق درست ہوتے ہیں اس میں تواضع ضرور ہوتی ہے غرض حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تواضع اور خوش خلقی کی وجہ سے وہ آداب جو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ متعلق ہیں مسلمانوں کو شرعاً معلوم ہونے کی کوئی صورت نہ تھی سوائے اس کے کہ خود حق تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں بیان فرمادے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس آیہ شریفہ میں ایک ادنیٰ سی بات کو ذکر فرمایا کہ اگر کوئی شخص حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرُو پکار کے بات کرے اُس کی تمام کی کرائی محنتیں اور سارے اعمال اکارت اور برباد ہو جائیں گے۔ اب عاقل کو چاہیے کہ اس پر قیاس کرلے کہ جب ادنیٰ سی بے ادبی اور گستاخی کا انجام یہ ہوا تو اور گستاخیوں کا کیا حال ہوگا؟

یہاں اور ایک بات سمجھ رکھنی چاہیے کہ اتنی سی گستاخی کی جو اس قدر سخت سزا ٹھہرائی گئی اس میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی درخواست نہ تھی بلکہ منشاء اُس کا صرف غیرتِ الٰہی تھا کہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسرِ شان کسی قسم سے نہ ہونے پائے، اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمیشہ خائف وترساں رہتے تھے کہ کہیں ایسی حرکت کوئی صادِر نہ ہو جس سے غیرتِ الٰہی جوش میں آجائے، پھر جب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عالَم سے تشریف لے گئے تو کیا ہوسکتا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوبیت یا غیرتِ کبریائی میں کوئی فرق آگیا ہو؟ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ کوئی مسلمان اس کا قائل نہ ہوگا کیوں کہ صفاتِ الٰہیہ میں کسی قسم کا تغیّر ممکن نہیں، پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ آیہ موصوفہ:

﴿اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ﴾

(ترجمہ: ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں اس کا شعور تک نہ ہو۔)

کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ظاہر اور باطن میں ایسا مؤدب رہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، اور یہ نہ سمجھے کہ صرف حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرُو ادب کی ضرورت تھی اب نہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمیشہ حامی ہے۔

باادب لوگوں کی مدح

الحاصل بلند آواز سے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرُو بات کرنے والوں کی وہ سزا ٹھہری جو مذکور ہوئی۔ اور جو لوگ کمال ادب کے ساتھ دبی آواز سے بات کیا کرتے تھے اُن کی یہ سرفرازی ہوئی جو ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ﴾

ترجمہ: جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس وہی ہیں وہ جن کے دلوں کو آزمایا ہے اللہ تعالیٰ نے واسطے پرہیزگاری کے انہیں کے لئے مغفرت اور بخشش ہے اور ثواب ہے بڑا۔ اِنتَہٰی

سبحان اللہ کس قدر رحمت اور فضلِ الٰہی مؤدِّبوں کے لئے موج زن ہے کہ اگرچہ گناہ گار ہوں علاوہ مغفرتِ گناہ کے بہت بڑے ثواب کا وعدہ دیا جا رہا ہے۔ شعر ؎

سرمایۂ ادب بکف آور کہ ایں متاع
آں را کہ ہست فیضِ ابد آیدش بدست

(ترجمہ: ادب کی دولت ہاتھ میں لا کیوں کہ یہ سامان اُس کے ہاتھ میں آتا ہے جسے ابدی فیض حاصل ہو)۔

اس آیہ شریفہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ادب ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہوتا یہ دولت اُن لوگوں کے حصّے میں رکھی ہے جن کے دل اِمتحانِ الٰہی میں پورے اُترے اور جن میں کامل طور پر صلاحیت تقویٰ کی موجود ہے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

ترجمہ: جو لوگ پُکارتے ہیں آپ کو حجروں کے پیچھے سے یقیناً اکثر اُن کے عقل نہیں رکھتے اور اگر صبر کرتے وہ جب تک کہ نکلتے آپ اُن کی طرف تو اُن کو بہتر تھا اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان۔ اِنتہٰی

اس آیہ شریفہ میں جن لوگوں نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برآمد ہونے کا اِنتظار نہ کر کے پُکارنا شروع کیا اُن کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ وہ بے عقل ہیں۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ آیا اُن کے دماغوں میں کچھ فتور تھا جس کی وجہ سے اُن کو مجنوں کہا جائے یا اور کوئی بات ہے، یہ تو کسی کتاب میں نہ ملے گا کہ وہ چند دیوانے تھے جو اِتفاق کر کے آئے اور گڑبڑ کر کے چلے گئے بلکہ کُتُب احادیث و تفاسیر سے ثابت ہے کہ بہت بڑے ہوشیار اور ساری قوم کے مُدَبّر لوگ منتخب ہو کر اس غرض سے آئے تھے کہ شعر و سُخن میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شاعر اور خطیب پر سبقت لے جائیں اور ذہن و ذکاوت کی داد دیں باوجود اس کے بے وقوف بنائے جا رہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ منشاء اُس کا کچھ اور ہے۔ بات یہ ہے کہ جب تک کسی کی عقلِ سلیم میں کجی نہیں ہوتی بزرگوں کی برابری کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اگر کچھ بھی عقل ہو تو آدمی سمجھ سکتا ہے کہ برگزیدگانِ حق کے ساتھ برابری کیوں کر ہو سکے گی؟ اس لئے کہ یہ تو صرف حق تعالیٰ کے فضل پر مُنحصر ہے۔

الحاصل بے وقوفی کا اطلاق اس جماعت پر اسی وجہ سے ہوا کہ بارگاہِ رسالت میں بے ادبی سے پیش آئے۔ اگر کہا جائے کہ جائز ہے کہ کُفر کی وجہ سے یہ اطلاق ہوا ہو جس سے عقلِ معاد کی نفی ہو گئی؟

تو ہم کہیں گے کہ اس آیہ شریفہ میں کفر کا کہیں ذکر نہیں بلکہ یہ حکم ان لوگوں پر ہوا جو متّصف اس بے ادبی کے ساتھ تھے۔ اور علمِ بلاغت واُصول میں مُصَرَّح ہے کہ ایسے موقعوں میں وصفِ مُسند الیہ کو تاثیر اور دخل ہوا کرتا ہے، چنانچہ ابنِ تیمیہ نے صارمِ مسلول میں لکھا ہے:

قُلْنَا لَارَیْبَ اَنَّهٗ لَابُدَّ لِکُلِّ صِفَةٍ تَاثِیْرٌ فِی الْحُکْمِ وَاِلَّا فَالْوَصْفُ الْعَدِیْمُ التَّاثِیْرِ لَایَجُوْزُ تَعْلِیْقُ الْحُکْمِ بِهٖ کَمَنْ قَالَ مَنْ زَنٰی وَاَکَلَ جُلِّدَ۔

(ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ حکم میں صفت کی تاثیر ضرور ہوتی ہے ایسا وصف جس کا اثر نہ ہو اس سے حکم کو معلق کرنا جائز نہیں جس طرح کہ مَنْ زَنٰی وَاَکَلَ جُلِّدَ (جس نے زنا کیا اور کھایا اسے کوڑے مارے جائیں گے) کہنا درست نہیں۔)

پس ثابت ہوا کہ اس حکم میں کفر کو دخل نہ تھا بلکہ مدار اُس کا اسی بے ادبی پر ہے جو مذکور ہوئی۔

الحاصل حماقت اور بے وقوفی بے ادبوں کی نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ حال تھا کہ اگر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارنا منظور ہوتا تو ناخنوں سے دروازہ کو ٹھوکتے اور یہ لوگ کہیں سے آئے ہوئے تھے۔

حضرت ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ بزرگوں اور اولیاء اللہ کی خدمت میں براہِ ادب پیش آنا آدمی کو مدارجِ عُلیا تک پہنچاتا ہے۔ چنانچہ ایک جماعتِ علماء کا یہ حال تھا کہ اگر کسی بزرگ کی خدمت میں جاتے تو بیٹھے رہتے جب تک کہ وہ خود نکلتے۔ حضرت ابوعبیدہ قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ میں نے کسی عالم کا دروازہ نہیں ٹھوکا بلکہ جب جاتا بیٹھا رہتا جب تک وہ خود نکلتے کیوں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ﴾ اِنْتَهٰی مُلَخَّصًا مِّنَ التَّفْسِیْرِ۔

(ترجمہ: اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ باہر اُن کے پاس تشریف لے آتے)۔

سبحان اللہ علمائے حقانی کی رائے کیا ہی صائب ہوتی ہے بزرگوں کے ادب کرنے کو بھی اس

آیہ شریفہ سے اِستِنباط کیا ہر چند حدیث شریف:

مَنْ لَّمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا۔

(ترجمہ: جس نے ہم میں سے بڑے کی تعظیم نہ کی)۔

وغیرہ سے بھی اس موقع میں اِستِدلال ہوسکتا تھا مگر جب اِستِناد خود آیہ شریفہ پر ہوسکا تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہوگیا۔ بہرحال معلوم ہوا کہ اس آیہ شریفہ سے عموماً بزرگانِ دین کی تعظیم اور اُن کا ادب مُستَفاد ہوسکتا ہے۔ مگر شاید یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں نہ آئے گی اِس فہم کے لئے وہ لوگ خاص ہیں جن کی طبیعتیں ادب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں۔

وَذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ وَهُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ۔

(ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہی توفیق عطاء فرمانے والا اور مددگار ہے)۔

أَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ عَلَيَّ مَغْفِرَةٌ لِّذُنُوْبِكُمْ۔ الحديث۔ ابنِ عساكر عن حسن بن علی ت، ك عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ۔رَوَاهُ فِيْ كَنْزِالْعُمَّالِ

ترجمہ: ابنِ عساکر نے حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور ترمذی وحاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مجھ پر تم زیادہ درود پڑھو اس لئے کہ تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہارے گناہوں کی مغفرت ہے۔ انتہی

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لے کر پکارنے کا حال

اور بعض لوگ کبھی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بحسب عُرف وعادت صرف نام کے
تھ پکارتے اُن کو ادب سکھایا گیا کہ:

﴿لَاتَجْعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾

جمہ: مت ٹھہراؤ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا بلانا درمیان اپنے اُس کے برابر جو بُلاتا ہے تُم
س ایک کو ایک۔ اِنْتَهٰی

تفسیر دُرِّ منثور میں روایت ہے:

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَّابْنُ مَرْدَوَیْه وَابُوْنُعَیْمٍ فِی الدَّلَائِلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
ضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِیْ قَوْلِهٖ ﴿لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ
عْضًا﴾ قَالَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ يَامُحَمَّدُ يَااَبَاالْقَاسِمِ فَنَهَاهُمْ عَنْ ذَالِكَ اِعْظَامًا لِّنَبِيِّهٖ
قَالُوْا يَانَبِیَّ اللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَخْرَجَ اَبُوْنُعَیْمٍ فِی الدَّلَائِلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ
للّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ﴾ الخ يَعْنِیْ كَدُعَاءِ
اَحَدِكُمْ اَخَاهُ بِاسْمِهٖ وَلٰكِنْ وَقِّرُوْهُ وَعَظِّمُوْهُ وَقُوْلُوْا لَهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ يَانَبِیَّ اللّٰهِ
وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شيبة وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّابْنُ جَرِيْرٍ وَّابْنُ المنذر وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ
عَنْ مُجَاهِدٍ فِی الْاٰيَةِ قَالَ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّدْعُوْهُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ فِیْ لِيْنٍ وَّتَوَاضُعٍ وَّلَايَقُوْلُوْا

يَـامُـحَـمَّـدُ فِيْ تَحِيَّتِهِمْ وَّاَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ قَتَادَةَ فِي الْاٰيَةِ قَالَ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ يُّهَابَ نَبِيُّهٗ وَاَنْ يُّبَجَّلَ وَاَنْ يُّعَظَّمَ وَاَنْ يُّفَخَّمَ وَيُشَرَّفَ۔

ترجمہ: بعض لوگ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف نام اور کنیت کے ساتھ پکارتے تھے جیسے کوئی اپنے بھائی کو پکارتا ہے پس منع فرمایا حق تعالیٰ نے اس سے، مقصود یہ کہ کُل عجز و نیاز کے ساتھ یارسول اللہ اور یانبی اللہ کہہ کے پکارا کریں جس سے عظمت و شرف اور تعظیم و توقیر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہر ہوا کرے۔ اِنْتَھٰی ملخصا

الحاصل حق تعالیٰ کو اتنی بات بھی ناگوار ہے کہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی شخص نام لے کر پکار لے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ خود حق تعالیٰ نے بھی تمام قرآن شریف میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام کے ساتھ کہیں خطاب نہ فرمایا بلکہ جب خطاب کیا یَـا اَیُّهَـا النَّبِیُّ وغیرہ صفاتِ کمالیہ ہی ذکر کیے جس سے صاف ظاہر ہے کہ کمال درجہ کی عظمت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معلوم کرانا حق تعالیٰ کو منظور ہے ورنہ وہی حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے انبیائے اولوالعزم علیہم السلام ہیں کہ جن کو باوجود اس جلالتِ شان کے نام ہی کے ساتھ برابر خطاب کیا جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ **شعر**

یـا آدم اسـت باپدرِ انبیاء خطاب

یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ خطاب محمدی است

(ترجمہ: انبیائے کرام علیہم السلام کے جدِّ امجد کو اللہ تعالیٰ نے یَا آدَمُ کہہ کر خطاب فرمایا لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہہ کر خطاب فرمایا۔)

یہاں سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ قرآن شریف میں گویا ایک قسم کا اِلتزام نعتِ نبوی کا کیا گیا ہے، اس لئے کہ ظاہر ہے کہ مقصود نداء سے یہی ہوتا ہے کہ منادیٰ اپنی ذات سے نداء کرنے والے کی طرف متوجہ ہو، تو چاہئے کہ نداء اُن الفاظ کے ساتھ ہو جو منادیٰ کی ذات پر دلالت کریں۔ اس مقصود کے پورا کرنے میں عَلَم یعنی نام درجۂ اوّل میں سمجھا جائے گا کیوں کہ اصلی غرض اُس سے یہی ہے کہ ذات پر دلالت کرے۔ پھر کسی خاص صفت کے ساتھ ندا جو جائز ہے اس کی یہی وجہ ہوگی کہ اُس سے ذات پر دلالت ہو جاتی ہے جو اُس مقام میں مقصود بالذات ہے ورنہ معنیٰ وصفی جو زائد علی الذات اور مقتضی نکارت ہے اُس کو ندا کے ساتھ جو مقتضی تعین ہے کوئی مناسبت نہیں۔ بہر حال منادی کا عَلَم ذکر نہ کر کے اوصاف جو ذکر کئے جاتے ہیں وہاں دو مقصود پیشِ نظر ہوتے ہیں ایک توجہ منادی کی دوسری توصیف۔ اگر چہ کہ باعتبار ندا کے توصیف ایک امر زائد ہے لیکن اس وجہ سے کہ قصداً اوصاف ذکر کئے جاتے ہیں توصیف بھی وہاں ایک امر مستقل اور مقصود بالذات ہو جاتی ہے۔ اب اس تقریر کو مَانَحنُ فِیهِ پر منطبق کیجئے کہ حق تعالیٰ نے جو اوصاف آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نداء کے ساتھ ذکر کئے ہیں اگر چہ کہ وہاں ندا مقصود بالذات ہے مگر خاص اوصاف ہی کو ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ نعت بھی ایک مقصود اصلی اور مُستَقِل بِرَأسِہٖ ہے ورنہ مثل اور انبیاء علیہم السلام کے نام مبارک کے ساتھ ندا فرماتا پھر جب تمامی قرآن شریف میں یہ اِلتزام کیا گیا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حق تعالیٰ کو کس قدر نعت شریف کا اہتمام منظور ہے۔ شعر۔

باوصافش رسیدن کے توانند انبیاء اورا
کہ تانعتش نمے گوید نمے خواند خدا اورا

(ترجمہ: انبیائے کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں کیوں کہ کوئی نبی جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف نہ کرے اللہ تعالیٰ اُسے بلاتا ہی نہیں)۔

رَاعِنَا کہنے کی ممانعت

دوسرے مقام پر حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے مت کہو رَاعِنَا اور کہو اُنْظُرْنَا۔

دُرِّ منثور میں اس آیت کی تفسیر میں یہ روایتیں نقل کی ہیں:

اَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ حَاتِمٍ عَنْ اَبِیْ صَخْرٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْبَرَ نَادَاهُ مَنْ کَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَقَالُوْا اِرْعِنَا سَمْعَكَ فَاَعْظَمَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ اَنْ یُّقَالَ ذَالِكَ وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَّابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَّالطَّبَرَانِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی "لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا" قَالَ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِرْعِنَا سَمْعَكَ وَاِنَّمَا کَقَوْلِكَ خَاطِبْنَا[1]۔ وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ السدی قَالَ کَانَ رَجُلَانِ مِنَ الْیَهُوْدِ مَالِكِ ابْنِ الصیف وَرِفَاعَةَ بْنِ زَیْدٍ اِذَا لَقِیَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَا لَهٗ وَهُمَا یُکَلِّمَانِهٖ رَاعِنَا سَمْعَكَ وَاسْمَعْ غَیْرِ مُسْمَعٍ، فَظَنَّ الْمُسْلِمُوْنَ هٰذَا شَیْئٌ کَانَ اَهْلُ الْکِتَابِ یُعَظِّمُوْنَ اَنْبِیَاءَ هُمْ، فَقَالُوْا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَالِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا﴾ اَلْاٰیَةُ وَاَخْرَجَ اَبُوْنُعَیْمٍ فِی الدَّلَائِلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِیْ قَوْلِهٖ ﴿لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا﴾ ذَالِكَ اَنَّهٗ سَبٌّ بِلُغَةِ الْیَهُوْدِ، فَقَالَ تَعَالٰی: قُوْلُوْا انْظُرْنَا، یُرِیْدُ اسْمَعْنَا فَقَالَ الْمُؤْمِنُوْنَ

[1] انوار احمدی کے لاہور اور فیصل آباد کے مطبوعہ نسخہ میں اسی طرح ہے، لیکن اَلدُّرُّ الْمَنْثُوْر مطبوعہ دار المعرفہ بیروت میں ﴿خاطبنا﴾ ہے، اور اَلدُّرُّ الْمَنْثُوْر کے دار احیاء التراث العربی بیروت کے نسخہ میں ﴿اَعْطِنَا﴾ ہے۔

بَعْدَهَا مَنْ سَمِعْتُمُوْهُ يَقُوْلُهَا فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ فَانْتَهَتِ الْيَهُوْدُ بَعْدَ ذَالِكَ۔

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے روایت ہے کہ بعض یہود جب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کلام کرتے تو اثنائے کلام میں لفظِ رَاعِنَا کہا کرتے تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہماری بات کی مراعات کیجئے اور سماعت فرمایئے۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ شاید یہ کوئی عمدہ بات ہے اور اہلِ کتاب اس کو انبیاء علیہم السلام کی تعظیم میں کہا کرتے ہیں اس لئے اُس کا اِستِعمال شروع کیا، مگر اس وجہ سے کہ یہ کلمہ لغتِ یہود میں دُشنام کے محل میں بھی مُستَعمل تھا حق تعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا۔ پھر تو مسلمانوں نے یہ حکم دے دیا کہ جس سے یہ کلمہ سنو اُس کی گردن ماردو اس کے بعد پھر کسی یہودی نے یہ کلمہ نہ کہا تھا۔ اِنتَہٰی ملخصا

حاصل یہ کہ ہر چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس لفظ کو نیک نیتی سے تعظیم کے محل میں اِستِعمال کیا کرتے تھے مگر چونکہ دوسری زبان میں گالی تھی حق تعالیٰ نے اس کے اِستِعمال سے منع فرمادیا۔ اب یہاں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس لفظ میں کنایۃً بھی توہین مراد نہ تھی بلکہ صرف دوسری زبان کے لحاظ سے اِستِعمال اُس کا ناجائز ٹھہرا تو وہ الفاظِ ناشائستہ جن میں صراحۃً کسرِ شان ہو کیوں کر جائز ہوں گے؟

اگر کوئی کہے کہ مقصود ممانعت سے یہ تھا کہ یہود اس لفظ کو اِستِعمال نہ کریں؟

تو ہم کہیں گے یہ بھی ہوسکتا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ نہی صراحۃً خاص مومنین کو ہوئی جن کے نزدیک یہ لفظ محلِ تعظیم میں مُستَعمل تھا اس میں نہ یہود کا ذکر ہے نہ اُن کی لغت کا۔

اگر صرف یہی مقصود ہوتا تو مثل اور اُن کی شرارتوں کے اس کا ذکر بھی یہیں ہو جاتا۔ صرف مومنین کو خطاب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے الفاظ نیک نیتی سے بھی اِستِعمال کرنا درست نہیں۔ پھر سزا اُس کی یہ ٹھہرائی گئی کہ جو شخص یہ لفظ کہے خواہ کافر ہو یا مسلمان اُس کی گردن ماردی جائے۔ بالفرض اگر کوئی مسلمان بھی یہ لفظ کہتا تو اس وجہ سے کہ وہ حکم عام تھا بے شک مارا جاتا اور کوئی یہ نہ پوچھتا کہ تُم نے اُس سے کیا مراد لی تھی؟

اب غور کرنا چاہئے کہ جو الفاظ خاص توہین کے محل میں مُستَعمل ہوتے ہیں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت اِستِعمال کرنا خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً کس درجہ قبیح ہوگا؟ اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے رُوبرُو جن کے نزدیک رَاعِنَا کہنے والا مُستَوجِب قتل تھا کوئی اس قسم کے الفاظ کہتا تو کیا اُس کے قتل میں کچھ تامُّل ہوتا یا یہ تاویلاتِ باردہ مُفِید ہوسکتیں؟ ہرگز نہیں۔ مگر اب کیا ہوسکتا ہے سوائے اس کے کہ اُس زمانہ کو یاد کر کے اپنی بے بسی پر رو دیا کریں۔ اب وہ پُرانے خیالات والے پُختہ کار کہاں جن کی حمیت نے اِسلام کے جھنڈے مَشرِق و مغرِب میں نصب کر دیئے تھے۔ ان خیالات کے جھلملاتے ہوئے چراغ کو آخری زمانہ کی ہوا دیکھ نہ سکی۔ غرض میدان خالی پاکر جس کا جی چاہتا ہے کمال جرأت کے ساتھ کہہ دیتا ہے۔ پھر اس دلیری کو دیکھئے کہ جو گستاخیاں اور بے ادبیاں قابلِ سزا تھیں اُنہیں پر ایمان کی بناء قائم کی جارہی ہے جب ایمان یہ ہوا تو بے ایمانی کا مضمون سمجھنے میں البتہ غور و تامُّل درکار ہے۔

آیت وَلَآ اَنْ تَنْکِحُوْا کی تفسیر

اور اس آیہ شریفہ میں بھی حق تعالیٰ نے ایک قسم کی تادیب کی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

ترجمہ: نہیں لائق ہے تُم کو کہ ایذا دو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو تُم اُن کی ازواجِ مُطَّہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کو کبھی بعد اُن کے، یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر ظاہر کرو تُم کچھ یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ اِنتَھٰی

دُرِّ منثور میں لکھا ہے:

اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي السُّنَنِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْمَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتُ عَائِشَةَ اَوْاُمَّ سَلْمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى "مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ "اَلْاٰيَة۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی شخص نے کہا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنتقال فرما گئے تو حضرت عائشہ یا اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ نکاح کرے گا، اُس کے ساتھ ہی یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ آخر تک۔اِنتھیٰ

اس میں شک نہیں کہ کسی کی وفات کے بعد اُس کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا عموماً جائز ہے اور جنہوں نے سادگی سے یہ بات کہی تھی صحابی تھے جن کا نام بھی بعض روایات میں مذکور ہے اب اُن کی نسبت یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ کسی قسم کا خیالِ فاسد کیا ہو، باوجود اس کے جو یہ عِتاب ہو رہا ہے اس سے ظاہر ہے کہ خیال بھی خالی از بے ادبی نہ تھا کیوں کہ اُنہوں نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرمت وغیرت کا کچھ خیال نہ کیا اور یہ نہ سمجھا کہ جو بات حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں ہے بعد وفات شریف کے بھی ابدالآباد تک وہی بات ہے۔اب اس عِتاب کو دیکھئے کہ اُس میں کس قدر تشدّد کیا گیا ہے کہ اس قسم کی بات کو صرف دل میں لانا بھی ایک امرِ خطرناک قرار دیا گیا ہے۔اس لئے کہ اس موقع میں جو ارشاد ہے (کہ جو کچھ تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے) ظاہر ہے کہ مقصود اس سے تخویف ہے ورنہ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيْمًا کہنے کی ظاہرًا کوئی ضرورت نہ تھی۔

الحاصل حرام ہونا ازواجِ مُطہّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا تمامی اُمّت پر بعد وفات شریف کے دلیلِ واضح اس پر ہے کہ حرمت وتعظیم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعد وفات شریف کے بھی بحالِ خود ہے۔

اگر کہا جائے کہ نکاح ازواجِ مُطَہّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا بعد وفات شریف کے اس لئے درست نہ تھا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ موجود ہیں؟

تو ہم کہیں گے کہ یہ امر واقعی ہے ہمیں بھی اس میں کچھ کلام نہیں لیکن اگر صرف یہی وجہ ہوتی تو شہداء کی بیویوں کا نکاح بھی درست نہ ہوتا جن کی حیات بھی نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾

(ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے اُن کو ہرگز ہرگز مُردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں)۔

پس معلوم ہوا کہ نکاحِ مذکور کی ممانعت اس وجہ سے تھی کہ حرمت وعزت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعد وفات کے بھی دلوں میں مُتمکّن رہے اور کوئی مسلمان اس قسم کا خیال بھی نہ کرے جس میں کسی قسم کی بے ادبی لازم آجائے۔

آیت لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِىِّ کی تفسیر

اور اس آیہ شریفہ میں بھی ادب کی تعلیم کی گئی ہے:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَآاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِىِّ اِلَّآاَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَادُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَاطَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَامُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِىَّ فَيَسْتَحْىٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَايَسْتَحْىٖ مِنَ الْحَقِّ﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے مت جاؤ گھر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مگر جو حکم ہو کھانے کے واسطے نہ اِنتظار کرنے والے اس کے پکنے کا لیکن جب بلائے جاؤ تُم تب جاؤ اور جب کھا چکو تو

متفرق ہو جاؤ اور مت بیٹھے رہو باتوں میں جی لگائے ہوئے البتہ یہ کام ایذا دیتا ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور شرم کرتے ہیں وہ تم سے اور اللہ تعالیٰ نہیں شرم کرتا ہے حق بات سے۔ انتہٰی

حاصل یہ کہ ایک بار بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کھانا کھانے کے بعد دولت خانہ میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تھوڑی دیر ٹھہرے رہے، چنانچہ اس قسم کی عادت بھی ہے، ان کی وجہ سے نہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مشاغل میں مصروف ہو سکے نہ مروّت سے کچھ فرما سکے، غرض یہ کہ یہ امر کسی قدر باعثِ گرانیٔ خاطر ہوا ساتھ ہی حق تعالیٰ نے حکمِ قطعی نازل فرما دیا جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جس چیز سے گرانیٔ خاطر مبارک یا کسی قسم کا ملال آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوتا ہو حق تعالیٰ کو کمال ناپسند اور نہایت ناگوار ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ شاید بعض لوگ سمجھتے ہوں گے کہ قرآن شریف صرف توحید اور احکام معلوم کرانے کے لئے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق سے یہی غرض ہے اور قرائن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اِتباع کی مثال ایسی سمجھی جاتی ہے جیسے کوئی شخص راستہ جاننے والا چلا جا رہا ہو تو اُس کے پیچھے پیچھے چلنا منزلِ مقصود تک پہنچ جانے کے لئے کافی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ پیچھے پیچھے چلنے والے کو ضرور نہیں کہ اُس کا ادب بھی کیا کرے۔ مگر یقین ہے کہ جب ان آیات میں غور و تامّل کیا جائے گا تو ضرور یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ قرآن شریف علاوہ ان احکام کے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت اور آداب بھی معلوم کراتا ہے، یا یوں کہئے کہ یہ ادب من جملہ ان احکام کے ہے جن کے بیان کی کفالت قرآن شریف کر رہا ہے۔

اب یہاں قیاس کی ضرورت ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ادنیٰ گرانیٔ خاطر کا لحاظ حق تعالیٰ کو اس قدر ہے کہ جن اُمورِ ذاتی میں شرم سے کچھ نہ فرما سکیں خود اپنے کلامِ قدیم میں مقصود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مع شے زائد بیان کر کے ان اُمور سے زجر فرما دیتا ہے۔ تو وہ سراسر کسرِ شان کی باتیں جن سے طبعِ غیُور کو رنج پہنچے اور باعثِ ملال و غضب ہوں کس قدر غیرت

وغضب الٰہی کو جوش میں لاتی ہوں گی۔ اس حدیث شریف کو دیکھئے کہ بعض لوگ جو عطاء وکرم کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صرف ظاہر کرتے نہ تھے جس سے کسی قسم کا ملال حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوتا تھا اُس کا اثر یہ ہوا کہ وہ عطیہ اُن کے حق میں آتشِ دوزخ بنادیا گیا۔ چنانچہ حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مُسْتَدْرَك میں روایت کیا ہے:

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلَانِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَاهُ فِیْ شَیْئٍ فَدَعَا لَهُمَا بِدِیْنَارَیْنِ فَاِذَاهُمَا یُثْنِیَانِ خَیْرًا فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لٰکِنْ فُلَانٌ مَّا یَقُوْلُ ذَالِكَ وَلَقَدْ اَعْطَیْتُهٗ مَا بَیْنَ عَشَرَةٍ اِلٰی مِائَةٍ فَمَا یَقُوْلُ ذَالِكَ، فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَیَخْرُجُ بِصَدَقَةٍ مِّنْ عِنْدِیْ مُتَابِطًا وَاِنَّمَا هِیَ لَهٗ نَارٌ، فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ تُعْطِیْهِ وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّهٗ لَهٗ نَارٌ؟ قَالَ فَمَا اَصْنَعُ یَاْبُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّسْاَلُوْنِیْ وَیَاْبَی اللّٰهُ لِیَ الْبُخْلَ۔ (رقم نمبر ۱٤٤)

ترجمہ: روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ دو شخص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر کچھ مانگنے لگے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو دو دینار منگوا دیئے جس پر اُنہوں نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ثناء وصفت کی، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو دو ہی دینار پر ثناء کرتے ہیں میں نے فلاں شخص کو دس سو تک دیئے مگر اس نے اس قسم کی ایک بات نہ کہی، جو شخص مجھ سے صدقہ لے کر بغل میں دبائے ہوئے باہر جاتا ہے وہ اس کے حق میں آگ ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم پھر آپ ایسے لوگوں کو کیوں دیتے ہو حالاں کہ آپ جانتے ہو کہ وہ اُن کے حق میں آگ ہے؟ فرمایا: کیا کروں لوگ مجھ سے مانگنا نہیں چھوڑتے اور حق تعالیٰ نہیں چاہتا کہ مجھ میں بُخل پایا جائے۔ اِنتھی ملخصا

حاکم نے مُسْتَدْرَك میں یہ حدیث اور اس کے کئی شواہد نقل کیے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کی تفسیر

اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب ادنیٰ گرانیٔ خاطر اور ملال میں یہاں تک نوبت پہنچ گئی تو ایذاء رسانی کا کیا حال ہوگا دیکھ لیجئے خود حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا﴾

ترجمہ: جو لوگ ایذاء دیتے ہیں اللہ کو اور اُس کے رسول کو لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اُن پر دنیا اور آخرت میں اور تیار کر رکھا ہے اُن کے واسطے عذاب رسوائی کا۔ انتہیٰ

اگرچہ کہ بظاہر حق تعالیٰ نے اپنی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی کی یہ سزا مقرر فرمائی ہے مگر درحقیقت کس کی مجال ہے کہ حق تعالیٰ کو ایذاء پہنچا سکے: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿لَہٗ مَافِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ کُلٌّ لَّہٗ قَانِتُوْنَ﴾

(ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے سب اسی کے فرمان بردار ہیں)۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب خلقِ افعالِ عباد میں نقل کرتے ہیں

عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَصْنَعُ کُلَّ صَانِعٍ وَّصَنْعَتِہٖ وَتَلَابَعْضُھُمْ عِنْدَ ذَالِکَ ﴿وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَاتَعْمَلُوْنَ﴾ فَاَخْبَرَ اَنَّ الصَّنَاعَاتِ وَاَھْلَھَا مَخْلُوْقَۃٌ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے ہر صانع کو اور اُس کی صنعت کو، اور پڑھی بعضوں نے یہ آیت ﴿وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَاتَعْمَلُوْنَ﴾ (یعنی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تم کو اور جو کچھ کہ تم کرتے ہو) اس میں

خبر دی کہ سب کام اور کام کرنے والے مخلوق ہیں۔ اِنتھٰی

اس صورت میں یہ سزا صرف آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذاء دینے کی ہوئی اور حق تعالیٰ نے جو اپنا نام مبارک اس آیہ شریفہ میں ذکر فرمایا مقصود اس سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے چنانچہ بیضاوی شریف میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ بِاَنْ یَّرْتَکِبُوْا مَایَکْرَھَانِہٖ مِنَ الْکُفْرِ وَالْمَعَاصِیْ اَوْیُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِکَسْرِ رُبَاعِیَتِہٖ وَقَوْلِھِمْ شَاعِرٌ مَّجْنُوْنٌ وَنَحْوُ ذَالِکَ وَذِکْرُ اللّٰہِ لِلتَّعْظِیْمِ لَہٗ۔

(ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتے ہیں یعنی کفر اور گناہوں کا اِرتکاب کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناپسند فرماتے ہیں۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُباعی دو دانت توڑ کر اُن کو شاعر اور مجنوں وغیرہ کہہ کر تکلیف دیتے ہیں۔ رسول کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر اُن کی تعظیم کے لئے ہے)۔

یا یوں کہیے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذاء دینا حق تعالیٰ کو ایذاء دینا ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ عَلِیٍّ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰذٰی شَعْرَۃً مِّنِّیْ فَقَدْاٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْاٰذَی اللّٰہَ۔ رَوَاہُ ابْنُ عَسَاکِرَ کَذَافِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس نے ایذاء پہنچائی میرے ایک بال کو تو اُس نے مجھ کو ایذاء دی اور جس نے مجھ کو ایذاء دی تو یقیناً اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء دی۔ اِنتھٰی

رہی وہ مثال جس کا مطلب یہ تھا کہ مقصود کو پہنچنے کے لئے صرف ہادی کا اِتباع کافی ہے نہ محبت و تعظیم سو یہ مثال یہاں بالکل صادق نہیں آسکتی، اس لئے کہ اس مثال کی یہ بھی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ اگر اس قسم کے ہادی کا اِتباع کرنے والا دل میں اس سے بغض رکھے مگر پیچھے پیچھے چلے جائے تو بھی منزلِ مقصود کو پہنچ جائے گا اور یہاں یہ بات بالکل ممکن نہیں کیوں کہ یہاں بغض تو کیا اگر محبت اور جاں نثاری میں کسی قدر کسر رہ جائے تو مقصود تک پہنچنا تو ایک امرِ دور دراز ہے سرِ دست ایمان ہی کے صادق آنے میں دشواری پڑ جائے گی دیکھ لیجئے خود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں:

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ هِشَامٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤۡمِنُ اَحَدُكُمۡ حَتّٰى اَكُوۡنَ اَحَبَّ اِلَيۡهِ مِنۡ نَّفۡسِهٖ، رَوَاهُ اَحۡمَدُ ذَكَرَهٗ فِيۡ كَنۡزِ الۡعُمَّالِ۔

(ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اُس کو اُس کی ذات سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔ اسے امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کیا ہے، کنز العُمّال میں اسے ذکر فرمایا)۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ راہِ خدا کا چلنے والا مثل اُس شخص کے نہیں ہوسکتا جو ضرورۃً ہر کس و ناکس کے ساتھ ہولے اور کسی گاؤں کو پہنچ جائے۔

دوسری خرابی اس مثال میں یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ راستہ معلوم ہو جائے جس کو بیان فرما دیا اب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ غرض اور احتیاج باقی نہیں۔ حالاں کہ یہ بات بالکل غلط ہے کیوں کہ کوئی آدمی انبیاء تک قیامت میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مُستغنی نہیں ہوسکتا جیسا کہ حدیثِ شفاعت سے جو مشہور اور صحاح میں وارد ہے، ظاہر ہے کہ اُس سختی اور پریشانی کی حالت میں تمام اوّلین و آخرین انبیاء سے اِلتجاء کریں گے کہ کچھ راستہ نکالیں مگر کسی سے کچھ نہ ہوسکے گا آخر سب محتاج اس

بات کے ہوں گے کہ ہمارے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبِ شفاعت ہلادیں، چنانچہ یہیں سے اُن کی مشکلیں آسان ہوں گی۔ اور حرام ہے کہ جنت کا دروازہ کسی دوسرے کے واسطے کُھلے جب تک حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف نہ لے جائیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرُمَتِ الْجَنَّةُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ كُلِّهِمْ حَتّٰى اَدْخُلَهَا وَحَرُمَتْ عَلَى الْاُمَمِ كُلِّهِمْ حَتّٰى تَدْخُلَهَا اُمَّتِيْ قط فِي الْافراد، قَالَ الْحَافِظُ بْنُ حَجَرٍ فِيْ اَطْرَافِهٖ وَهُوَ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ ك، كَذَافِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جنت حرام ہے انبیاء پر جب تک میں اُس میں داخل نہ ہوں اور حرام ہے تمام اُمتوں پر جب تک میری اُمت اُس میں داخل نہ ہو۔ اور حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اطراف میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرطِ حاکم پر۔ انتہٰی

اب بتائیے کونسا مسلمان اوّلین وآخرین سے ہوگا جس کو منزلِ مقصود تک پہنچنے میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف احتیاج نہ ہو؟ اس مضمون کی احادیث اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى بحسب موقع آئندہ لکھی جائیں گی۔

❁

لَايُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ کی تفسیر

اور اس آیہ شریفہ میں بھی ایک قسم کے ادب ہی کی تعلیم ہے:

﴿فَلَاوَرَبِّكَ لَايُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَاشَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَايَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّاقَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

ترجمہ: پس قسم ہے آپ کے رب کی کہ اُن کو ایمان نہ ہوگا یہاں تک کہ حاکم جانیں آپ کو اُس چیز میں کہ جھگڑیں آپس میں اور نہ پائیں جی میں تنگی اُس چیز سے کہ حُکم کریں آپ اور مان لیں فرمانبرداری کے ساتھ۔ اِنتھٰی

یہ بات تو ہر شخص جانتا ہوگا کہ مقدمہ ہار دینے والے کے دل پر کس قدر صدمہ گزرتا ہوگا کہ صرف اُس خیال سے بے دریغ روپیہ صرف کرنا اُس پر کچھ دُشوار نہیں ہوتا، اور بعض وقت غیرت وحمیت والوں کو طرفِ مقابل کے غلبہ اور اپنی مغلوبی کے وقت جان سے گزر جانا بھی آسان دکھائی دیتا ہے خصوصاً اہلِ عرب کو جن کی غیرت وحمیت کے وقائع سے کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ ایسے حمیت والوں کو یہ حُکم ہو رہا ہے کہ اگر کسی کی خلافِ مرضی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم فرمادیں جس میں جیت طرفِ ثانی کی رہی تو بھی لازم ہے کہ اُس حکم کو اس طور سے مانے کہ دل کی کیفیت بدلنے اور تنگ دلی آنے نہ پائے، اور اس کے ساتھ تصریح اِس امر کی بھی کی گئی کہ جہاں دل کی کیفیت بدلی تو سمجھ جاؤ کہ ہنوز اُس دل میں ایمان آیا ہی نہیں۔

ہر چند یہ بات سمجھ میں نہ آئے گی کہ باوجود اس کے کہ تنگ دلی کا سبب بھی موجود ہو یعنی حکم خلافِ مرضی پایا جائے اور دل کی کیفیت نہ بدلے یہ کیوں کر ہو سکے گا؟ اس لئے کہ یہ مسئلہ قابلِ تسلیم ہے کہ دل کی کیفیتیں مثل خوشی غمی وغیرہ آدمی کے اِختیار سے باہر ہیں، لیکن اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ جب کسی کے ساتھ کمال درجہ کی محبت ہوتی ہے تو اُس کی کوئی بات بُری نہیں معلوم ہوتی۔

مثل مشہور ہے:

ضَرْبُ الْحَبِيْبِ زَبِيْبٌ۔

(ترجمہ: حبیب کا مارنا بھی کشمش ہے۔)

پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال محبت کو مدارِ ایمان سمجھتے تھے اُن کو حکمِ عالی سے تنگ دلی کیوں کر ہو سکتی تھی۔

الحاصل یہ آیہ شریفہ اہلِ اسلام کو ایک محکِ اِمتحان عطاء فرمائی ہے جس سے نقدِ محبت وایمان کا اِمتحان ہو جایا کرے اور ضعیف الایمان لوگوں کو اس میں یہ ادب سکھایا گیا کہ اگر یہ درجہ نصیب نہ ہو تو چاہئے کہ بتکلّف اپنے باطن کو ادب کے ساتھ آراستہ کیا کریں کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حُکم پر ناراضی ظاہر کرنا یا دل میں رکھنا کمال درجہ کی بے ادبی ہے۔

اور اس آیہ شریفہ میں بھی ادب سکھایا گیا ہے:

﴿ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ط يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

ترجمہ: اور کیوں نہ جب تم نے اس کو سُنا تھا کہا ہوتا ہم کو نہیں لائق کہ مُنہ پر لائیں یہ بات اللہ تعالیٰ تو پاک ہے یہ بڑا بہتان ہے اللہ تعالیٰ تم کو سمجھاتا ہے کہ پھر نہ کرو ایسا کام کبھی اگر ہو تم ایمان والے۔ اِنتھی

منافقوں نے حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت ایک ایسی بات مشہور کی تھی جس کی حکایت بھی مذموم سمجھی جاتی ہے، جب ہر طرف اُس کا چرچا ہونے لگا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس خبر کو حیرت سے آپس میں ذکر کیا ہر چند آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس امر میں نہایت حلم کو کام فرمایا مگر حق تعالیٰ کو یہ کب گوارہ تھا کہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناموس میں کسی قسم کا دھبہ مسلمانوں کے خیال میں لگے ساتھ ہی غیرت کبریائی جوش میں آئی اور کمال عتاب سے فرمایا کہ اس خبر کے سنتے ہی تم نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ یہ بہتان ہے۔ پھر فرمایا کہ خدا کا

فضل تھا کہ تم بچ گئے ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کئے جاتے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ط اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴾

ترجمہ: اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر دُنیا اور آخرت میں تو البتہ پہنچتا تم کو اس چرچا کرنے میں عذاب بڑا جب لینے لگے تم اس خبر کو اپنی زبانوں پر اور بولنے لگے اپنے مُنہ سے جس چیز کی تم کو خبر نہیں اور تم سمجھتے ہو اُس کو ہلکی بات اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑی ہے۔ انتہٰی

اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں نے یہ خبر اُڑائی تھی منافق تھے جیسا کہ اس آیہ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾

(ترجمہ: جس نے بہتان باندھنے میں بڑا حصہ لیا اُس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے)۔

جس کی تفسیر میں مُفسّرین نے لکھا ہے کہ مُراد اس سے عبداللہ بن ابی سلول ہے جو سرغنہ منافقوں کا تھا مگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تو جانتے ہی نہ تھے کہ وہ لوگ منافق ہیں کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (جن کو دُشمنوں کی بھی پردہ دَری منظور نہ تھی) منافقوں کے نام عموماً بتلائے نہ تھے جس سے سننے والے جان لیتے کہ منشاء اس خبر کا انہیں موذیوں کا خُبثِ باطن ہے۔ پھر ان حضرات کے نزدیک کونسی دلیل تھی جس سے اس خبر کی قطعاً تکذیب کر دیتے اور اس عام شہرت کو باطل سمجھتے، اگر نفسِ خبر کو دیکھئے تو شرعاً اور عُرفاً ہر طرح سے مُحتَمِلِ صدق و کذب ہے اور اگر مُخبِروں کی تعداد اور خبر کی شہرت کا لحاظ کیجئے تو دوسری جانب کو ترجیح ہو جاتی ہے باوجود اس کے کلامِ الٰہی جوز جر و توبیخ کر رہا ہے کہ اُس کی تکذیب میں تامّل کیوں کیا، پھر اُس پر علاوہ یہ سرزنش کہ خدائے تعالیٰ کا فضل

تھا جو بچ گئے ورنہ اس معاملہ میں سخت عذاب نازل ہوتا، اس کی کوئی وجہ ظاہر معلوم نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ پاسِ ادب میں تساہُل کیا گیا، مقتضائے ادب اور حسنِ عقیدت یہی تھا کہ صاف کہہ دیتے کہ ازواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن جن کو ایک خاص نسبت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل ہے اُن کی شان میں ہم ایسا گمانِ فاسِد ہرگز نہیں کر سکتے، اس خبر کی تکذیب کے واسطے یہ ایک قرینہ ایسا کافی ووافی تھا کہ اس کے مقابل اگر ہزار شہرت ہو قابلِ اِلْتِفات نہیں۔

الحاصل اس معاملہ میں ایک قسم کی کسرِ شان آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لازم آتی تھی اس لئے ان آیات میں مسلمانوں کی تادیب کردی گئی اور اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ ہمیشہ اس قسم کے اُمور سے اِحتراز اور اِجتناب کیا کریں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

(ترجمہ: نصیحت کرتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کہ دوبارہ نہ کرنا اس طرح کبھی بھی اگر تم ہو ایمان والے)۔

اگر چہ کہ سوائے اس کے بہت آیات ہیں جن میں تعلیم ادب کی گئی ہے مگر چوں کہ طالبِ حق کو اس قدر بھی کافی ہو سکتی ہیں اس لئے اسی پر اِکْتِفاء کر کے اب چند وہ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جن سے خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب کرنا ثابت ہے، اگر اہلِ ادب ان احادیث کو اپنا پیشوا بنالیں تو بے شک بلاخوف وخطر منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

طہارت برائے سلام

دارقطنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب المجتبیٰ میں روایت کیا ہے:

عَنْ اَبِیْ جَهْمٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بِئْرِ جَمَلٍ اَمَّا اَنَّهٗ مِنْ غَائِطٍ اَوْبَوْلٍ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَلَمْ رَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ فَضَرَبَ الْحَائِطَ بِیَدِهٖ فَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهٗ ثُمَّ ضَرَبَ اُخْرٰی فَمَسَحَ ذِرَاعَیْهِ اِلَی

لْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ۔ وَفِیْ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَ وَقَالَ اِنَّهٗ لَمْ یَمْنَعْنِیْ اَنْ اَرُدَّ عَلَیْكَ السَّلَامَ اِلَّااَنِّیْ لَمْ اَكُنْ عَلٰی طُهُوْرٍ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابی جہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاجتِ بشری سے فارغ ہوکر بئرِ جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے میں نے سلام عرض کیا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب اُس وقت نہ دیا پھر تیمم کر کے سلام کا جواب دیا، اور فرمایا کہ سلام کا جواب دینے سے کوئی چیز مانع نہ تھی سوائے اس کے کہ مجھے طہارت نہ تھی۔ انتہی

ظاہر ہے کہ لفظِ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کوئی آیتِ قرآنی نہیں جس کے لئے طہارت کا اہتمام کیا جائے، اگر چہ حدثِ اصغر سے طہارت قراءتِ آیت کے واسطے بھی شرط نہیں مگر چوں کہ سلام حق تعالیٰ کا نام ہے اس وجہ سے بلا طہارت اُس کو زبان پر جاری کرنے سے تامّل فرمایا۔ اور گویا اس سے تعلیم بھی مقصود تھی کہ ایسے اُمور سے گو اجازت ہو احتراز کرنا اولیٰ اور انسب ہے۔

توراۃ کا ادب

اور سُننِ ابوداؤد میں یہ روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَتٰی نَفَرٌ مِّنْ یَهُوْدَ فَدَعَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْقُفِّ فَاَتَاهُمْ فِیْ بَیْتِ الْمِدْرَاسِ فَقَالُوْا یَااَبَاالْقَاسِمِ اِنَّ رَجُلًا مِّنَّا زَنَا بِامْرَاَةٍ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ، فَوَضَعُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وِسَادَةً، فَجَلَسَ عَلَیْهَا، ثُمَّ قَالَ: اِیْتُوْنِیْ بِالتَّوْرَاةِ فَاُتِیَ بِهَا فَنَزَعَ الْوِسَادَةَ مِنْ تَحْتِهٖ وَوَضَعَ التَّوْرَاةَ عَلَیْهَا، وَقَالَ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِمَنْ اَنْزَلَكَ ثُمَّ قَالَ: اِیْتُوْنِیْ بِاَعْلَمِكُمْ فَاُتِیَ بِفَتًی شَابٍّ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةَ الرَّجْمِ نَحْوَ حَدِیْثِ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ۔ (الحدیث رقم/٤٤٤٩۔)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے چند شخص قومِ یہود سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ قُف تک تشریف لے چلیں (جو ایک مقام مدینہ کے قریب ہے) چنانچہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیتِ مِدراس میں تشریف لے گئے (اور مسند پر تشریف رکھی جو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بچھائی گئی تھی) پھر اُنہوں نے عرض کی کہ ہم میں سے ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اس باب میں آپ حکم فرمائیں کہ کیا سزا دی جائے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے تورات منگوائی جب وہ لائی گئی تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسند سے علیحدہ ہو کر اُس پر تورات رکھ دی، پھر فرمایا کہ میں تجھ پر اور جس نے تجھ کو نازل کیا اُس پر ایمان لایا، پھر فرمایا کہ کسی ایسے شخص کو بلاؤ جو تم میں بڑا عالم ہو، چنانچہ ایک جوان آیا اور رجم تورات سے ثابت کر دیا جس کا یہود کو انکار تھا۔ اِنتھٰی ملخصًا

اس حدیث شریف سے ثابت ہے کہ باوجودیکہ اُس زمانہ میں توریت تحریف وتصحیف سے خالی نہ تھی مگر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کا بھی ادب کیا۔

اور مصنف ابنِ ابی شیبہ میں یہ روایت ہے جس کو کنز العمّال میں نقل کیا ہے:

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ وَفِی الْبَیْتِ وَحَوْلَ الْبَیْتِ ثَلٰثُ مِائَۃٍ وَّسِتُّوْنَ صَنَمًا تُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاَمَرَ بِھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکُبَّتْ کُلُّھَا بِوُجُوْھِھَا ثُمَّ قَالَ: جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا، ثُمَّ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْبَیْتَ فَصَلّٰی فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ فَرَاٰی فِیْہِ تِمْثَالَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحٰقَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ قَدْ جَعَلُوْا فِیْ یَدِ اِبْرَاھِیْمَ الْاَزْلَامَ یَسْتَقْسِمُ بِھَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ مَا کَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَسْتَقْسِمُ

بِـالْاَزْلَامِ ثُـمَّ دَعَـا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَعْفَرَانَ فَلَطَخَهٗ بِذٰلِكَ التَّمَاثِيْلَ۔ ش

ترجمہ: روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ہم مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوئے اُس وقت عین کعبہ شریف میں اور اُس کے اطراف میں تین سو ساٹھ بُت تھے جن کی پرستش ہوا کرتی تھی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حُکم فرمایا جتنے بُت تھے سب سرنگوں ہو گئے۔ پھر فرمایا "جَـاءَ الْـحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا" اس کے بعد خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر دیکھا کہ حضرت ابرہیم اور حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کی تصویریں رکھی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر کے ہاتھ میں تیر دے رکھے ہیں جس سے کُفار فال دیکھا کرتے تھے، اور فرمایا خدا اِن کو قتل کرے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو تیروں سے فال نہیں لیتے تھے۔ پھر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زعفران منگوا کر تصویروں کو لگا دیا جس سے وہ مشتبہ ہوگئیں۔ انتہٰی

ظاہر ہے کہ یہ تصویریں بھی بتوں ہی کی قطار میں تھیں جن کی توہین کا حکم ہو چکا تھا اور فی الواقع اُن تصویروں کو اُن حضرات سے نسبت ہی کیا تھی وہ تو چند احمقوں نے اپنی طبیعت سے جیسے چاہا بنا لیا تھا مگر اتنی بات تو ضرور تھی کہ نام ان حضرات کا وہاں آ گیا تھا جس کے لحاظ سے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو اگر مٹایا بھی تو معطّر زعفران سے ورنہ مٹانے والی چیزوں کی وہاں کچھ کمی نہ تھی۔

سبحان اللہ کس قدر پاسِ ادب تھا کہ جہاں بزرگوں کا نام آ گیا پھر وہ چیز کسی درجہ کی باطل ہی کیوں نہ ہو مگر اُس کے ساتھ بھی خاص ایک قسم کی رعایتِ ادب ہی کی گئی۔ جب خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا رُتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام سے بڑھا ہوا ہے ایسی بے اصل چیز کے ساتھ بلحاظِ نام رعایتِ ادب کریں تو ہم آخری زمانہ کے مسلمانوں کو کس درجہ کا ادب اُن آثار کے ساتھ کرنا چاہئے جن کا بطورِ واقعی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

طرف منسوب ہونا لاکھوں مسلمانوں کے عقیدوں سے ثابت ہے۔ اگر ہم نے فرض کیا کہ واقع میں وہ چیزیں منسوب بھی نہیں مگر آخر نام تو آ گیا اُس کا لحاظ بھی ضرور ہے جیسا کہ اس حدیث شریف سے ابھی ثابت ہوا۔ طرفہ یہ کہ اس عقیدہ والوں کو اُلٹا مُشرِک بناتے ہیں اگر سلسلہ اس کلام کا بڑھایا جائے تو ظاہر ہے کہ اِنتہاء اُس کی کہاں ہوگی۔

قبلہ کا ادب

اور بروایت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ یہ حدیث صحاح ستہ میں وارِد ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ لَاتَسْتَقْبِلُوْا الْقِبْلَۃَ وَلَاتَسْتَدْبِرُوْھَا بِبَوْلٍ وَّلَاغَائِطٍ۔

(ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم پاخانے کے لئے آ ؤ تو پیشاب اور پاخانہ کے لئے نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ ہی پیٹھ۔)

یعنی پیشاب یا پاخانے کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ اور مُنہ کرنے سے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے صرف ادب قبلہ کا پیشِ نظر تھا، چنانچہ یہی بات صراحۃً بھی وارِد ہے:

کَمَافِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ عَنْ سَرَاقَۃَ بْنِ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَااَتٰی اَحَدُکُمُ الْغَائِطَ فَلْیُکْرِمُ قِبْلَۃَ اللّٰہِ فَلَایَسْتَقْبِلَنَّ الْقِبْلَۃَ۔ رَوَاہُ حَرب بْنُ اِسْمٰعِیْلِ وَالطَّبَرِیُّ وَاَبُوْحَاتِمٍ وَّعَبْدُالرَّزَّاقِ مَوْقُوْفًا وَّمُسْنَدًا۔

ترجمہ: طبری اور ابوحاتم اور عبد الرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ فرمایا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب جائے کوئی شخص قضائے حاجت کو تو اللہ تعالیٰ کے قبلہ کی تکریم اور بزرگی کرے اور مُنہ نہ کرے اُس طرف۔

اور اُسی میں یہ روایت بھی ہے:

عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ بِبَوْلٍ قِبَالَۃَ الْقِبْلَۃِ فَذَکَرَ فَتَحَرَّفَ عَنْھَا اِجْلَالًا لَّھَا لَمْ یَقُمْ مِنْ مَّجْلِسِہٖ حَتّٰی یُغْفَرَ لَہٗ، رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ وَفِیْہِ کَذَّابٌ۔

ترجمہ: فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص سہوًا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف مُنہ کرے پھر یاد آتے ہی پھر جائے بخیالِ تعظیمِ قبلہ کے تو قبل اُٹھنے کے بخشے جاتے ہیں گناہ اُس کے۔ انتہٰی

اگر عقلِ نارسا سے کام لیا جائے تو یہ بات کبھی سمجھ میں نہ آئے گی کہ ان حالتوں میں قبلہ کی طرف مُنہ یا پیٹھ کرنا منع کیوں ہوا خصوصاً اُس مقام میں جہاں سے کعبہ شریف سینکڑوں ہزاروں کوس دور ہو۔

اگر اس موقع میں کوئی شخص کہے کہ کعبہ شریف از قسم جمادات ہے اور اُس کی طرف صرف نماز میں متوجہ ہونا امتثالِ امر کے لئے کافی تھا ہمیشہ اُس کی تعظیم دل میں جمائے رکھنا اور سوائے حالتِ نماز کے بھی اُس کا ادب کرنا کیا ضرور؟

تو اُس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے اُمور میں عامیوں کی سمجھ کو کچھ دخل نہیں جو لوگ آداب داں ہیں اُن کی خود طبیعت گواہی دیتی ہے کہ ذواتِ فاضلہ اور اماکنِ شریفہ کے ساتھ ہر حالت اور ہر وقت میں خواہ قریب ہوں یا بعید مؤدّب رہنا ضروری ہے اور جس کی طبیعت میں یہ بات نہ ہو اگر طالبِ صادق ہے تو اُس کو اتنا ضرور ہے کہ اس قسم کی تعلیمات میں غور اور فکر کیا کرے تا کہ معلوم ہو کہ دین میں ادب کی کس قدر ضرورت ہے۔ کسی کاملِ بَالِغُ النَّظر نے کہا ہے:

اَدِّبُوا النَّفْسَ اَیُّھَا الْاَحْبَابُ طُرُقُ الْعِشْقِ کُلُّھَا آدَابٌ

(اے دوستو! نفس کو ادب سکھاؤ عشق کی ساری راہیں ادب ہی میں ہیں)۔

مایۂ دولتِ ابد ادب است پایۂ رفعتِ خِرد ادب ست

(ہمیشہ کی دولت کا سرمایہ ادب ہے، عقل کی بلندی کا پایہ ادب ہے)۔

چیست آں داد بندگی دادن　بر حدودِ خدائے استادن

(بندگی کا حق ادا کرنا کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود پر کھڑا ہونا)۔

قول وفعل ازشنیدن ودیدن　بَمَوَازِیْنِ شرع سنجیدن

(بات کو سننے اور دوڑ نے کے ہر فعل کو شریعتِ مبارکہ کے ترازوں پر تولنا چاہئے)۔

باحق وخلق وشیخ ویار ورفیق　رہ سپردن بمقتضائے طریق

(اللہ تعالیٰ، مخلوق، شیخِ طریقت، دوست اور ساتھی کے ساتھ طریقت کے تقاضوں کے مطابق سلوک کرنا)۔

حرکاتِ جوارح واعضاء　راست کردن بحکمِ دینِ ھُدا

(ہاتھوں اور دیگر اعضاء کی حرکتوں کو ہدایت کے دین کے حکم کے مطابق درست کرنا)۔

خطرات وخواطر واوھام　پاك کردن زشوب نفس تمام

(دل کے کھٹکوں، خیالات اور وہموں کو نفس کی ملاوٹ سے پوری طرح پاک کرنا)۔

دین واسلام در ادب طلبی است

کُفر وطغیان زشوم بے ادبی است

(دین اور اسلام ادب کے طلب کرنے میں ہے کفر اور سرکشی بے ادبی کی نحوست کے باعث ہے۔)

جب بیت اللہ شریف کو بسبب شرافتِ اضافت یہ رُتبہ حاصل ہو کہ ہر نزدیک اور دور والے پر اس قسم کا ادب ضرور ٹھہرایا گیا تو جس کو ذری بھی بصیرت ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ خاص حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق آداب کی کس قدر ضرورت ہوگی۔

ہر چند سوائے اس کے اور بہت آیات واحادیث وارِد ہیں جن میں تعلیم ادب کی گئی ہے مگر چوں کہ طالِب حق کو اس قدر بھی کافی ہوسکتی ہیں اس لئے اسی پر اِکتفاء کر کے اب چند آداب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقل کئے جاتے ہیں۔

آدابِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اگرچہ ممکن نہیں کہ آداب ان حضرات کے کَمَا یَنْبَغِی تحریر میں آسکیں اس لئے کہ ادب ایک کیفیتِ قلبی کا نام ہے جس سے اقسام کے آثار وافعال ظہور میں آتے ہیں اُس کو بیان کرنا امکان سے خارج ہے مگر چند آثار کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ اہلِ اسلام اُن حضرات کی کیفیتِ قلبی کو پیش نظر رکھ کر اُس قسم کی کیفیتِ قلبی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

ادبِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بخاری شریف میں ہے:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعدی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ اِلٰى بَنِىْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ رَّضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ اَتُصَلِّىْ لِلنَّاسِ فَاُقِيْمُ؟ قَالَ نَعَمْ، فَصَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِى الصَّلٰوةِ فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِى الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ لَّا يَلْتَفِتُ فِىْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ اِلْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ" فَرَفَعَ اَبُوْبَكْرٍ رَّضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَااَمَرَهٗ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْبَكْرٍ حَتَّى اسْتَوٰى فِى الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَااَبَابَكْرٍ

مَّـامَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْاَمَرْتُكَ؟فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَّاكَانَ لِابْنِ اَبِىْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّىَ بَيْنَ يَـدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ مَـالِىَ رَاَيْتُكُمْ اَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيْقَ؟ مَنْ رَابَهٗ شَيْئٌ فِىْ صَلٰوتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ فَاِنَّهٗ اِذَاسَبَّحَ الْتُفِتَ اِلَيْهِ وَاِنَّمَاالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے جب نماز کا وقت ہوا مؤذن نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھ کر اقامت کہی، اور اُنہوں نے امامت کی، اس عرصہ میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہو گئے اور صف میں قیام فرمایا، جب مُصلّیوں نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا دستکیں دینے لگے اس غرض سے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خبردار ہو جائیں کیوں کہ اُن کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف دیکھتے نہ تھے۔ جب حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دستکوں کی آواز سُنی گوشۂ چشم سے دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں پیچھے ہٹنے کا قصد کیا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جائے پر قائم رہو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اس نوازش پر کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامت کا امر فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر کھڑے رہ گئے اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھے جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا: کہ اے ابوبکر! جب خود میں تمہیں حکم کر چکا تھا تو تُم کو اپنی جائے پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع ہوئی؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ابو قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔ انتہیٰ

ادبِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرم اللہ وجہہ

اور مسلم شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَّاءَ بْنَ عَازِبٍ یَقُوْلُ کَتَبَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ الصُّلْحَ بَیْنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَیْنَ الْمُشْرِکِیْنَ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَةِ فَکَتَبَ "ھٰذَا مَا کَاتَبَ عَلَیْہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" فَقَالُوْا لَا تَکْتُبْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَوْ نَعْلَمُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَمْ نُقَاتِلْکَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اُمْحُہُ فَقَالَ مَا اَنَا بِالَّذِیْ اَمْحَاہُ فَمَحَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ۔ (الحدیث رقم ٤٦٢٩)

ترجمہ: روایت ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب وہ صلح نامہ لکھا جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے دن ٹھہرا تھا جس میں یہ عبارت تھی (ھٰذَا مَا کَاتَبَ عَلَیْہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) مشرکوں نے کہا کہ لفظ رَسُوْلُ اللّٰہ مت لکھو کیوں کہ اگر رسالت مسلم ہوتی تو پھر لڑائی کیا تھی؟ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اس لفظ کو مٹا دو انہوں نے عرض کیا کہ میں وہ شخص نہیں ہوں جو اس لفظ کو مٹا سکوں، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس کو اپنے ہاتھ سے مٹایا۔ انتہی

اب یہاں تعمق نظر کی ضرورت ہے کہ دیکھئے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیچھے ہٹنے سے منع فرمایا اور علی کرم اللہ وجہہ کو لفظ موصوف مٹانے کا امر فرمایا تھا مگر ان حضرات سے امتثال نہ ہو سکا حالاں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا﴾

ترجمہ: جو دیں تم کو رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو لو اس کو اور جس چیز سے منع کریں باز رہو۔ انتہی

اور دوسرے محل میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾

ترجمہ: اور کام نہیں کسی ایمان دار مرد کا نہ عورت کا جب ٹھہرائے اللہ اور اُس کا رسول کچھ کام کہ اُن کو رہے اِختیار اپنے کام کا اور جو کوئی بے حکم چلا اللہ کے اور اُس کے رسول کے سوراہ بھولا صریح چوک کر۔ انتہٰی

یہاں ایک خلجان پیدا ہوتا ہے جس کے دفعیہ کے لئے تعمّق نظر درکار ہے وہ یہ کہ اس کا تو انکار ہی نہیں ہوسکتا کہ اُن حضرات سے عدولِ حکمی عمل میں آئے وہ بھی کس موقع میں خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفسِ نفیس رُوبرُو سے حکم فرمارہے ہیں اور اس کا بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ اُن حضرات میں گویا سرتابی کا مادہ ہی نہ تھا اس سے بڑھ کر اِنقیاد کیا ہو کہ ایک اشارہ پر جان دینا اُن کے پاس کوئی بڑھی بات نہ تھی۔ اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ عدولِ حکمی خلافِ مرضی خدا اور رسول تھی کیوں کہ اگر یہ بات ہوتی تو خود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کو زجر فرمادیتے بلکہ کوئی آیت نازل ہوجاتی اس لئے کہ ان حضرات کی تادیب کا لحاظ بیش از بیش مرعی تھا اس وجہ سے کہ ایک عالَم کے مقتدا ہونے والے تھے۔ غرض ان تمام اُمور پر نظر ڈالنے سے پریشانی ہوتی ہے۔

مگر یہ خلجان اس طرح سے دفع ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کا پاسِ ادب جو سچے دل سے تھا وہ کچھ ایسا بافروغ تھا کہ اُس کے مقابلہ میں وہ عدولِ حکمی قابلِ اِلتفات نہ ہوئی۔ اگر اس حالت کو خیال کیجئے بشرطیکہ دل میں وقعت وعظمت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل طور پر ہو تو معلوم ہوگا کہ اُن حضرات کے دلوں کا اس وقت کیا حال ہوگا؟ اُدھر خود بنفسِ نفیس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رُوبرُو سے حکم فرمارہے ہیں اور ایک طرف سے آیات واحادیث بآوازِ بلند کہہ رہے ہیں کہ خبردار امر وَاجِبُ الْاِنْقِيَاد سے سرمو انحراف نہ ہونے پائے اور اُدھر ادب کا دل پر اس قدر تسلّط ہے کہ

امتثال کے لئے نہ ہاتھ یاری دیتے ہیں نہ پاؤں آخر ان دونوں صدیقوں کو ادب نے اس قدر مجبور کیا کہ امتثالِ امر ہو ہی نہ سکا اور انہوں نے وہی کیا جو مقتضائے ادب تھا۔

اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب نصِ قطعی کے مقابلہ میں آخر ادب ہی کی ترجیح ہوئی تو دین میں اُس کو کس قدر باوقعت اور ضروری سمجھنا چاہئے۔ شعر

شد ادب جملہ طاعت محمود — طاعت بے ادب ندارد سود

(ترجمہ: تمام قابلِ تعریف عبادتیں ادب ہیں بغیر ادب کے عبادت کا کوئی نفع نہیں)۔

ادبِ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ادب جو امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تَنْزِیْہُ الْاَنْبِیَاءِ عَنْ تَشْبِیْہِ الْاَغْبِیَاءِ میں امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب تَرْشِیْح سے نقل کیا ہے کہ:

"امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض تصانیف میں وہ قصہ نقل کیا جو کسی شریف عورت نے کچھ چرایا تھا اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کے قطعِ ید کا حکم فرمایا اور کسی نے سفارش کی پھر وہ حدیث نقل کی کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس وقت فرمایا کہ اگر فلاں عورت بھی (جو ایک شریفہ تھیں) چراتیں اُن کا بھی ہاتھ قطع کرتا)"

امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ادب دیکھو کہ حدیث شریف میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام مُصرَّح ہے اگر بعینہٖ حدیث نقل کر دیتے تو کوئی بے موقع بات نہ تھی لیکن ازراہِ کمالِ ادب صراحۃً نام مبارک کو ذکر نہ کیا۔

سبحان اللہ کیا ادب تھا کہ حالاں کہ الفاظِ حدیث کو بعینہٖ نقل کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور وہ نام مبارک جو حدیث شریف میں وارد ہے لفظِ لَوْ کے تحت میں واقع ہے جو محال پر علیٰ سبیل فرضِ محال آتا ہے، مگر بایں ہمہ چوں کہ حدیث شریف میں مقامِ توہین میں وارد تھا اس لئے ادب نے اجازت نہ دی

کہ اُس نام مبارک کو صراحۃً ذکر کریں گو حدیث شریف میں وارد ہے، سچ ہے جو مقرّبینِ بارگاہ ہوتے ہیں اُنہیں کو ادب نصیب ہوتا ہے ہر کس وناکس میں وہ صلاحیت کہاں۔ اور کنز العمّال میں یہ روایت ہے:

قَالَ ابْنُ الْاَعْرَابِیُّ رُوِیَ اَنَّ اَعْرَابِیًّا جَاءَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ اَنْتَ خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَالَ فَمَااَنْتَ؟ قَالَ الْخَالِفَۃُ بَعْدَہٗ۔

ترجمہ: روایت ہے کہ ایک اعرابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ ہو؟ فرمایا نہیں، کہا پھر کیا ہو؟ کہا خالفہ ہوں بعد حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔ اِنتہٰی

جوہری نے صحاح میں لکھا ہے:

فُلَانٌ خَالِفَۃُ اَھْلِ بَیْتِہٖ اِذَا کَانَ لَاخَیْرَ فِیْہِ۔

یعنی خالفہ اُس شخص کو کہتے ہیں جو کسی گھر کے سب لوگوں میں ایسا ہو جس میں کچھ خیر نہ ہو۔

چوں کہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ادب نے اجازت نہ دی کہ اپنے آپ کو اس لفظ کا مصداق سمجھیں اور اُس کو ایسے طور سے بدلا جس میں مادۂ خلافت باقی رہے اور ادب بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ حالاں کہ خلافت آپ کی قطع نظر اجماع اُمّت کے خود احادیث سے کنایۃً بلکہ صراحۃً ثابت ہے۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ کہنے میں تامّل کریں تو اب اُن لوگوں کو کیا کہنا چاہیے جو کمال فخر سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بھائی بننے کی نسبت لگائے جاتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس برابری سے مقصود کیا ہے اگر اپنے کو اُدھر ملانا اور اپنی فضیلت ظاہر کرنا منظور ہو تو وہ خصوصیات کہاں جو نہ کسی نبی مُرسَل کو نصیب ہوئیں اور نہ کسی فرشتۂ مُقرّب کو۔ اور اگر تنزّلِ شان اور اپنے ساتھ برابر کردینا مطلوب ہے تو اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کا مضمون صادق آجائے گا جس کا حال ابھی معلوم ہوا۔ اور پھر اُن ازلی

سابقوں کو کیا کریں گے جنہوں نے ذاتِ والا کو تمامی کائنات سے منتخب کر کے ابدالآباد کے لئے علوِّ شان اور برتری منزلت کا خاتمہ اور منتٰہی بنا دیا۔ غرض دونوں صورتوں میں کوئی ایسی بات نہ نکلے گی جس سے مقصود حاصل ہو سکے، اس صورت میں مثل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نسبت عبدیّت اور غلامی کی کیوں نہ جمائیں جس سے کچھ کام نکلے۔

حضرت قباث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب

اور بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دلائل النبوّۃ میں روایت کی ہے:

عَنْ اَبِی الْحُوَیْرِثِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَالْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ یَقُوْلُ لِقُبَاث بِنْ اَشْیَم الْكِنَانِيّ ثُمَّ اللَّیْثِيّ یَاقُبَاث اَنْتَ اَكْبَرُ اَمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكْبَرُ مِنِّیْ وَاَنَااَسَنُّ مِنْهُ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِیْلِ وَوَقَفَتْ بِیْ اُمِّیْ عَلٰى رَوْثِ الْفِیْلِ مُحِیْلًا عقله۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابوالحویرث سے کہ پوچھا عبدالملک بن مروان نے قباث بن اشیم سے کہ تم اَکْبَرُ یعنی بڑے ہو، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑے تھے؟ کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑے تھے اور میں عمر میں زیادہ ہوں اس لئے کہ ولادت رسول اللہ کی عامِ فیل میں ہے اور مجھے یاد ہے کہ میری والدہ اُسی ہاتھی کی لید کے پاس مجھے لے کر کھڑی تھی۔ انتھی ملخصًا

اور یہ روایت بھی اسی دلائل النبوّۃ میں ہے:

سَاَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قباث بْنَ اَشْیَمَ اَخابَنِیْ یَعْمَر بْنَ لَیْثٍ اَنْتَ اَكْبَرُ اَوْرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکْبَرُ مِنِّیْ وَاَنَااَقْدَمُ مِنْهُ فِی الْمِیْلَادِ وَرَاَیْتُ خَذْقَ الْفِیْلِ اَخْضَرَ مُحِیْلًا،وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بشار عَنْ وَهْبِ ابْنِ جَرِیْرٍ فَقَالَ خَذْقُ الطَّیْرِ اَخْضَرَ (قَوْلُهٗ مُحِیْلًا یُقَالُ اَحَالَتِ الدَّارُ وَاَحْوَلَتْ اَتٰی عَلَیْهِ حَوْلٌ، وَکَذَالِكَ الطَّعَامُ وَغَیْرُهٗ فَهُوَ مُحِیْلٌ،١٢ صحاح)

(ترجمہ: حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قباث بن اَشْیَم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا جن کی مواخات بنی معمر بن لیث سے تھی کہ تم بڑے ہو یا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ اُنہوں نے کہا کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں لیکن میری ولادت اُن سے پہلے کی ہے میں نے ہاتھی کی سبز رنگ کی لید دیکھی تھی جس پر ایک سال گزر چکا تھا۔ لیکن حضرت محمد بن بشار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت وہب بن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی کہ پرندوں کی سبز بیٹ میں نے دیکھی)۔

خلاصہ مضمون اس روایت کا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی انہیں قباث سے اسی قسم کا سوال کیا تھا جو روایتِ سابق میں ہے اور اُنہوں نے جواب دیا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکبر تھے اور ولادت میری پیشتر ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب

اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی ادب ملحوظ رکھا، چنانچہ ابنِ عساکر اور ابنِ نجار نے روایت کیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قِیْلَ لِلْعَبَّاسِ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنْتَ اَکْبَرُ اَوْرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ هُوَ اَکْبَرُ مِنِّیْ وَاَنَاوَلَدْتُ قَبْلَهٗ، رواه ابن نجار کَذَافِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے کہ پوچھا کسی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آپ اَکْبَر ہو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ کہا اَکْبَر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے لیکن میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیشتر پیدا ہوا۔ اِنْتَہٰی

اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کمال ادب سے یہی عرض کیا:

عَنْ يَزِيْدِ بْنِ الْاَصَمِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَنَا اَكْبَرُ اَوْ اَنْتَ؟ قَالَ اَنْتَ اَكْبَرُ وَاَكْرَمُ وَاَنَا اَسَنُّ مِنْكَ۔ حم فِيْ تَارِيْخِهٖ وَخَلِيْفَةُ بْنُ خياط قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ مُرْسَلٌ[1] غَرِيْبٌ جِدًّا كَذَافِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ۔(رقم نمبر ۳۵٦۷٤)

ترجمہ: روایت ہے یزید بن الاصم سے کہ اِسْتِفسار فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ میں بڑا ہوں یا تُم؟ عرض کیا کہ آپ اَکْبَـــر اور اَکْرَم ہیں اور عمر میری زیادہ ہے۔ روایت کیا اُس کو امام احمد بن حنبل نے تاریخ میں اور خلیفہ بن خیاط اور ابنِ عساکر نے۔ اِنْتَہٰی

اب اس ادب کو دیکھئے کہ باوجودیکہ اس موقع میں لفظِ اَکْبَر اور اَسَنُّ دونوں کے ایک معنی ہیں مگر اس لحاظ سے کہ لفظِ اَکْبَـر مطلق بزرگی کے معنی میں بھی مُسْتَعْمَل ہوتا ہے صراحۃً اُس کی نفی کر دی اور مجبوراً لفظِ اَسَنُّ کو ذکر کیا کیوں کہ صراحۃً مقصود پر دلالت کرنے والا سوائے اس کے کوئی لفظ نہ تھا۔

جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی تعظیم خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب میں یہ حال ہو تو ہم کو کس قدر ادب کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

---

[1] کنز العمال کے مؤسسۃ الرسالہ بیروت کے مطبوعہ نسخہ میں لفظ "مُرْسَلٌ" موجود نہیں ہے۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب

اور سُنن ابی داؤد میں ہے:

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ فَيْرُوزَ قَالَ سَأَلْتُ الْبَرَّاءَ بْنَ عَازِبٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَالَايَجُوزُ فِي الْاَضَاحِيْ؟ فَقَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَصَابِعِيْ اَقْصَرُ مِنْ اَصَابِعِهٖ وَاَنَامِلِيْ اَقْصَرُ مِنْ اَنَامِلِهٖ، فَقَالَ: اَرْبَعٌ لَّاتَجُوْزُ فِي الْاَضَاحِيْ۔ اَلْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوْرُهَا وَالْمَرِيْضَةُ بَيِّنٌ مَّرْضُهَا وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا وَالْكَسِيْرُ الَّتِيْ لَاتَنْقِيْ۔ الحديث

ترجمہ: روایت ہے کہ حضرت عبد بن فیروز کہتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی درست نہیں؟ کہا کھڑے ہوئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم لوگوں میں اور میری انگلیاں چھوٹی ہیں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پھر فرمایا کہ چار قسم کے جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں ایک وہ جس کی آنکھ پھوٹی ہو اور جو سخت بیمار ہو اور جس کا لنگ ظاہر ہو اور جو نہایت دُبلی ہو۔ انتہٰی

خُلاصہ یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ میں پہلے دست مبارک کے اشارہ سے تعیین فرمادیا کہ چار جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں پھر اُن کی تفصیل کی، حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس واقعہ کو بیان کیا ادب نے اجازت نہ دی کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی حکایت اپنے ہاتھ سے کریں آخر عذر ظاہر کیا کہ میری اُنگلیاں چھوٹی ہیں جن کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُنگلیوں کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔

اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ چار کا اشارہ ہاتھ سے کرنے میں مقصود صرف تعیینِ عدد ہے ظاہراً نہ اس میں کوئی مُساوات کا شائبہ ہے نہ سوئے ادب، باوجود اس کے ادبِ صحابیت نے دست مبارک کی

حکایت کو بھی گوارہ نہ کیا جس سے تشبیہ لازم آجاتی تھی اب دوسرے آداب کو اسی پر قیاس کر لینا چاہئے۔
ہر چند اعتراض کی نگاہ سے دیکھنے والوں کو یہاں شاید موقع مل جائے گا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کب فرمایا کہ اس قسم کے آداب کیا کریں؟ مگر جو لوگ مِنْ جَانِبِ اللّٰہِ مُوَفَّق ہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عمل پر کبھی اعتراض نہ کریں گے بلکہ بمقتضائے حدیث شریف اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ (میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں) کے اُن کے عمل کو اپنا مقتداء بنا کر ہر بات میں اس امر کا لحاظ رکھیں گے کہ اس بارگاہِ مُقدّس میں کوئی ایسی نسبت نہ لگائی جائے جس سے کسی قسم کی بےادبی لازم آجائے۔ اس مضمون کو کسی بزرگ نے کیا ہی خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیا ہے: شعر ؎

نسبتِ خود بسگت کردم بس منفعلم
زانکه نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

(ترجمہ: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ کے کتے کی طرف میں نے اپنی نسبت کر دی اس پر میں بہت شرمندہ ہوں کیوں کہ آپ کے کوچے کے کتے کی جانب نسبت کرنا بےادبی ہے)۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب

اور کنز العمّال میں یہ حدیث شریف ہے:

عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَقَدِ اخْتَبَأْتُ عِنْدَ اللّٰہِ عَشْرًا اِنِّیْ لَرَابِعُ الْاِسْلَامِ قَدْ زَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ابْنَتَیْہِ وَقَدْ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِیْ ھٰذِہِ الْیُمْنٰی فَمَا مَسَسْتُ بِھَا ذَکَرِیْ وَلَا تَغَنَّیْتُ وَلَا تَمَنَّیْتُ وَلَا شَرِبْتُ خَمْرًا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَلَا اِسْلَامٍ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّشْتَرِیْ ھٰذِہِ الرُّبْعَۃَ وَیَزِیْدُھَا فِی الْمَسْجِدِ وَلَہٗ بَیْتٌ فِی الْجَنَّۃِ فَاشْتَرَیْتُھَا وَزِدْتُّھَا فِی الْمَسْجِدِ۔ ش، وابنُ عاصم فِی السُّنَّۃِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اُنہوں نے کہ امانت رکھی ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس دس چیزیں، اِسلام میں میں چوتھا شخص ہوں، اور میرے نکاح میں دی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی پھر دوسری، اور جب سے کہ بیعت کی میں نے اور ملایا سیدھا ہاتھ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے تو پھر کبھی نہ چُھوا اُس سے شرم گاہ کو۔ اِلٰی آخِرِہٖ

اور اسی مضمون کی کئی روایتیں کنز العمّال میں مذکور ہیں اور کنز العمّال ہی میں یہ روایت بھی ہے:

عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ اِلٰی بُسْتَانٍ فَاَتٰی آتٍ فَدَقَّ الْبَابَ فَقَالَ یَااَنَسُ! قُمْ فَافْتَحْ لَہٗ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ وَبِالْخِلَافَۃِ مِنْ بَعْدِیْ! قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْكَ وَسَلَّمَ اُعْلِمُہٗ؟ فَقَالَ اَعْلِمْہُ، فَخَرَجْتُ فَاِذَا اَبُوْبَكْرٍ قُلْتُ لَہٗ اَبْشِرْ بِالْجَنَّۃِ وَبِالْخِلَافَۃِ مِنْ بَعْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَاءَ آتٍ فَدَقَّ الْبَابَ، فَقَالَ یَااَنَسُ! قُمْ فَافْتَحْ لَہُ الْبَابَ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ وَبِالْخِلَافَۃِ مِنْ بَعْدِ اَبِیْ بَكْرٍ، قُلْتُ اُعْلِمُہٗ؟ قَالَ اَعْلِمْہُ، فَخَرَجْتُ فَاِذَا عُمَرُ، فَقُلْتُ اَبْشِرْ بِالْجَنَّۃِ وَاَبْشِرْہُ بِالْخِلَافَۃِ مِنْ بَعْدِ اَبِیْ بَكْرٍ، ثُمَّ جَاءَ آتٍ فَدَقَّ الْبَابَ، فَقَالَ یَااَنَسُ! قُمْ فَافْتَحْ لَہُ الْبَابَ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ وَبِالْخِلَافَۃِ مِنْ بَعْدِ عُمَرَ وَاَنَّہٗ مَقْتُوْلٌ، فَخَرَجْتُ فَاِذَا عُثْمَانُ قُلْتُ اَبْشِرْ بِالْجَنَّۃِ وَبِالْخِلَافَۃِ مِنْ بَعْدِ عُمَرَ وَاَنَّكَ مَقْتُوْلٌ فَدَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْكَ وَسَلَّمَ مَاتَغَنَّیْتُ وَلَاتَمَنَّیْتُ وَلَامَسَسْتُ ذَكَرِیْ بِیَمِیْنِیْ مُنْذُ بَایَعْتُكَ بِہَا قَالَ ھُوَ ذَاكَ یَاعُثْمَانُ۔ كر، وَرَاوَہٗ ع كرمِنْ طَرِیْقِ عَبْدِ اللّٰہِ بِنْ اِدْرِیْسَ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ تشریف لے گئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی باغ میں، پس آیا کوئی شخص اور ٹھونکا دروازہ، فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اے انس! دروازہ کھول دو اور خوشخبری دو اُن کو جنت کی اور یہ کہ میرے بعد وہ خلیفہ ہوں گے، میں نے عرض کیا اُن کو یہ بات کہہ دوں یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، فرمایا کہہ دو، جب میں نکلا تو دیکھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہیں، میں نے وہ بشارت اُن کو دی۔ پھر کسی شخص نے دروازہ ٹھونکا، فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اے انس! دروازہ کھول دو اور اُن کو جنت کی خوشخبری دو اور یہ کہ بعد ابوبکر کے وہ خلیفہ ہوں گے۔ میں نے عرض کیا معلوم کرادوں اُن کو یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم فرمایا کرادو۔ دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اُن کو بھی وہ بشارت سنادی۔ پھر اور کسی نے دروازہ ٹھونکا، فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اے انس! دروازہ کھول دو اور خوشخبری دو اُن کو جنت کی اور یہ کہ بعد عمر کے وہ خلیفہ ہوں گے اور قتل کیے جائیں گے، جب میں نکلا تو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ کھڑے ہیں اُن سے بشارت اور قتل کا حال ذکر کیا، آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) میں نے کبھی نہ تغنّی کی اور نہ جھوٹی بات بنائی اور نہ کبھی سیدھے ہاتھ سے اپنی شرم گاہ کو چھویا جب سے کہ اُس ہاتھ سے بیعت کی ہے، فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ یہ وہی بات ہے اے عثمان! ۔اِنتَھٰی

اب یہاں دیکھنا چاہئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کے وقت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ جو دیا تھا اس سے کس قسم کا اثر دستِ مبارک کا اِن کے ہاتھ میں رہ گیا تھا جس کی اس قدر رعایت کی گئی، باطن کا حال تو وہی لوگ جانیں جن کی باریک بیں نظریں غوامضِ شرعیہ میں بلند پروازیاں کرتی ہیں لیکن ظاہر میں کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوتی جس کو عقلِ متوسط تسلیم کرلے، رہا اِعتقاد سے مان لینا وہ دوسری بات ہے اور وہ ہر کسی کو کب نصیب ہوسکتا ہے۔ غرض کچھ بھی سہی کسی مسلمان سے یہ تو نہیں ہوسکے گا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فعل پر

اعتراض کرے، اور فعل بھی کیسا کہ جس پر خود شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی رضامندی کی مہر لگی ہوئی ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ اس قسم کا خیال صرف انہیں کا تھا بلکہ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی آئندہ بتصریح معلوم ہو جائے گا کہ اس قسم کی باتیں اکثر کبار صحابہ کرام و تابعین سے مروی ہیں۔

الحاصل اگرچہ حقیقت اُس کی معلوم نہ ہو سکے لیکن اعتقاداً مان لینا پڑے گا کہ جس چیز کو دستِ مبارک یا جسم شریف کے لمس سے شرافت حاصل ہوگئی اُس میں کسی نہ کسی قسم کی فضیلت ضرور آ گئی۔ دوسری یہ بات بحث طلب ہے کہ شرم گاہ میں کونسی بُرائی رکھی تھی جس کو وہ متبرّک ہاتھ لگانا مذموم سمجھا گیا؟ اکثر احادیث و آثار سے تو ظاہر ہے کہ وہ بھی ایک عضو ہے مثل اور اعضاء کے۔

چنانچہ مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے:

عَنْ قَیْسِ بْنِ طَلْقٍ اِنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَّجُلٍ مَّسَّ ذَکَرَهٗ اَیَتَوَضَّأُ؟ قَالَ هَلْ هُوَاِلَّا بَضْعَةٌ مِنْ جَسَدِكَ۔

ترجمہ: روایت ہے طلق سے کہ پوچھا کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ کیا مسِ ذکر سے وضو ٹوٹتا ہے؟ فرمایا وہ ایک مضغہ ہے تیرے جسد کا۔ انتہٰی

اسی بناء پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَااُبَالِیْ اِیَّاهُ اَمُسُّ اَوْاَنْفِیْ اَوْ اُذُنِیْ کَذَافِی الْمُوَطَّا لِلْاِمَامِ مُحَمَّدٍ رَّحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ۔

ترجمہ: فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ ذکر کو مس کروں یا ناک کو یا کان کو۔ یعنی ان تمام اعضاء کے چھونے کا ایک حکم ہے۔

عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ مَسْعُوْدَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سُئِلَ عَنِ الْوُضُوْءِ مِنْ مَّسِّ الذَّکَرِ فَقَالَ اِنْ کَانَ نَجِسًا فَاقْطَعْهُ، کَذَافِی الْمُوَطَّا۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابراہیم سے کہ کسی نے پوچھا حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ مسِ ذکر سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ کہا اگر وہ نجس ہے تو کاٹ ڈال۔ انتہٰی

اس مضمون کی اور بہت سی روایتیں ہیں۔

الحاصل شرعاً مسِ ذکر میں نجاست کی وجہ سے کوئی کراہت نہیں، البتہ اگر کراہت ہے تو طبعی ہے پھر اس کراہتِ طبعی کو ادب نے وہاں اس درجہ بڑھایا کہ مشابہ بلکہ زیادہ کراہتِ شرعیہ سے کر دیا جس کی وجہ سے عمر بھر اس فعل سے بچتے رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ادب ایک ایسی چیز ہے کہ اپنا پورا اثر کرنے میں نہ منتظرِ امر ہے نہ محتاجِ نظیر بلکہ اہلِ ایمان میں وہ ایک قوتِ راسخہ ہے جس کو خاص ایمان کے ساتھ تعلق ہے اور منشاء اُس کا عظمت و وقعت اُس شخص یا اُس چیز کی ہے جس کے آگے ادب کرنے والا اپنے آپ کو کم درجہ اور ذلیل سمجھتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب

اور بخاری شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِیَهٗ فِیْ بَعْضِ طَرِیْقِ الْمَدِیْنَةِ وَهُوَ جُنُبٌ فَانْخَنَسْتُ مِنْهُ فَذَهَبَ فَاغْتَسِلُ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَیْنَ كُنْتَ یَااَبَاهُرَیْرَةَ؟ قَالَ كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ وَاَنَا عَلٰی غَیْرِ طَهَارَةٍ، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَایَنْجَسُ۔ (الحدیث، رقم/۲۸۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کے کسی راستہ میں دیکھا چوں کہ جنبی تھا چھپ گیا اور غسل کر کے خاضرِ خدمت شریف ہوا، فرمایا کہاں تھے تم اے ابو ہریرہ؟ عرض کیا کہ مجھے نہانے کی ضرورت تھی اس لئے آپ کے ساتھ بغیر طہارت کے بیٹھنے کو مکروہ سمجھا۔ فرمایا سبحان اللہ مسلمان نجس نہیں ہوتا۔ انتہٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حالت میں جو الگ ہو گئے اس سے ظاہر ہے کہ کمال درجہ کہ عظمت حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُن کے دل میں تھی جس نے اُن کی عقل کو متہور کر کے اُن کے دل کو اس ادب پر مجبور کر دیا تھا، کیوں کہ آخر سمجھتے تھے کہ جنابت کا جسم میں سرایت کرنا ایک امر حکمی ہے حسی نہیں جس سے دوسرے کو کراہت ہو، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اُس کا اثر دوسرے تک متعدی نہیں ہو سکتا۔ ہر چند آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسئلہ شرعیہ بیان فرمادیا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا مگر کلام اس میں ہے کہ اس حالت میں حاضر ہونے کو انہیں کونسی چیز مانع تھی اگر نعوذ باللہ طبیعت میں بے باکی ہوتی تو خیال کر لیتے کہ اس حالت میں مجالست سے کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی خیال آسکتا تھا کہ چل کر تو دیکھئے اگر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی منع فرمادیں تو ایک مسئلہ معلوم ہو جائے گا خصوصاً اس زمانہ میں کہ ہر روز نئے نئے مسائل معلوم ہونے کی ضرورت سمجھی جاتی تھی۔ غرض کہ ادب نے اُن کو جرأت کرنے نہ دی۔ پھر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو مسئلہ کہ بیان فرمایا اُس سے یہی مقصود معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ شرعیہ معلوم ہو جائے ان کے ادب سے اُس میں کچھ تعرض نہیں، حالاں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے تھے کہ صرف ادب کی وجہ سے وہ حاضر نہ ہو سکے اگر یہ حرکت اُن کی ناگوارِ طبع مبارک ہوتی تو بتصریح اس سے زجر فرمادیتے۔

حضرت اسلع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب

اور زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مواہب اللدنیہ میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

رَوَی الطَّبَرَانِیُّ مِنْ طَرِیْقِ الْهَیثم بْنِ رزیق عَنْ اَبِیْهِ عَنِ الْاَسْلَع بن شریك رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَرْحَلُ نَاقَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَصَابَتْنِیْ جَنَابَةٌ فِیْ لَیْلَةٍ بَارِدَةٍ فَاَرَادَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرِّحْلَةَ فَكَرِهْتُ اَنْ اَرْحَلَ نَاقَةً وَّاَنَا جُنُبٌ وَّخَشِیْتُ اَنْ اَغْتَسِلَ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ فَاَمُوْتَ اَوْ اَمْرَضَ

فَاَمَرْتُ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَحَلَهَا، وَوَضَعْتُ اَحْجَارًا فَاَسْخَنْتُ بِهَا مَاءً فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ لَحِقْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ فَقَالَ يَا اَسْلَعُ! مَالِيْ اَرٰى رَاحِلَتَكَ تَغَيَّرَتْ؟ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ لَمْ اَرْحَلْهَا رَحَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، قَالَ وَلِمَ؟ قُلْتُ اِنِّيْ اَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ فَخَشِيْتُ الْقَرَّ عَلٰى نَفْسِيْ فَاَمَرْتُهٗ فَرَحَلَهَا وَوَضَعْتُ اَحْجَارًا فَاغْتَسَلْتُ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى اِلٰى قَوْلِهٖ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔ انتھٰی

ترجمہ: حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی پر میں کجاوہ باندھا کرتا تھا، ایک روز مجھے نہانے کی حاجت ہوئی اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوچ کا ارادہ فرمایا، اُس وقت مجھے نہانے میں تردُّد ہوا کہ اگر ٹھنڈے پانی سے نہالوں تو مارے سردی کے مرجانے یا بیمار ہوجانے کا خوف ہے اور یہ بھی گوارہ نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کا کجاوہ اونٹنی پر باندھوں، مجبورًا کسی شخص انصاری سے کہہ دیا کہ کجاوہ باندھے، پھر میں نے چند پتھر رکھ کے پانی گرم کیا اور نہا کر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جاملا، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسلع! کیا سبب ہے کہ تمہارے کجاوہ کو متغیر پاتا ہوں؟ عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میں نے نہیں باندھا تھا۔ فرمایا کیوں؟ عرض کیا اس وقت مجھے نہانے کی حاجت تھی اور ٹھنڈے پانی سے نہانے میں جان کا خوف تھا اس لئے کسی کو باندھنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ حضرت اسلع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اسی کے بعد آیہ شریفہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ الآیۃ نازل ہوئی جس سے سفر میں تیمم کرنے کی اجازت ملی۔ انتھٰی

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر دُرِّ منثور میں لکھتے ہیں کہ روایت کیا اس حدیث شریف کو حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور قاضی اسمٰعیل نے احکام میں اور طحاوی نے مشکل الآثار میں او

بغوی اور ماوردی اور دارقطنی اور طبرانی اور ابونعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے معرفت میں اور ابن مردویہ نے اور بیہقی نے سنن میں اور ضیائے مقدسی نے مختارہ میں۔اِنتہیٰ

سبحان اللہ کیا ادب تھا کہ جس کجاوہ میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے اُس کی لکڑیوں کو حالتِ جنابت میں ہاتھ لگانا گوارہ نہ تھا۔اگر بچشمِ انصاف دیکھا جائے تو منشاء اُس کا محض ایمان دکھائی دے گا جس نے ایسے پاکیزہ خیالات ان حضرات کے دلوں میں پیدا کر دیئے تھے ورنہ ظاہر ہے کہ نہ عموماً اس قسم کے اُمور کی تعلیم تھی نہ صراحۃً ترغیب وتحریص۔اب اگر کوئی شخص اپنی نسبت ایمانِ تحقیقی کا دعویٰ کر کے کہے کہ یہ خیالات ایّامِ جاہلیّت کے ہوں گے تو مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص ایمان دار اس کلام کی طرف اِلتفات کرے گا یا بطیبِ خاطر جواب دے گا، کیوں کر ہو سکے کہ چودھویں صدی والا خوش اِعتِقادی میں خیرالقرون والے صحابیوں سے بڑھ جائے۔ پھر اگر کسی قدر نظر بڑھائی جائے تو معلوم ہو کہ سلسلہ اس اِلزام کا کہاں منتہی ہوگا۔ کیوں کہ جس امر کا ذکر خود شارع علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور میں ہو جائے اور اسی کے بعد کلامِ الٰہی اسی کے مناسب نازل ہو ویسے خیال میں آخری زمانہ والوں کی اِصلاح کی نعوذ باللہ اگر ضرورت سمجھی جائے تو دین داری کے نہایت خلاف ہوگا۔

الحاصل جب اُن لکڑیوں کا اس قدر ادب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین کا جس قدر ادب کیا جائے محمود ہے۔

عموماً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ادب

اور مستدرکِ حاکم میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا اِذَا قَعَدْنَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ نَرْفَعْ رُؤُوْسَنَا اِلَيْهِ اِعْظَامًا لَهٗ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَا اَحْفَظُ لَهٗ عِلَّةً۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بُریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عظمت کے لحاظ سے کوئی شخص حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سر نہ اُٹھاتا۔ اِنتَھٰی کہا حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرطِ شیخین پر (اور مجھے یاد نہیں کہ اس میں کوئی علتِ قادحہ ہو)۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرُو تو اس قسم کا ادب ہوتا ہی تھا وہ حضرات حدیث شریف کے حلقوں میں جب بیٹھتے تھے تو اس خضوع وخشوع کے ساتھ سر جھکائے بیٹھتے تھے کہ گویا گردنوں پر سر ہی نہیں۔ چنانچہ مستدرک ہی میں ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ قَرط قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا حَلْقَةٌ كَاَنَّمَا قُطِعَتْ رُؤُوْسُهُمْ وَاِذَا رَجُلٌ يُحَدِّثُهُمْ فَاِذَا هُوَ حُذَيْفَةُ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ اَسْاَلُهُ عَنِ الشَّرِّ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن قرط کہتے ہیں کہ ایک بار میں مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک حلقہ میں لوگ ایسے سر جھکائے بیٹھے ہیں کہ گویا اُن کی گردنوں پر سر ہی نہیں، اور ایک شخص حدیث شریف بیان کررہے ہیں دیکھا تو وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اِنتَھٰی ملخصًا

یعنی سب حدیث شریف سننے والے کچھ ایسے مؤدّبانہ سر جھکائے بیٹھے تھے کہ گردنوں پر سر ہی نہیں دکھائی دیتے تھے، اب ذرا زمانہ کے اِنقلاب اور طبیعتوں کی رفتار کو دیکھنا چاہیے کہ بُعدِ خیرالقرون نے اُن حضرات کے مسلک سے کس قدر دور کردیا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ معاملہ بالکل بالعکس ہوگیا ہے۔ اُس زمانہ میں حالاں کہ اِن اُمور کی تعلیم عمومًا نہ تھی مگر دل ہی کچھ ایسے مہذب اور مؤدب تھے کہ اقسام کے آداب اور طرح طرح کے حسنِ عقیدت پر دلالت کرنے والے اَفعال ایجاد کرلیتے اور اُصولِ شرعیہ پر اُن کو مُنطبق کردیتے تھے جس کا سمجھنا بھی شاید اس زمانہ میں بآسانی نہ ہوسکے، کیوں نہ ہو ان حضرات کے وہ دل تھے جن کو تمام بندوں کے دلوں پر فضیلت ہونے کی وجہ سے

حق تعالیٰ نے صحابیت کے واسطے منتخب فرمایا تھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ نَظَرَ فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَلَمْ یَجِدْ قَلْبًا اَتْقٰی مِنْ قُلُوْبِ اَصْحَابِیْ وَلِذٰلِکَ اخْتَارَھُمْ فَجَعَلَھُمْ اَصْحَابًا فَمَا اسْتَحْسَنُوْا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ وَّمَا اسْتَقْبَحُوْا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ قَبِیْحٌ۔ رَوَاہُ الدَّیْلَمِیُّ۔

یعنی فرمایا نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدائے تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں کو دیکھا تو میرے اصحاب کے دلوں سے پاکیزہ تر کوئی دل نہ پایا، اسی واسطے اُن کو میرے اصحاب ہونے کے لئے پسند فرمایا، جو کام وہ اچھا سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ اچھا ہے، اور جس کو وہ بُرا سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ بُرا ہے۔ اِنتھٰی

غرض وہ ہر قسم کے آداب ایجاد کرتے تھے اور اُن پر کوئی اِعتراض بھی نہیں کرتا تھا اس لئے کہ اُس وقت تک بنیاد بے ادبی کی پڑی نہ تھی، اور اگر چند خود سروں نے بنیاد ڈالی بھی تھی جس کا حال اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی قریب معلوم ہوگا تو اس وجہ سے کہ ان کی بد اِعتِقادیوں نے اُن کو دائرۂ اِتّباع سے خارج اور دوسرے نام کے ساتھ مشتہر کر دیا تھا اُن کی باتیں کسی کی سمعِ قبول تک پہنچی ہی نہ تھیں۔

الحاصل خیر القرون کا یہ حال تھا کہ ہر قسم کے آداب ایجاد کئے جاتے تھے اور اس آخری زمانہ کا یہ حال ہے کہ باوجودیکہ ان حضرات نے جن کا اِتّباع بحسب ارشادِ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ضروری ہے اقسام کے آداب تعلیم کر گئے اگر کسی سے اس قسم کے اَفعال صادر ہو جائیں تو ہر طرف سے اِعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگتی ہے، اور صرف اِعتراض ہی نہیں شرک تک نوبت پہنچادی جاتی ہے، حق تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ادب نصیب فرمائے۔

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء شریف میں لکھا ہے:

وَقَالَ مَالِکٌ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَقَدْ سُئِلَ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ السختیانی رَحِمَہُ

اللّٰہُ تَعَالٰی مَاحَدَّثْتُکُمْ عَنْ اَحَدٍ اِلَّا وَاَیُّوْبُ اَفْضَلُ مِنْہُ وَقَالَ وَحَجَّ حَجَّتَیْنِ فَکُنْتُ اَرْمُقُہٗ وَلَا اَسْمَعُ مِنْہُ غَیْرَ اَنَّہٗ کَانَ اِذَاذُکِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَکٰی حَتّٰی اَرْحَمَہٗ فَلَمَّارَاَیْتُ مِنْہُ مَارَاَیْتُ کُنْتُ کَتَبْتُ عَنْہُ۔

ترجمہ: کسی نے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ ابوایوب سختیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کیا حال تھا؟ کہا میرے اساتذہ میں جن کی روایتیں تُم نے مُجھ سے سُنی ہیں ان سب سے وہ افضل ہیں، اُنہوں نے دو حج کئے اور میں نے اُن کا حال دیکھا کیا، اس مدت میں کوئی روایت اُن سے نہ لی مگر حالت اُن کی یہ تھی کہ جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو اس قدر روتے کہ مُجھے اُن کے حال پر رحم آجاتا جب اُن کا یہ حال دیکھا تو اُن کی شاگردی اختیار کی اور اُن کی حدیثیں لکھ لیں۔ انتھٰی

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابوایوب سختیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بنظر اس حالت کے جو ترجیح دیتے ہیں اور سب اساتذہ سے افضل کہتے ہیں تو اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ خیالات محدّثین اور اکابرِ دین کے اس بارہ میں کس قسم کے تھے۔ اب ذرا سختیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دل کی کیفیت کو خیال کیجئے کہ کس درجہ کی عظمت ومحبت اور خدا جانے کون کون سی چیزیں اُن کے دل پر پورا تسلّط کر لیتی تھیں جس سے وہ حالت پیدا ہو جاتی تھی جو ادب سے بھی بڑھی ہوئی ہے، یہ اثر اسی ذکر مبارک کا تھا جو مسلمانوں کے دلوں میں علیٰ حسب مراتب ایمان کو تازہ کر دیا کرتا ہے۔

سبحان اللہ وہاں تو ذکر شریف سے وہ حالت پیدا ہو رہی ہے جو بڑے بڑے فاضل معاصروں سے افضل بنا دیتی ہے، اور یہاں ہنوز اُس کے جواز وعدمِ جواز میں اختلاف پڑا ہوا ہے بلکہ وہ تدبیریں نکالی جاتی ہیں کہ کہیں ذکر شریف کی مجلسیں نہ ہونے پائیں۔ بھلا ذرا سوچنا چاہئے ذکر شریف کی مجلسیں ہوا کریں اور برکات اس کے مسلمانوں پر فائض ہوتے رہیں تو اس سے کسی کا کیا نقصان ہوگا؟

حق تعالیٰ بطفیل اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مسلمانوں کی کج فہمیوں کو دفع فرمائے۔

مناظرہ امام مالک وابوجعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما

اور دُرِ منظم میں ابنِ حجر ہیثمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شفاء شریف میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بسندِ متصل روایت کی ہے:

عَنِ ابْنِ حُمَيْدٍ قَالَ نَاظَرَ اَبُوْ جَعْفَرَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَالِكًا رَّحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! لَاتَرْفَعْ صَوْتَكَ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ، فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَدَّبَ قَوْمًا فَقَالَ تَعَالٰى ﴿لَاتَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ وَمَدَحَ قَوْمًا فَقَالَ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ اَلْاٰيَةُ وَذَمَّ قَوْمًا فَقَالَ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ﴾ اَلْاٰيَةُ وَاِنَّ حُرْمَتَهٗ مَيِّتًا كَحُرْمَتِهٖ حَيًّا، فَاسْتَكَانَ لَهَا اَبُوْ جَعْفَرَ[1] وَقَالَ يَااَبَاعَبْدِاللّٰهِ! اَاَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَاَدْعُوْا اَمْ اَسْتَقْبِلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ؟ وَهُوَ وَسِيْلَتُكَ وَوَسِيْلَةُ اَبِيْكَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بَلِ اسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفَعْ بِهٖ فَيُشَفِّعُكَ اللّٰهُ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَوْاَنَّهُمْ اِذْظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ﴾ اَلْاٰيَةُ۔

ترجمہ: حضرت امیر المؤمنین ابوجعفر منصور (جو خلفائے عباسیہ سے دوسرے خلیفہ ہیں) نے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے ساتھ مسجدِ نبوی شریف میں کسی مسئلہ میں مباحثہ کیا جس میں اُن کی کچھ آواز بلند ہوگئی۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا امیر المؤمنین اس مسجد میں آواز بلند نہ کیجئے کیوں کہ

---

[1] الجوہر المنظم مؤلفہ ابنِ حجر ہیثمی میں یہ عبارت یہاں تک صفحہ نمبر ۶۰ پر موجود ہے، اور پوری عبارت شفاء شریف قاضی عیاض جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۵۹۵ پر موجود ہے۔ محمد علیم الدین عفی عنہ۔

حق تعالیٰ نے تادیب کی ایک بہتر قوم کی اس آیہ شریفہ میں لَاتَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اور مدح کی اُن لوگوں کی جو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آواز پست کیا کرتے تھے، فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلْاٰیَۃُ اور مذمت کی اُس قوم کی جو حجرہ کے باہر سے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارتے تھے چنانچہ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَلْاٰیَۃُ اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرمت بعد انتقال کے وہی ہے جو قبلِ انتقال تھی۔ امیر المؤمنین یہ سنتے ہی متادب اور متذلل ہو گئے۔ پھر پوچھا اے اباعبداللہ! قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعاء کروں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوں؟ کہا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں منہ پھیرتے ہو؟ وہ تو وسیلہ ہیں آپ کے اور آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے قیامت کے روز، تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر شفاعت وسفارش طلب کیجئے کہ حق تعالیٰ شفاعت حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبول کرے گا کیوں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ﴾ اَلْاٰیَۃُ

یعنی وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اگر آویں آپ کے پاس اور مغفرت چاہیں اللہ تعالیٰ سے اور مغفرت چاہیں رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اُن کے لئے تو پائیں گے اللہ تعالیٰ کو مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا۔ انتہٰی

اب اُن حضرات کے اعتقادوں کو دیکھئے کہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بلند آواز کرنے کے باب میں ان آیات پر استدلال کیا:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾

اور ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ﴾

اور خلیفہ وقت نے پوچھا تک نہیں کہ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اور یُنَادُوْنَکَ کے معنی یہاں کیوں کر

صادق آتے ہیں، اور اگر اِجتہاد کیا گیا تو طریقہ اُس کا کیا ہے، پھر یہ بھی نہ تھا کہ خلیفۂ موصوف کچھ جاہل ہوں کیوں کہ تاریخِ خمیس وغیرہ کُتُبِ تواریخ میں مصرح ہے کہ وہ نہایت کامل العقل اور فقیہ النفس عالم جید اور ادیب ومتدین تھے، مگر معلوم نہیں اس اِستِدلال میں کس درجہ قوت تھی جس نے خلیفۂ وقت کو عین مباحثہ میں ساکت کردیا۔ اگر اس زمانہ میں کوئی شخص اس قسم کا اِستِدلال کرے تو صدہا شاخ شانے اُس میں نکالے جائیں گے، اب اگر کوئی شخص اس اِستِدلال کی نزاکت کو نہ سمجھ کر اُس میں کچھ کلام کرے تو کسی سے یہ نہ ہوسکے گا کہ مُعترض کی رائے کو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رائے پر ترجیح دے، کیوں کہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ شخص ہیں جن کے شاگردوں کے شاگرد ہونے پر امام بخاری ومسلم وغیرہ اکابر محدِّثین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کو فخر ہے، بلکہ یہ سمجھنا اُس کا اُس کی غباوت اور بے علمی پر محمول ہونا چاہئے، بات یہ ہے کہ جیسے قوتِ ایمانیہ میں ضعف بڑھتا چلا جاتا ہے ویسا ہی قوتِ نظری وفکری میں بھی روز بروز کمی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اب اگر کوئی کثرتِ تصانیف کو پیش کرکے کچھ دعوٰی کرے تو اُس کا اِبطال اُن احادیثِ شریفہ سے ہوجائے گا جن میں خیر القرون ہونا اُس زمانہ کا اور کم ہوجانا علم کا آخری زمانہ میں وارد ہے۔

اور ابنِ تیمیہ نے رَفْعُ الْمَلَامِ عَنِ الْاَئِمَّۃِ الْاَعلَامِ میں لکھا ہے:

بَلِ الَّذِيْنَ كَانُوْا قَبْلَ هٰذَا الدَّوَاوِيْنِ كَانُوْا اَعْلَمَ بِالسُّنَّةِ مِنَ الْمُتَاَخِّرِيْنَ بِكَثِيْرٍ لِاَنَّ كَثِيْرًا مِّمَّا بَلَغَهُمْ وَصَحَّ عِنْدَهُمْ قَدْ لَا يَبْلُغُنَا اِلَّا عَنِ الْمَجْهُوْلِ اَوْ بِاِسْنَادٍ مُّنْقَطِعٍ اَوْ لَا يَبْلُغُنَا بِالْكُلِّيَةِ، كَانَتْ دَوَاوِيْنُهُمْ صُدُوْرُهُمُ الَّتِيْ تَحْوِيْ اَضْعَافَ مَا فِي الدَّوَاوِيْنِ وَهٰذَا اَمْرٌ لَا يَشُكُّ فِيْهِ مَنْ عَلِمَ الْقَضِيَّةَ۔

یعنی کوئی عالم اس میں شک نہیں کرسکتا کہ قدماء متاخرین سے بہت زیادہ علم رکھتے تھے بہت سی حدیثیں ہم تک پہنچی ہی نہیں اور اگر پہنچی ہوں تو ضعیف ہوکر اُن کے نزدیک وہی حدیثیں صحیح تھیں۔

اگر چہ اس روایت سے کئی مباحث متعلق ہیں مگر بخوف تطویل صرف اسی پر اکتفاء کیا گیا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی آئندہ بحسب موقع ذکر کی جائیں گی یہاں اسی قدر بیان کرنا مقصود ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِن آیات سے وہ ادب اِستنباط کیا کہ قیامت تک اہلِ ایمان جس کی بدولت بہرہ اندوز اور متمتع رہیں گے۔

جَزَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ انہیں ہماری طرف سے بہترین جزاء دے)۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب

بخاری شریف میں روایت ہے:

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک بار مسجد نبوی شریف میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری دیکھا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، کہا جاؤ ان دوشخصوں کو لے آؤ، جب ان دونوں کو اُن کے پاس لے گیا تو پوچھا تم کون ہو یا کہاں کے رہنے والے ہو؟ کہا طائف والے۔ فرمایا اگر تم اس شہر والے ہوتے تو میں ضرور تم کو اذیت پہنچاتا اور مارتا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں تم آواز بلند کرتے ہو۔انتہٰی

اس خبر سے ظاہر ہے کہ مسجد شریف میں کوئی بلند آواز نہیں کر سکتا تھا، اور اگر کرتا تو مستحق تعزیر

سمجھا جاتا تھا باوجودیکہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ چنداں دور نہ تھے مگر اسی ادب سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کو پکارا نہیں بلکہ کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا، یہ تمام ادب اسی وجہ سے تھے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحیاتِ ابدی وہاں تشریف رکھتے ہیں، کیوں کہ اگر لحاظ صرف مسجد ہونے کا ہوتا تو فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس تعزیر کو اہلِ بلد کے لئے خاص فرمایا جن کو مسجد شریف کے آداب بخوبی معلوم تھے، اگر صرف مسجد ہی کا لحاظ ہوتا تو اہلِ طائف بھی معذور نہ رکھے جاتے کیوں کہ آخر وہاں بھی مسجدیں تھیں، اس سے بھی قول امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صادق آگیا جو خلیفہ منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا تھا: اِنَّ حُرْمَتَہٗ مَیِّتًا کَحُرْمَتِہٖ حَیًّا۔

اور بخاری شریف میں روایت ہے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ اُمِ عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عادت تھی کہ جب کبھی ذکر مبارک آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرتیں بِاَبِیْ کہتیں، فرماتی ہیں:

وَقَلَّمَا ذَکَرَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَالَتْ بِاَبِیْ۔

یعنی کم اتفاق ہوتا تھا کہ ذکر شریف کے وقت یہ لفظ نہ کہتی ہوں۔

معنی اس کے یہ ہیں کہ میرے باپ فداء ہوں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اکثر بِاَبِیْ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہا کرتے تھے، چنانچہ کُتُب صحاح میں موجود ہے، مطلب اُس کا یہ ہے کہ آپ کے اشفاق ومراحم کے رُوبرُو مہرِ مادری وپدری کی کچھ حقیقت نہیں، ان دونوں کو آپ پر سے فداء کرنا چاہئے۔ سبحان اللہ کیا ادب تھا کہ رُوبرُو تو رُوبرُو غائبانہ بعد وفات شریف کے بھی وہ ادب مرعی تھا کہ جب تک ماں باپ کو فداء نہیں کرتے نام مبارک کو ذکر نہیں کرتے تھے، کیوں نہ ہو یہ نام مبارک وہ تھا

کہ کفار بھی جس کے ذکر میں بساوقت متاذّب ہو جاتے تھے۔ چنانچہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مواہب میں اور زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس کی شرح میں لکھا ہے کہ:

''ایک جماعت قبیلہ کندہ سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ الفاظ تحیت کے ادا کئے جو اس زمانہ میں سلاطین کے حضور میں کہے جاتے تھے یعنی ابیت اللعن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں بادشاہ نہیں ہوں مُحَمَّد بن عَبْدُاللّٰہ ہوں، کہا ہم آپ کو نام لے کر نہ پکاریں گے، فرمایا: اَبُو الْقَاسِم ہوں، کہا اے ابوالقاسم! فرمایئے کہ ہم نے اپنے دل میں کیا چھپایا ہے؟ فرمایا یہ تو کاہنوں کا کام ہے اور کاہن اور اُن کا پیشہ دوزخی ہے۔ کہا پھر کیوں کر معلوم ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مُٹھی کنکریاں اُٹھائیں اور فرمایا دیکھو یہ گواہی دیتی ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اور ساتھ ہی کنکریاں دستِ مبارک میں تسبیح کرنے لگیں، پھر تو سب کے سب گھبرا اُٹھے کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب مشرّف باسلام ہوئے۔ اِنْتَہٰی ملخصًا

ظاہر ہے کہ یہ لوگ قبل اِمتحان مشرّف باسلام نہیں تھے، باوجود اس کے نام لینے میں ترکِ ادب سمجھا۔ کیا تعجب ہے کہ یہی ادب پسند آ گیا ہو جس سے ابدالآباد کے لئے عزت و شرافت حاصل ہو گئی۔ ہر چند نام پاک خود ایک ایسا جامع لقب ہے جس میں تمام اَلقابِ پسندیدہ اور محامدِ برگزیدہ شامل کر دیئے گئے ہیں مگر بایں ہمہ ادب والوں کی زبانیں وہاں خود بخود رُک جاتی ہیں۔ اور جن کی زبانوں نے خیرہ سری کی اور بے باکانہ نام لینا شروع کیا حق تعالیٰ کی جانب سے اُن کی تادیب ہو گئی۔

چنانچہ امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بروایاتِ متعددہ ثابت کیا ہے کہ بعض لوگ جو نام لے کر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پُکارتے تھے اُن کو حق تعالیٰ نے منع فرما دیا جس سے عظمت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معلوم ہو گئی۔

كَمَا قَالَ فِي الْقَوْلِ الْبَدِيعِ قَالَ الضَّحَّاكُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ يَامُحَمَّدُ يَااَبَاالْقَاسِمِ فَنَهَاهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِعْظَامًا لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: قُولُوْا يَانَبِيَّ اللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَذَاقَالَ مُجَاهِدٌ وَّسَعِيْدُبْنِ جُبَيْرٍ وَّقَالَ مُقَاتِلُ بْنُ حَيَّانَ لَاتُسَمُّوْهُ إِذَادَعَوْتُمُوْهُ يَامُحَمَّدُ وَلَاتَقُوْلُوْا يَاابْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَلٰكِنْ شَرِّفُوْهُ تَقُوْلُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ يَانَبِيَّ اللّٰهِ، وَقَالَ قَتَادَةُ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ يُّهَابَ نَبِيُّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْ يُّبَجَّلَ وَاَنْ يُّعَظَّمَ وَاَنْ يُّسَوَّدَ وَقَالَ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِبْنِ اَسْلَمِ اَمَرَهُمْ اَنْ يُّشَرِّفُوْهُ وَقِيْلَ فِيْ مَعْنَى الْاٰيَةِ غَيْرُ هٰذَا۔

(ترجمہ: القول البدیع میں فرمایا کہ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یامحمد! یااَبَاالقاسم! کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کی خاطر اُن کو اس عمل سے روک دیا اور فرمایا: یانبی اللہ! یارسول اللہ! کہا کرو۔ حضرت مجاہد اور حضرت سعید بن جُبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے ایسا ہی کہا۔ ا مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جب تم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارو تو نام لے کر یا محمد کہہ کر نہ پکارو اور نہ ہی یاابنِ عبداللہ کہہ کر پکارو، بلکہ اُن کی تعظیم کرو اور یارسول اللہ! یانبی اللہ! کرو۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُس کے نبی کی ہیبت دلوں رکھی جائے، اُن کو معزز مانا جائے، اُن کی توقیر کی جائے اور اُن کو سردار تسلیم کیا جائے۔ حضرت ما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ آپ کی تع وتوقیر کریں۔ اس آیت کے معانی میں اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں)۔

یہ بات معلوم کرنا چاہئے کہ اہلِ اِسلام پہلے ہی سے جانتے تھے کہ نام لینا بے ادبی ہے لئے بکمالِ ادب یارسول اللہ وغیرہ اَلقاب کے ساتھ خطاب کیا کرتے تھے البتہ کفار جو اس بے ادبی

مرتکب ہوتے تھے اُن کے لئے یہ آیت شریفہ ﴿لَاتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ﴾ نازل ہوئی۔

ابنِ قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جلاء الافہام میں لکھا ہے:

حَیْثُ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ: ﴿لَاتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا﴾ فَاَمَرَ سُبْحَانَہٗ اَنْ لَّایُدْعٰی رَسُوْلُہٗ بِمَایَدْعُوا النَّاسُ بِہٖ بَعْضُھُمْ بَعْضًا بَلْ یُقَالُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَایُقَالُ یَامُحَمَّدُ وَاِنَّمَا کَانَ ھٰذَا فِیْ خِطَابِہٖ تَسْمِیَۃً بِاسْمِہٖ وَقْتَ الْخِطَابِ لِلْکُفَّارِ وَاَمَّاالْمُسْلِمُوْنَ فَکَانُوْا یُخَاطِبُوْنَہٗ بِیَارَسُوْلَ اللّٰہِ، نَقَلَہُ الْقسطلانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فِیْ مَسَالِکِ الْحُنَفَا عَنْ جَلَاءِ الْاَفْھَامِ لِابْنِ قَیِّمٍ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ۔

(ترجمہ: کیوں کہ اُنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَاتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اُس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کو اس انداز سے نہ پکارا جائے جس انداز سے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں بلکہ آپ کو یارسول اللہ کہا جائے یا محمد نہ کہا جائے۔ نام کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرنا اس وقت ہوتا جب کہ کافر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب کرتے، مسلمان تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یارسول اللہ کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے۔ اسے علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسالک الحنفاء میں علامہ ابنِ قیم کی کتاب جلاء الافہام سے نقل کیا ہے)۔

توَسُّل

یہاں ایک اعتراض کو گنجائش مل سکتی ہے کہ ابی امامہ بن سہل سے روایت ہے کہ ایک شخص کسی ضرورت سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاس ہر روز حاضر ہوا کرتا تھا مگر آپ اُس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے ایک روز انہوں نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ واقعہ بیان کیا اُنہوں نے کہا کہ وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو اور پھر یہ دعاء کرو۔

دعائے قضائے حاجات

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَامُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فَيُقْضِیْ لِیْ حَاجَتِیْ۔

(ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں جو کہ رحمت والے نبی ہیں۔ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میں آپ کی برکت سے اپنے رب تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ وہ میری حاجت پوری فرمائے)۔

اور پھر اپنا مقصود بیان کرو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں گئے وہ ہنوز وہاں پہنچے نہ تھے کہ بوّاب سبقت کر کے اُن کے پاس آیا اور اُن کا ہاتھ پکڑ کے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کو باعزازِ تمام قالین پر بٹھا کر حال دریافت کیا، جب اُنہوں نے اپنی اِحتیاج بیان کی فرمایا میں نے اب تک سمجھا نہ تھا کہ تمہاری یہ حاجت تھی اور فوراً وہ حاجت روا کر کے فرمایا کہ جب کبھی تمہیں کچھ اِحتیاج ہو کہہ دیا کرو۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے سیدھے حضرت عثمان

بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ کی سفارش سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ میری طرف دیکھتے تھے نہ میری حاجت کی طرف۔ کہا مجھ سے تو بات ہی نہیں ہوئی یہ اثر اُسی نماز و دعاء کا ہے اس لئے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرُو بھی اس قسم کا واقعہ پیش ہوا تھا کہ ایک نابینا نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ بصارت اپنی پھر عود کرے۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِسی نماز و دعاء کی تعلیم فرمائی، چنانچہ وہ شخص فوراً بینا ہو گیا۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قولِ بدیع میں لکھا ہے کہ روایت کیا اِس حدیث شریف کو نسائی اور ابنِ ماجہ اور ترمذی اور امام احمد بن حنبل اور ابنِ خُزیمہ اور حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اور کہا حاکم نے کہ یہ حدیث شریف صحیح اور شرطِ شیخین پر ہے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی کسی مقام پر یہ حدیث بعینہٖ نقل کی جائے گی۔ مقصود یہاں اس قدر ہے کہ اس دعاء میں صراحۃً نام آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بلا لقب کے مذکور ہے حالاں کہ ابھی ممانعت اس کی ثابت کی گئی ہے؟

جواب اس اشکال کا امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قولِ بدیع میں دیا ہے کہ وہ دعاء جیسی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم کی تھی بعینہٖ انہیں الفاظ کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف نے بھی تعلیم کی اس لئے کہ دعاؤں کے الفاظ میں تصرّف اور کمی و زیادتی نہیں چاہئے اور جانتے تھے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و جلال ہر مسلمان کے دل میں ہوا کرتی ہے:

حَیْثُ قَالَ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ الصَّحَابِیُّ وَمَنْ نَحَانَحْوَہٗ فَہِمَ اخْتِصَاصَ ھٰذَا الْمَوْطِنِ بِمَا اَرْشَدَ اِلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَاٰی اَنَّ اَلْفَاظَ الدَّعْوَاتِ وَالْاَذْکَارِ لَایُتَصَرَّفُ فِیْھَا بِالزِّیَادَۃِ وَالنَّقْصِ بَلْ یَقْتَصِرُ فِیْھَا عَلَی النَّصِّ اَوِ کْتَفٰی بِمَاوَقَرَ فِیْ قَلْبِ کُلِّ مُسْلِمٍ مِّنْ تَعْظِیْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِجْلَالِہٖ،

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

(ترجمہ: کیوں کہ آپ نے فرمایا کہ اس امر کا اِحتمال ہے کہ صحابی اور اُن کی مانند دیگر اکابرین نے اس مقام پر اِنہی اَلفاظ کا اختصاص سمجھا ہو جن کی طرف حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رہنمائی فرمائی اور اُنہوں نے خیال فرمایا دعاؤں اور اَذکار کے اَلفاظ میں کمی بیشی کے ساتھ تصرُّف نہ کیا جائے بلکہ منصوص اَلفاظ پر اِختصار کیا جائے۔اور ہر مسلمان کے دل میں جو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ہے اسی پر اِکتِفاء کیا جائے۔)

امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو لکھا ہے کہ الفاظِ دعاء میں کمی وزیاتی نہیں چاہئے اسی بناء پر بزرگانِ دین اور مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک جو اَعْمال واَفْعال یا عزائم وغیرہ سینہ بسینہ چلے آتے ہیں اُن میں کمال درجہ کی اِحْتیاط کی جاتی ہے کہ کمی وزیادتی بالکل نہ ہونے پائے،اور تجربوں سے بھی ثابت ہے کہ اگر ان اَلفاظِ مُعیَّنہ میں فرق کر دیا جائے یا بغیر اجازت کے وہ اَعْمال عمل میں لائے جائیں تو کچھ تاثیر بھی نہیں ہوتی۔

الحاصل اس دعاء میں نام مبارک ضرورۃً بلا لقب ذکر کیا گیا ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعین جب بھی نام مبارک کو ذکر کرتے لقب کے ساتھ ذکر کیا کرتے۔

لفظِ سَیِّدُنَا کی بحث

اسی وجہ سے متاخرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے مستحسن سمجھا کہ نام مبارک آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جب لیا جائے خواہ درود شریف میں یا سوائے اُس کے لفظِ سَیِّدُنَا کہنا چاہئے خصوصاً حرمین شریفین کے علماء و مشائخین کو تو اس میں نہایت ہی اہتمام ہے، اور چوں کہ احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں ایمان کا مرجع مدینہ منورہ ہوگا۔

كَمَا فِي الْمِشْكٰوةِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَاْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَارِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(ترجمہ: جیسا کہ مشکوۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان مدینہ منورہ کی طرف سمٹ کر آجائے گا جس طرح کہ سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ جاتا ہے، متفق علیہ۔)

اس لئے طالبینِ حق کو چاہئے کہ جن اُمور کو وہاں کے علماء دینی حیثیت سے مستحسن سمجھتے ہیں اس میں ان کا اِتباع کیا کریں۔

یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفدِ بنی عامر میں تشریف لے گئے اور میں بھی ساتھ تھا میں نے عرض کیا:

اَنْتَ سَيِّدُنَا (آپ ہمارے آقا ہیں)

فرمایا: اَلسَّيِّدُ اَللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (آقا تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہے)

ظاہراً اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لفظ کو

جائز نہیں رکھا؟

جواب اس کا یہ ہے کہ اس موقع میں تو اضعاً یہ فرمایا ہوگا ورنہ اطلاق اس لفظ کا اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں پر کئی حدیثوں میں وارد ہے، چنانچہ حدیث قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ بخاری شریف سے بحثِ قیام میں ابھی نقل کی جائے گی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلفظِ سَیِّدُنَا ذکر کیا چنانچہ کنز العمّال میں یہ روایت ہے:

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَیِّدَنَا یَعْنِیْ بِلَالًا۔

اِبْنِ سعد، س، ح، ك، وَالخراطی فِیْ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سید ہیں اور ہمارے سید یعنی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد کیا۔

جب اطلاق اس لفظ کا صحابیوں پر جائز ہوا تو سید الانبیاء والمرسلین پر جائز و مستحسن ہونے میں کیا کلام؟ خود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کَمَا فِی الْمُسْتَدْرَكِ لِلْحَاکِمِ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمِنبَرَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ مَنْ اَنَا؟ قُلْنَا: رَسُوْلُ اللّٰہِ، قَالَ نَعَمْ وَلٰکِنْ مَنْ اَنَا؟ قُلْنَااَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَاف قَالَ اَنَاسَیِّدُ وَلَدِآدَمَ وَلَافَخْرَ۔ قَالَ الْحَاکِمُ هٰذَا صَحِیْحُ الْاَسْنَادِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہی سوال فرمایا، ہم نے عرض کیا آپ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہیں۔ فرمایا میں سید اولادِ آدم ہوں اور کچھ فخر نہیں۔ کہا حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ حدیث صحیح ہے۔ انتہی

اور مواہب اللدنیہ اور زرقانی میں ہے:

وَقَدْ رَوَى التِّرْمَذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّاَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِي رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَافَخْرَ۔ وَفِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَرْفُوْعًا عِنْدَ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ، وَالتِّرْمَذِيِّ، وَأَحْمَدَ، "أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"۔ وَفِيْ رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ "أَنَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ"۔انتہی ملخصًا۔

(ترجمہ: امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بافادہ حسن صحیح، امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بافادہ تصحیح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اس میں کچھ فخر نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جو بخاری، مسلم، ترمذی اور مسند احمد میں ہے یوں ہے کہ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں ہے کہ میں تمام جہانوں کا سردار ہوں)۔

ان احادیث سے سید اولادِ آدم علیہ السلام بلکہ سید الناس بلکہ سید العالمین ہونا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ثابت ہے غرض حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیادت اور لفظِ سَیِّدُنَا کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا البتہ اس میں کلام ہوسکتا ہے کہ ہم میں صلاحیت ہے یا نہیں اسی وجہ سے بزرگوں نے کہا ہے: ؎

نسبتِ خود بسگت کردم وبس منفعلم
زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

(ترجمہ: میں نے اپنی نسبت آپ کے سگ سے کردی اس پر میں بہت شرمسار ہوں کیوں کہ آپ کے کوچہ مبارک کے سگ کی طرف نسبت کرنا بے ادبی ہے)۔

مگر چوں کہ یہ بارگاہِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ہے اس لئے امید قوی ہے کہ اس قسم کی بے ادبی کا لحاظ نہ ہوگا اب رہا یہ کہ صاحب قاموس مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے:

''کہ جن درودوں کی تعلیم حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کی ہے اُن میں لفظ سَیِّدُنَا نہیں ہر چند تو اضعًا یہ لفظ نہ فرمایا ہوگا مگر تاہم اِمتثالِ امر اولیٰ ہے''۔

اور اسی طرح شیخ الشیوخ الاسنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لفظِ سَیِّدُنَا کی زیادتی میں اس وجہ سے تردُّد کیا ہے کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اس مسئلہ کی بنیاد اسی پر رکھی ہے کہ اِمتثال امر افضل ہے یا سلوکِ ادب؟

امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قولِ بدیع میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ادب بلفظِ سَیِّدُنَا شَرْعًا مطلوب ہے چنانچہ بروایتِ صحیحین ثابت ہے کہ:

قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ

(اپنے سردار یعنی سعد بن مُعاذ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔)

خود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اِطلاق اس لفظ کا عمومًا درست ہے پھر اگر یہ لفظ درود شریف میں زیادہ کیا جائے تو اِمتثالِ امر میں کوئی نقصان لازم نہ آئے گا اور ایک ایسے امرِ واقعی کا بیان ہوگا جس میں ادب ملحوظ ہے اس لئے زیادتی اس لفظ کی افضل ہے۔

قَالَ وَقَرَأْتُ بِخَطِّ بَعْضِ مُحَقِّقِیْ مَنْ اُخِذْتُ عَنْهُ مَانَصُّهٗ اَنَّ الْاَدَبَ مَعَ مَنْ ذِکْرُهٗ مَطْلُوْبٌ شَرْعًا بِذِکْرِ السَّیِّدِ فَفِی الصَّحِیْحَیْنِ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ اَیْ سَعْدَ ابْنَ مُعَاذٍ وَسِیَادَتَهٗ بِالْعِلْمِ وَالدِّیْنِ۔ وَقَوْلُ الْمُصَلِّیْنَ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِیْهِ الْاِتْیَانُ بِمَا اُمِرْنَا بِهٖ وَزِیَادَةُ الْاِخْبَارِ بِالْوَاقِعِ الَّذِیْ هُوَ اَدَبٌ فَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ تَرْکِهٖ فِیْمَا یَظْهَرُ مِنَ الْحَدِیْثِ السَّابِقِ، وَاِنْ تَرَدَّدَ فِیْ اَفْضَلِیَّتِهِ الشَّیْخُ الْاَسْنَوِیُّ ذَکَرَ اَنَّ

فِیْ حِفْظِهٖ قَدِیْمًا اَنَّ الشَّیْخَ عِزَّ الدِّیْنِ بْنَ عَبْدِ السَّلَامِ بَنَاهُ عَلٰی اَنَّ الْاَفْضَلَ سُلُوْكُ الْاَدَبِ اَوِ امْتِثَالُ الْاَمْرِ۔ وَاللّٰهُ الْمُعِیْنُ۔

(ترجمہ: آپ نے فرمایا میں نے بعض محققین جن سے میں نے علم حاصل کیا ہے اُن کے خط میں تحریر دیکھی ہے جو اس طرح ہے وہ ہستی جس کا ذکر شرعاً مطلوب ہو اُس کو لفظِ سَیِّد کے ساتھ ذکر کرنا ادب ہے۔ صحیحین میں حدیثِ پاک ہے (قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ) اپنے سردار یعنی سعد بن مُعاذ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ آپ کی سیادت علم اور دین کے ساتھ ہے، نمازی جب کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ (اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیج) تو اس میں اس حکم کی ادائیگی ہے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ خبر میں وہ اضافہ جو ادب ہو اُس کو باقی رکھنا اُس کے ترک کرنے سے افضل ہے جیسا کہ سابقہ حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے اگر چہ اس کی افضلیت میں حضرت شیخ اسنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تردُّد ہے۔)

یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ لفظِ سَیِّدُنَا زیادہ کیا جائے تو اِمتِثالِ امر میں کس قدر فرق لازم آئے گا جس کی وجہ سے صاحبِ قاموس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس لفظ کو ترک کرنا مناسب سمجھا ہے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ مقصود درود شریف پڑھنے سے یہ ہے کہ بارگاہِ ربوبیّت میں ظاہر کیا جائے کہ سیّدالکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعا گو، اور خیر خواہوں میں ہم بھی شریک ہیں، ورنہ خود حق تعالیٰ جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہمیشہ صلوٰۃ بھیجتا ہے تو ہماری دعاء وصلوٰۃ کس شمار میں؟ دوسرا یہ کہ اگر درود دُعاء ہی ہوتا تو ہر شخص پر درود پڑھنا درست ہوتا حالاں کہ کئی روایتوں سے کراہت اور ممانعت اُس کی ثابت ہے۔

سوائے انبیاء علیہم السلام کے کسی پر درود جائز نہیں

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سوائے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی پر درود نہیں پڑھنا چاہئے۔ اور ایسا ہی سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی عامل کو لکھا کہ قصہ گویوں نے بادشاہوں اور امیروں پر درود بھیجنا ایجاد کیا ہے اُن کو حکم کردو کہ صلوٰۃ خاص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر پڑھا کریں اور عام مسلمانوں کے حق میں دعا کریں۔

چنانچہ امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قولِ بدیع میں لکھا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَآأَعْلَمُ الصَّلٰوةَ تَنْبَغِيْ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْ أَحَدٍ اِلَّاعَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ يُّدْعٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔ أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْمٰعِيْلُ الْقَاضِي فِيْ أَحْكَامِ الْقُرْآنِ وَالصَّلٰوةِ النَّبَوِيَّةِ لَهٗ۔ وَالطَّبَرَانِيُّ، وَالْبَيْهَقِيُّ وَسَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّعَبْدُ الرَّزَّاقِ بِلَفْظِ لَاتَنْبَغِي الصَّلٰوةُ مِنْ أَحَدٍ عَلٰى أَحَدٍ اِلَّاعَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ، وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ يَكْرَهُ أَنْ يُّصَلّٰى عَلٰى غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ أَخْرَجَهَا هُوَ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ أَيْضًا "يَكْرَهُ أَنْ يُّصَلّٰى اِلَّاعَلٰى نَبِيٍّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" وَجَآءَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِيْمَا رَوَيْنَاهُ فِيْ فَضْلِ الصَّلٰوةِ لِاِسْمٰعِيْلَ الْقَاضِي وَأَحْكَامِ الْقُرْآنِ لَهٗ مِنْ طَرِيْقِ اَبِيْ بَكْرِبْنِ أَبِيْ شَيْبَةَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ اَوْصَحِيْحٍ

اَنَّ عُمَرَ کَتَبَ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ نَاسًا مِّنَ النَّاسِ قَدِالْتَمَسُوْا عَمَلَ الدُّنْیَا بِعَمَلِ الْاٰخِرَۃِ وَاِنَّ نَاسًا مِنَ الْقَصَّاصِ قَدْاَحْدَثُوْا فِی الصَّلٰوۃِ عَلٰی خُلَفَائِہِمْ وَاُمَرَائِہِمْ عِدْلَ صَلٰوتِہِمْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَاجَاءَکَ کِتَابِیْ فَمُرْھُمْ اَنْ تَکُوْنَ صَلٰوتُھُمْ عَلَی النَّبِیِّیْنَ خَاصَّۃً وَدُعَاءُھُمْ لِلْمُسْلِمِیْنَ عَامَّۃً وَیَدْعُوْا مَاسِوٰی ذٰلِکَ۔ انتھی

(ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں کہ کسی کی طرف سے سوائے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کے کسی اور پر درود بھیجنا جائز ہو، لیکن دوسرے مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دُعاء کی جائے۔ اسے امام ابنِ ابی شیبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام اسماعیل قاضی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احکام القرآن اور اپنی کتاب اَلصَّلٰوۃُ النَّبَوِیَّۃُ میں روایت کیا۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام سعد بن منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا کہ کسی آدمی کی طرف سے دوسرے شخص پر سوائے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کے درودِ پاک بھیجنا مناسب نہیں ہے۔ اس حدیث شریف کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کے علاوہ کسی اور پر درود بھیجنا مکروہ ہے، اسے امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی اور پر درودِ پاک بھیجنا مکروہ ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد جس کی روایت ہم نے (امام اسماعیل قاضی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب فضل الصلوۃ، آپ ہی کی کتاب احکام القرآن میں حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حسن اسناد کے ساتھ) کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یوں فرمان تحریر فرمایا: حمد وصلوۃ کے بعد واضح ہو کہ کچھ لوگ آخرت سے دُنیا کا عمل چاہتے ہیں اور قصہ گو لوگوں نے درودِ پاک میں نئی بات شروع کر دی ہے کہ خلفاء اور امراء پر نبی پاک

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے برابر درود بھیجتے ہیں جب میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو ان کو حکم دے دو کہ درودِ پاک صرف انبیائے کرام علیہم السلام پر پڑھو، عام مسلمانوں کے لئے دُعا کریں اس کے سوا باقی بدعات چھوڑ دیں)۔

اور یہ بھی قولِ بدیع میں لکھا ہے:

قَالَ الْبَیْهَقِیُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ عَقَبَ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا وَقَوْلِ الثَّوْرِیِّ بِالْمَنْعِ مَانَصُّهٗ وَاِنَّمَا اَرَادُوْا اللّٰهُ اَعْلَمُ اِذَا كَانَ عَلٰی وَجْهِ التَّكْرِیْمِ عِنْدَ ذِكْرِهٖ تَحِیَّةٌ فَاِنَّمَا ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةٌ فَاَمَّا اِذَا كَانَ ذٰلِكَ عَلٰی وَجْهِ الدُّعَاءِ وَالتَّبَرُّكِ فَاِنَّهٗ ذٰلِكَ جَائِزٌ لِغَیْرِهٖ اِنْتَهٰی هٰذَا عِبَارَتُهٗ فِی الشُّعَبِ، وَقَالَ نَحْوَهٗ فِی السُّنَنِ الْكُبْرٰی۔انتھٰی

یعنی بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شعب الایمان اور سننِ کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر درود کی ممانعت جو مروی ہے مقصود اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بطورِ تکریم وتَحِیَّت نہ چاہئے کہ وہ خاص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے اگر بطورِ دعاء وتبرّک ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔انتھٰی

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صلوٰۃ جو مخصوص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے وہ صرف دعاء نہیں جس سے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھلائی مقصود ہو بلکہ مقصود اس سے ہماری بھلائی ہے، اور فائدہ اس کا ہماری طرف ہی عود کرتا ہے۔ چنانچہ امام فاکہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فَجْرُ الْمُنِیْرِفِیْ صَلٰوةِ عَلَی الْبَشِیْرِ النَّذِیْرِ میں لکھا ہے۔

فَاِنْ قُلْتَ اِذَا كَانَ اللّٰهُ صَلّٰی عَلَیْهِ فَمَا فَائِدَةُ طَلَبِ الْحَاصِلِ وَاِیْجَادِ الْمَوْجُوْدِ ؟ قُلْتُ صَلٰوتُنَا عَلَیْهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِبَادَةٌ لَّنَا وَزِیَادَةٌ

حَسَنَاتٍ فِیْ اَعْمَالِنَا وَتَرَقِّی الْبَرَکَاتِ الْمَبْثُوْثَةِ فِیْنَا الْمُنْزَلَةِ عَلَیْنَا۔

یعنی اگر کوئی کہے کہ جب حق تعالیٰ خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے تو پھر دعاء کرنا کہ اللہ تعالیٰ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجے اس سے کیا فائدہ یہ تو تحصیلِ حاصل اور ایجادِ موجود ہے۔ جواب اُس کا یہ ہے کہ صلوٰۃ طلب کرنا ہمارے لئے عبادت ہے جس سے اعمال ناموں میں ہمارے زیادتی حسنات کی ہو، اور ہم پر برکات نازِل ہوں۔

اسی طرح ابنِ حجر ہیتمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دُرِّ منضود میں لکھا ہے:

فَاِنَّ جَمِیْعَ فَائِدَتِهَا لِلْمُصَلِّیْ لِدَلَالَتِهَا عَلٰی وُضُوْحِ الْعَقِیْدَةِ وَخُلُوْصِ النِّیَّةِ وَاِظْهَارِ الْمَحَبَّةِ وَالْمُدَاوَمَةِ عَلَی الطَّاعَةِ وَالْاِحْتِرَامِ لِلْوَاسِطَةِ الْکَرِیْمَةِ فَهِیَ مَحَبَّةٌ لَّهٗ وَتَوْقِیْرُهٗ مِنْ اَعْظَمِ شُعَبِ الْاِیْمَانِ لِمَافِیْهَا مِنْ اَدَاءِ شُکْرِهِ الْوَاجِبِ عَلَیْنَا بِعَظِیْمِ مِنَّةٍ عَلَیْنَا بِنَجَاتِنَا مِنَ الْجَحِیْمِ وَفَوْزِنَا بِالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ۔

ترجمہ: یعنی فائدے درود شریف کے درود پڑھنے والے کے لئے ہیں اس لئے کہ اُس سے حُسنِ اعتقاد اور خلوصِ نیت معلوم ہوتا ہے اور اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ ہم محبت اور اطاعت اور احترام میں اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرگرم ہیں جو مکرّم واسطہ ہیں ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان میں، اور اِس سے محبت و توقیر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کی جاتی ہے جو ایک بڑا شعبہ ایمان کا ہے کیوں کہ اُس سے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احسانوں کی شکر گزاری ہوتی ہے جو ہم پر ثابت ہیں۔ اِنتہٰی

الحاصل مقصود درود شریف سے اپنی بہبودی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیر خواہوں اور دعاء گویوں میں شریک ہو کر مغفرتِ ذنوب کا اِستحقاق حاصل کریں۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

أَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ عَلَيَّ مَغْفِرَةٌ لِّذُنُوبِكُمْ۔ الحديث۔
ابنِ عساكر عن حسن بن علی ت، ك عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی
عَنْهُمْ۔رَوَاهُ فِيْ كَنْزِالْعُمَّالِ

ترجمہ: ابنِ عساکر نے حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور ترمذی وحاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مُجھ پر تم زیادہ درود پڑھو اس لئے کہ تمہارا مُجھ پر درود پڑھنا تمہارے گناہوں کی مغفرت ہے۔انتہٰی

جب مقصود یہ ٹھہرا تو جس قدر ثناء وصفت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی درود شریف میں کی جائے بے موقع نہ ہوگی مُؤیِّد اس کی یہ حدیث شریف بھی ہوسکتی ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ تُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ بِأَسْمَائِكُمْ وَسِيْمَاكُمْ فَأَحْسِنُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ۔ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مُجَاهِدٍ مُرْسَلًا صَحِيْحٌ كَذَا فِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ پیش کئے جاتے ہو مُجھ پر ناموں اور علامتوں کے ساتھ اس لئے اچھی طرح مُجھ پر درود بھیجا کرو۔ یہ روایت صحیح ہے۔انتہٰی

الحاصل لفظِ سَیِّدُنَا کی زیادتی میں اس اعتبار سے تو کوئی تقصیر لازم نہیں آتی بلکہ من وجہ مقصود کی تائید ہی ہوگی۔ ہاں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو الفاظ زبان مبارک سے نکلے تھے اُن میں فرق پڑ گیا، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اِمتِثالِ امر میں کوئی بے اِعتِنائی ہوئی ہو اس لئے کہ جتنے الفاظ کہنے کا ارشاد ہوا تھا اس زیادتی سے اُن میں کوتاہی نہ ہوئی۔

اگر کہا جائے کہ خاص اُن الفاظ کی برکت اس میں نہ ہوگی۔

تو ہم کہیں گے کہ اس برکت کے لئے وہ الفاظ بِعَینِہَا موجود ہیں مگر صرف اس لفظِ زائد میں وہ برکت نہیں، تو ادب و تعظیم و توقیر جو اس لفظ سے معلوم ہوتی ہے خالی از برکت نہ ہوگی، اور اس وجہ سے کہ مقصود اس لفظ سے ادب ہے تو اُس کے زیادہ کرنے میں کوئی محلِ تردّد نہیں اس لئے کہ جہاں قطعًا اِمتثالِ امر میں کوتاہی لازم آتی تھی حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ادب ہی کو ترجیح دی جس کا حال ابھی معلوم ہوا تو پھر یہاں ادب کے اختیار کرنے میں کیا کلام؟

بادنیٰ تامل یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع اوّلین و آخرین بلکہ تمام عالَم کا سردار بنادیا ہے جس کی خبر خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے تو ہم کو بھی چاہئے کہ اُس سیادت کا اِقرار ہر وقت حق تعالیٰ کے رُوبرُو یعنی بحضورِ قلب کیا کریں، جیسا کہ خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدانِ حشر میں حق تعالیٰ کے رُوبرُو عرض کریں گے، بلکہ خود حق تعالیٰ کی طرف سے اُس کا اِلقاء ہوگا۔ چنانچہ کنز العُمّال میں مُسند امام احمد اور دارمی اور ابنِ راہویہ اور حارث اور ابو یعلی اور ابو عوانہ اور صحیح ابن حِبّان وغیرہ کُتُبِ حدیث سے ایک روایت طویل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جس میں اُس کی تصریح ہے۔

فَیَفْتَحُ اللّٰہُ عَلَیْہِ مِنَ الدُّعَاءِ شَیْئًا لَّمْ یَفْتَحْہُ عَلٰی بَشَرٍ قَطُّ فَیَقُوْلُ اَیْ رَبِّ خَلَقْتَنِیْ سَیِّدَ وَلَدِ آدَمَ وَلَافَخْرَ۔ الحدیث۔

یعنی جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت کی اجازت لینے کا قصد فرمائیں گے اس وقت حق تعالیٰ ایک ایسی دعاء کا اِلہام حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرمائے گا کہ کسی کو وہ اِلہام نہ ہوا ہو، عرض کریں گے اے رب تو نے مُجھے سردار بنی آدم کا پیدا کیا اور کُچھ فخر نہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس سے اور ایک بات معلوم ہوئی کہ سیادت حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخلیق ہی کے وقت ملحوظ تھی جو لفظِ خَلَقْتَنِیْ سے ظاہر ہے پھر اس سیادت کا کون انکار کر سکے؟

الحاصل لفظِ سَیِّدُنَا سے چوں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم مقصود ہے جو نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ کَمَاقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔

(تا کہ آپ کی تعظیم وتوقیر کرو)۔

اس میں کسی مُسلمان کوکلام کی گنجائش نہیں۔

جس کا نام محمد ہو اُس کی تعظیم

بطفیل حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس شخص کی تعظیم کی ضرورت ہے جس کا نام مُحَمَّد ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارِد ہے:

عَنْ أَبِی رَافِعٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَاسَمَّیْتُمْ مُحَمَّدًا فَلَاتَضْرِبُوْهُ وَلَاتَحْرِمُوْهُ رَوَاهُ الْبَزار۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی کا نام مُحَمَّد رکھو تو اس کو مت مارو اور مت محروم کرو۔انتھٰی

وَعَنْ عَلِیٍّ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَاسَمَّیْتُمُ الْوَلَدَ مُحَمَّدًا فَاَکْرِمُوْهُ وَاَوْسِعُوْا لَهٗ فِی الْمَجْلِسِ وَلَاتُقَبِّحُوْا لَهٗ وَجْهًا خط۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی لڑکے کا نام مُحَمَّد رکھو تو اُس کی بزرگی کرو، اور مجلس میں اُس کے لئے جائے کشادہ کرو

اور مت کرو اس کی مذمت اور توہین۔انتھی

وَعَنْ جَابِرٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَاسَمَّیْتُمْ مُحَمَّدًا فَلَاتُخِیْبُوْہُ وَلَاتَحْرِمُوْہُ وَلَاتَقْبَحُوْہُ بُوْرِكَ فِیْ مُحَمَّدٍ، وَفِیْ بَیْتٍ فِیْہِ مُحَمَّدٌ، وَبِمَجْلِسٍ فِیْہِ مُحَمَّدٌ۔ رَوَاہُ الدَّیْلَمِیُّ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی کا نام مُحَمَّد رکھو تو اس کو بے نصیب اور محروم مت کرو، نہ اُس کے لئے محرومی کی دُعاء کرو برکت دی گئی ہے مُحَمَّد میں اور اس گھر میں جس میں مُحَمَّد ہو اور جس مجلس میں مُحَمَّد ہو۔انتھی

وَعَنْ أَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُسَمُّوْنَ مُحَمَّدًا ثُمَّ تَسُبُّوْنَہٗ۔ رَوَاہُ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ تم لوگ نام مُحَمَّد رکھتے ہو پھر اُس شخص کو گالیاں دیتے ہو۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُسَمُّوْنَ أَوْلَادَکُمْ مُحَمَّدًا ثُمَّ تَلْعَنُوْنَھُمْ۔ اَلْبَزَّار، ع، ك۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تم اپنی اولاد کا نام مُحَمَّد رکھتے ہو پھر اُن پر لعنت کرتے ہو۔انتھی

یہ پانچوں روایتیں کَنْزُالْعُمَّال میں ہیں۔

الحاصل ان روایتوں سے ثابت ہے کہ علاوہ نام مبارک کی بزرگی کے جس شخص کا وہ نام رکھا جائے اُس شخص کی بزرگی اور اُس کا ادب کرنا ضرور ہو جاتا ہے۔اب بظاہر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اُس نام والے کی بزرگی کیوں کی جائے؟ اگر نام کی توہین کا لحاظ ہے تو صرف نام لے کر

بدگوئی کرنا ممنوع ہوتا تا کہ ایہام آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہ ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ نَظَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِلٰی أَبِیْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ وَکَانَ اسْمُہٗ مُحَمَّدًا وَّرَجُلٌ یَّقُوْلُ لَہٗ فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ وَفَعَلَ وَجَعَلَ یَسُبُّہٗ، فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِکَ یَاابْنَ زَیْدٍ اُدْنُ مِنِّیْ، اَلَا أَرٰی مُحَمَّدًا یُسَبُّ بِکَ وَاللّٰہِ لَاتُدْعٰی مُحَمَّدًا مَادُمْتَ حَیًّا، وَسَمَّاہُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، ثُمَّ أَرْسَلَ اِلٰی بَنِیْ طَلْحَۃَ وَھُمْ یَوْمَئِذٍ سَبْعَۃٌ وَّأَکْبَرُھُمْ وَسَیِّدُھُمْ مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَۃَ فَأَرَادَ أَنْ یُّغَیِّرَ اسْمَہٗ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَۃَ یَاأَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! أَنْشُدُکَ اللّٰہَ اِنْ سَمَّانِیْ مُحَمَّدًا اِلَّامُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عُمَرُ قُوْمُوْا فَلَاسَبِیْلَ اِلٰی شَیْئٍ سَمَّاہُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِبْنُ سَعْدٍ، حم، وَأَبُوْنُعَیْمٍ، فِی الْمَعْرِفَۃِ ذَکَرَہٗ فِیْ کَنْزِالْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص ابوعبدالرحمٰن کو جن کا نام محمد تھا سخت سُست کہہ رہا ہے، ان کو اپنے نزدیک بلایا اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہاری وجہ سے گالیاں دیئے جاتے ہیں قسم خدائے تعالیٰ کی آج سے تم بنام محمد کبھی نہ پکارے جاؤ گے، اور اُن کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا، پھر فرزندانِ طلحہ کو بلوایا جن میں بڑے فرزند کا نام محمد تھا اس غرض سے کہ اُن کا بھی نام بدل دیں، محمد بن طلحہ نے کہا کہ خدا کے لئے آپ یہ کیا کرتے ہو خود محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا نام محمد رکھا ہے۔ فرمایا جب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نام رکھا ہے تو اس کے بدلنے کی کوئی سبیل نہیں اور اُن کو اجازت دی۔ انتہٰی

اگر چہ بظاہر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد کا گالیاں دیئے جانا گوارہ نہ ہوا مگر اصل واقعہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ اس شخص نے نام لے کر گالیاں نہیں دیں جس میں شائبہ توہینِ نام

کا ہوتا اُس نے تو خطاب کر کے فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ وَفَعَلَ کہا تھا نہ یہ کہ فَعَلَ اللّٰهُ بِمُحَمَّدٍ وَّفَعَلَ۔
اگر باوجود ان کی حضوری کے نام لے کر یہ کہتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے سزا دیئے اُس کو کبھی نہ
چھوڑتے، بہر حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ملال جو ہوا سو اس شخص ہی کی توہین سے ہوا۔ اور
مذکورہ احادیث سے بھی ثابت ہے کہ اُس نام والے کی تعظیم وتوقیر چاہئے کیوں کہ اس کو مجلس میں کشادہ
جگہ دینا اور محروم نہ کرنا ذات سے متعلق ہے نام سے اُن اُمور کو کچھ تعلّق نہیں۔ نہیں معلوم اس قدر
شرافت اُس شخص کی ذات میں کہاں سے آگئی کیوں کہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ ذات میں سرایت کر جائے
وہ تو ایک لفظ ہے جو زبان پر جاری ہوتا ہے مُسمّٰی سے اُس کو کیا علاقہ، پھر اس نام کی شرافت عقلاً ثابت
ہونا دشوار ہے جب خود اس نام کی شرافت ثابت نہ ہو سکے تو دوسرا شخص اس نام کی وجہ سے کیوں کر
مشرّف ومکرّم ہو سکے گا؟

مگر چوں کہ اس باب میں صراحۃً حدیثیں وارد ہو گئیں تو اہلِ ایمان سے پھر یہ کب ہو سکتا
ہے کہ ارشاد کے مقابلہ میں عقل کی سُنیں۔ ایمان تو اِسی کا نام ہے کہ جو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا اس کو مان لیا، پھر اگر وہ مطابق عقل کے بھی ہے تو فَبِهَا ورنہ عقل کو اس ارشاد کے آگے قربان
کر دیا۔ غرض کہ کسی چیز پر متبرّک نام آنے کی وجہ سے اس کا مکرّم ہونا شارع علیہ السلام کے ارشاد
سے ثابت ہے۔

تعظیم و برکتِ نام مبارک

اب نام مبارک کی برکت کو دیکھئے:

وَفِی الْحِلْیَةِ لِأَبِیْ نُعَیْمٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنبه قَالَ کَانَ رَجُلٌ عَصَی اللّٰهَ مِائَةَ سَنَةٍ أَیْ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ثُمَّ مَاتَ فَأَخَذُوْهُ فَأَلْقَوْهُ فِیْ مَزْبَلَةٍ، فَأَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ أَنْ أَخْرِجْهُ فَصَلِّ عَلَیْهِ، قَالَ یَارَبِّ! اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ شَهِدُوْا أَنَّهٗ عَصَاكَ مِائَةَ سَنَةٍ، فَأَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ هٰکَذَا اِلَّا أَنَّهٗ کَانَ کُلَّمَانَشَرَ التَّوْرَاةَ وَنَظَرَ اِلٰی اسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهٗ وَوَضَعَهٗ عَلٰی عَیْنَیْهِ فَشَکَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ وَغَفَرْتُ لَهٗ وَزَوَّجْتُهٗ سَبْعِیْنَ حُوْرًا۔ اِنْتَهٰی ذَکَرَهٗ فِیْ سیرِ الْحَلَبِی۔

ترجمہ: حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت گناہ گار تھا جس نے سو برس تک حق تعالیٰ کی نافرمانی کی جب اُس کا اِنتقال ہوا تو لوگوں نے اُس کو کسی مَزْبَلَه میں پھینک دیا جہاں نجاست ڈالی جاتی تھی ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اُس شخص کو وہاں سے نکال کر لاؤ اور اُس پر نماز پڑھو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب! بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ وہ شخص سو برس تک تیری نافرمانی کرتا رہا، ارشاد ہوا یہ سچ ہے لیکن اس کی عادت تھی کی جب تورات کو کھولتا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کو دیکھتا تو بوسہ دے کر اُس کو آنکھوں پر رکھ لیا کرتا تھا، اس لئے میں نے اُس کی شکر گزاری کی اور اُس کو بخش دیا اور ستر حوریں اُس کے نکاح میں دیں۔ انتھی

اب یہاں کس کس چیز کا بیان کیا جائے اگر اُن بزرگوار کی بے باکی کو دیکھئے تو حضرت موسیٰ

علیہ السلام کے سے نبی کے وقت میں عمر بھر نافرمانی کر کے ایمان سلامت لے جانا بغیر کسی تائیدِ باطنی کے ایک امر خطرناک ہے۔ اور اگر خوش اعتقادی کو سوچئے تو باوجود اُس ظاہری بے گانگی اور معاصی کے کبھی یہ خیال نہ کیا کہ ایسے عملوں کے ساتھ اس قسم کے ادب سے کیا ہوگا۔ اور سابقہ ازلی کی طرف نظر بڑھائی جائے تو کیسا مقبول ذریعہ قائم کیا گیا کہ سو برس کے گناہ ایک طرف رکھے رہے اور اس سے وہ کام نکالا گیا کہ تمام عمر کی جانفشانی سے نکلنا دشوار ہو۔ اگر اس ادب کی وقعت کا خیال کیا جائے تو حق تعالیٰ کو غضب میں لانے والے عمر بھر کے اعمال پر سبقت کر کے سب کو بخشوالینا اُسی کا کام تھا۔

غرض کہ جب ادب کا یہ رُتبہ ہو کہ گزشتہ اُمّت والوں کو اس خوبی کے ساتھ سرفراز کرادے تو ہم خاص غلاموں کو اس سے کس قدر توقع ہوگی اس پر بھی اگر ہم نام مبارک کو دیکھ کر اور سُن کر کبھی بوسہ نہ لیں تو اتنا ضرور چاہئے کہ حق تعالیٰ سے اُس کی توفیق طلب کریں۔ اگر فضلِ الٰہی شاملِ حال ہو اور ہم لوگ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سُن کر تقبیل کیا کریں تو اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی برکاتِ دارین کے مُستحق ہو سکتے ہیں۔ چوں کہ یہ مسئلہ اس زمانہ میں مختلف فیہ ہو رہا ہے اس لئے کسی قدر اس میں بحث کی جاتی ہے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی اُمید ہے کہ اہلِ انصاف کو اُس سے حظِّ وافر نصیب ہوگا۔

مایۂ دولتِ ابد ادب است
پایۂ رفعتِ خرد ادب ست

ہمیشہ کی دولت کا سرمایہ ادب ہے، عقل کی بلندی کا پایہ ادب ہے۔

تقبیل وقتِ سماعِ نام مبارک

تفسیر روح البیان میں قہستانی کی شرح کبیر اور مُحیط اور قوت القلوب وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ

جب مؤذِن

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے

تو سننے والے کو مُستحب ہے کہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ کہے،

اور دوسری بار میں انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھے اور

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ کہہ کر یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ۔

اور مُحیط میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک مؤذِن سے سُن کر انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھے۔

اور مضمرات میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات کے مُشتاق ہوئے حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال کو اُن کے دونوں ابہام کے ناخنوں میں جلوہ گر فرمایا اُنہوں نے اُس پر بوسہ دے کر اپنی آنکھوں پر ملا۔ پس یہ سُنت اُن کی اولاد میں جاری ہوئی پھر جب جبرئیل علیہ السلام نے یہ قصہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص اذان میں میرا نام سُنے اور انگوٹھوں پر بوسہ دے کر آنکھوں پر ملے کبھی اندھا نہ ہوگا۔

پوری عبارت تفسیر روح البیان کی یہ ہے:

قَالَ الْقُهِسْتَانِيُّ فِيْ شَرْحِهِ الْكَبِيْرِ نَقْلًا عَنْ كَنْزِ الْعِبَادِ، اِعْلَمْ يُسْتَحِبُّ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ الثَّانِيَةِ "صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ

اللّٰهِ" وَعِنْدَ سَمَاعِ الثَّانِيَةِ "قُرَّةُ عَيْنِىْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ"۔ ثُمَّ يُقَالُ: "اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ" بَعْدَ وَضْعِ ظُفُرِالْاِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ قَائِدًا لَّهٗ اِلَى الْجَنَّةِ۔اِنْتَهٰى

(ترجمہ: علامہ قہستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شرح کبیر میں کنز العباد سے نقل فرمایا کہ جان لو کہ شہادتِ ثانیہ (اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) کو پہلی بار سننے کے وقت کہے "صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ" اور دوسری بار سننے کے وقت کہے "قُرَّةُ عَيْنِىْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ" اور اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھ کر کہے "اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ" تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم جنت کی طرف جانے میں اُس شخص کے قائد ہوں گے)۔

(قَالَ بَعْضُهُمْ) پُشتِ ابهامين بر چشم ماليده ايں دعاء بخواند اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ الخ وَدرْ صلواتِ نجمى فرمود كه ناخنِ هردو ابهام را برچشم نهد بطريقِ وضع نه بطريقِ مد۔

(ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ اپنے انگوٹھوں کی پشت آنکھوں پر پھیر کر یہ دُعا پڑھے اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ الخ صلواتِ نجمی میں فرمایا کہ دونوں انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر کھینچنے کے انداز میں نہیں بلکہ رکھنے کے انداز میں لگادے)۔

ودر محيط آورده كه پيغمبر صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ به مسجد درآمد ونزديك ستون بنشست وصديق رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ در برابر آں حضرت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نشسته بود، بلال رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ برخاست وباذان اشتِغال فرمود چوں گفت "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ

اللّٰہِ" اَبو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہردو ناخنِ ابہامینِ خود را برہردوچشمِ خود نہادہ گفت "قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" چوں بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فارغ شد حضرت رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرمودہ کہ یاابابکرا! ہر کہ بکند چنیں کہ تو کردی خدا بیامرزد گناہاں جدید وقدیم او را اگر بعمد بودہ باشد وگر بخطا۔

(ترجمہ: محیط میں ذکر فرمایا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ستون کے قریب بیٹھ گئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر بیٹھے ہوئے تھے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور اذان میں مشغول ہوگئے جب اُنہوں نے "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو دونوں آنکھوں پر رکھا اور کہنے لگے "قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارغ ہوئے تو حضرت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! جس طرح تم نے کیا اس طرح جو شخص بھی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے پرانے، نئے، دانستہ یا نادانستہ گناہوں کو معاف فرمادے گا۔)

وحضرت شیخ امام ابو طالب محمد بن علی المکی رَفَعَ اللّٰہُ دَرَجَتَہٗ در قُوْتُ الْقُلُوب روایت کردہ ازابنِ عُیَیْنَۃ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہ حضرت پیغمبر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بمسجد درآمد در دھۂ محرم وبعد ازاں کہ نمازِ جُمُعہ ادا فرمودہ بود نزدیکِ اُسطُوانہ قرار گرفت وابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بظَھرِ ابہامین چشمِ خود را مسح کرد وگفت "قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" وچوں بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رازاذان

فراغتی روئے نمود حضرت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فرموده که اے ابابکرا هر که بگوید آں چه تو گفتی از روئے شوق بلقائے من وبکند آں چه تو کردی خدائے تعالیٰ در گذارد گناهاں وے را آں چه باشد نو وکهنه، خطا وعمد، نهاں وآشکارا، ومن درخواستگیم جرایم وے را.
ودر مضمرات بریں وجه نقل کرده.

(ترجمہ: حضرت شیخ امام ابوطالب محمد بن علی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قوت القلوب میں حضرت ابن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت نقل کی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشرہ محرم میں نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد مسجد میں تشریف لائے ستون کے قریب ٹھہرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کی پشت اپنی آنکھوں پر ملی اور کہا قُرَّةُ عَيۡنِيۡ بِكَ يَارَسُوۡلَ اللّٰهِ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اذان سے فارغ ہوئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! جو کچھ تم نے کہا جو بھی میری ملاقات کے شوق میں کہے اور وہی کرے جو تم نے کیا اللہ تعالیٰ اس کے نئے پرانے، نادانستہ، دانستہ، ظاہر اور پوشیدہ گناہوں سے درگزر فرماتا ہے، اور میں اُس کے گناہوں کی شفاعت کرنے والا ہوں گا)۔

وَفِيۡ قَصَصِ الۡاَنۡبِيَاءِ وَغَيۡرِهَا أَنَّ آدَمَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ اشۡتَاقَ اِلٰى لِقَاءِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ حِيۡنَ كَانَ فِي الۡجَنَّةِ فَأَوۡحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيۡهِ هُوَ مِنۡ صُلۡبِكَ وَيَظۡهَرُفِيۡ آخِرِ الزَّمَانِ فَسَأَلَ لِقَاءَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ حِيۡنَ كَانَ فِي الۡجَنَّةِ فَأَوۡحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيۡهِ فَجَعَلَ اللّٰهُ النُّوۡرَ الۡمُحَمَّدِيَّ فِيۡ اِصۡبَعِهِ الۡمُسَبِّحَةِ مِنۡ يَدِهِ الۡيُمۡنٰى فَسَبَّحَ ذٰلِكَ النُّوۡرُ فَلِذٰلِكَ سُمِّيَتۡ تِلۡكَ الۡاِصۡبَعُ مُسَبِّحَةً كَمَافِي الرَّوۡضِ الۡفَائِقِ- اَوۡ أَظۡهَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى جَمَالَ حَبِيۡبِهِ فِيۡ صَفَاءِ ظُفۡرَيۡ اِبۡهَامَيۡهِ مِثۡلَ الۡمِرۡآةِ، فَقَبَّلَ آدَمُ ظُفۡرَيۡ اِبۡهَامَيۡهِ وَمَسَحَ عَلٰى عَيۡنَيۡهِ فَصَارَ أَصۡلًا لِّذُرِّيَّتِهِ؛

فَلَمَّاأَخبَرَجِبرَئِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ عَلَيهِ السَّلَامُ مَنْ سَمِعَ اسْمِيْ فِي الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظُفُرَیْ اِبْهَامَيْهِ وَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ لَمْ يَعْمَ اَبَدًا۔

(ترجمہ: قصص الانبیاء اور دیگر کتابوں میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں تھے تو آپ کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کی ملاقات کا شوق لاحق ہو، اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی وہ تمہاری پشت میں ہے ان کا ظہور آخری زمانہ میں ہوگا آپ علیہ السلام نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کی ملاقات کا سوال کیا جب آپ جنت میں تھے، اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اور نورِ محمدی آپ کے دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت میں رکھ دیا، وہ نورِ مبارک تسبیح کرنے لگا۔ اسی لئے اس انگلی کا نام مُسَبِّحَة ہے جیسا کہ اَلرَّوْضُ الْفَائِق میں ہے۔ یا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کا جمال آپ کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کے ٹھوس حصہ میں آئینہ کی طرح ظاہر فرمایا آپ علیہ السلام نے اُسے اپنی آنکھوں پر مل لیا تو یہ آپ کی اولاد کے لئے دلیل بن گئی، حضرت جبریلِ امین علیہ السلام نے جب نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا جس نے اذان میں میرا نام سُنا پھر انگوٹھوں کے دونوں ناخن چوم کر آنکھوں پر مل لئے تو کبھی اندھا نہ ہوگا)۔

قَالَ الْإِمَامُ السَّخَاوِیُّ فِي الْمَقَاصِدِ الْحَسَنَةِ: إِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ لَمْ يَصِحَّ فِي الْمَرْفُوْعِ۔ وَالْمَرْفُوْعُ مِنَ الْحَدِيْثِ هُوَ مَاأَخبَرَ الصَّحَابِيُّ عَنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيهِ وَسَلَّمَ۔

(ترجمہ: امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اَلْمَقَاصِدُ الْحَسَنَة میں فرمایا کہ مرفوع روایت میں یہ حدیث صحیح نہیں اور مرفوع وہ حدیث ہوتی ہے جس میں کوئی صحابی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کے ارشاد مبارک کی خبر دے)۔

وَفِی شَرحِ الیَمانی: وَیکرَہُ تَقبِیلُ الظُفرَینِ وَوَضعُھُما عَلَی العَینَینِ لِاَنَّہٗ یَرِدُ فِیہِ حَدِیثٌ وَّالَّذِی فِیہِ لَیسَ بِصَحِیحٍ اِنتَھٰی یَقُولُ الفَقِیرُ قَدصَحَّ عَنِ العُلَمَاءِ تَجوِیزُ الاَخذِ بِالحَدِیثِ الضَّعِیفِ فِی العَمَلِیَاتِ۔ فَکَونُ الحَدِیثِ المَذکُورِ غَیرَ مَرفُوعٍ لَّایَستَلزِمُ تَرکَ العَمَلِ بِمَضمُونِہٖ۔

(ترجمہ: شرح یمانی میں ہے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھنا مکروہ ہے کیوں کہ اس بارے میں ایک حدیث وارد ہے اور اس میں وارد حدیث صحیح نہیں۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ علماء سے یہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ وہ عملیات میں حدیثِ ضعیف پر عمل کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس مذکورہ حدیث کے مرفوع نہ ہونے کی وجہ سے لازم نہیں آتا کہ اس کے مضمون پر عمل کرنے کو چھوڑ دیا جائے)۔

وَقَداَصَابَ القُھستانی فِی القَولِ بِاستِحبَابِہٖ وَکَفَانَا کَلَامُ الاِمَامِ المَکِّیِّ فِی کِتَابِہٖ فَاِنَّہٗ قَدشَھِدَ الشَّیخُ السُّھروردی رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیہِ فِی عَوَارِفِ المَعَارِفِ بِوُفُورِ عِلمِہٖ وَکَثرَۃِ حِفظِہٖ وَقُوَّۃِ حَالِہٖ وَقَبِلَ جَمِیعَ مَااَورَدَہٗ فِی کِتَابِہٖ قُوتِ القُلُوبِ وَلِلّٰہِ دَرُّ اَربَابِ الحَالِ فِی بَیَانِ الحَقِّ وَتَرکِ الجِدَالِ۔ اِنتَھٰی

(ترجمہ: علامہ قہستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے مستحب ہونے کا قول کر کے درست کیا ہے۔ اور ہمارے لئے امام مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد اپنی کتاب میں کفایت کرتا ہے۔ حضرت شیخ سہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب عَوَارِفُ المَعَارِف میں ان کے علم کے وافر ہونے، حفظ کے کثیر ہونے اور حال کے قوی ہونے کی گواہی دی ہے اور جو کچھ آپ نے اپنی کتاب قُوتُ القُلُوب میں ذکر کیا اس تمام کو قبول فرمایا ہے۔ حق کے اظہار اور جھگڑوں کے ترک کرنے میں اربابِ حال کا طرزِ عمل کیا ہی خوب ہے)۔

قَالَ وَرُوِیَ عَنِ الفَقِیہِ مُحَمَّدِ بنِ سَعِیدِ الخولانی قَالَ اَخبَرَنِی الفَقِیہُ العَالِمُ

اَبُوالحَسَنِ عَلِی بن مُحمد بن حدید الحُسَینی اَخبَرَنِی الفَقِیہُ الزَّاھِدُ البِلَالِی عَنِ الحسنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہُ اَنَّہٗ قَالَ مَن قَالَ حِینَ یَسمَعُ المُؤَذِّنَ یَقُولُ "اَشھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہِ" "مَرحَبًا بِحَبِیبِی وَقُرَّۃُ عَینِی مُحَمَّدُ بنُ عَبدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ" وَیُقَبِّلُ اِبہَامَیہِ وَیَجعَلُھُمَا عَلٰی عَینَیہِ لَم یَعمَ وَلَم یَرمَدْ۔

(ترجمہ: حضرت فقیہ محمد بن سعید خولانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ مجھ سے فقیہ وعالم حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن حدید حسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا اُنہوں نے فرمایا کہ مُجھ سے فقیہ زاہد حضرت بلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا اور اُنہوں نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ جو شخص مؤذِّن کا یہ کلمہ اَشھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہ سُن کر کہے مَرحَبًا بِحَبِیبِی وَقُرَّۃُ عَینِی مُحَمَّدُ بنُ عَبدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ اور دونوں انگوٹھوں کو چوم کر اپنی دونوں آنکھوں پر رکھے وہ اندھا نہ ہوگا اور نہ ہی اُسے آشوب چشم ہوگا)۔

وَقَالَ الطاؤسی اِنَّہٗ سَمِعَ مِنَ الشَّمسِ مُحَمَّدِ بنِ اَبِی نَصرِ البخاری خواجہ حدیث مَن قَبَّلَ عِندَ سَمَاعِہٖ مِنَ المُؤَذِّنِ کَلِمَۃَ الشَّھَادَۃِ ظُفرَی اِبھَامَیہِ وَمَسَّھُمَا عَلٰی عَینَیہِ وَقَالَ عِندَ المَسِّ "اَللّٰھُمَّ احفِظ حَدقَتَیَّ وَنَوِّرھُمَا بِبَرَکَۃِ حَدقَتَی مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَنَوِّرھُمَا" لَم یَعمَ۔ وَلَایَصِحُّ فِی المَرفُوعِ مِن کُلِّ ھٰذَا شَیئٌ۔ انتہٰی

(ترجمہ: حضرت طاؤسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اُنہوں نے حضرت شمس محمد بن ابونصر بخاری خواجہ سے یہ حدیث سُنی کہ جو شخص مؤذِّن سے کلمۂ شہادت سُن کر اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومے اور اپنی آنکھوں پر ملے اور آنکھوں پر ملتے وقت یہ کہے: اَللّٰھُمَّ احفِظ حَدقَتِی وَنَوِّرھُمَا بِبَرَکَۃِ

حَدَقَتَیْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وہ اندھا نہ ہوگا۔ ان تمام حدیثوں سے کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں ہے)۔

اور امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقاصدِ حسنہ میں لکھا ہے: "حَدِیْث

مَسَحَ الْعَیْنَیْنِ بِبَاطِنِ الْاَنْمِلَتَیْنِ السَّبَّابَتَیْنِ بَعْدَ تَقْبِیْلِهِمَا عِنْدَ سَمَاعِ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ مَعَ قَوْلِهٖ "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا" ذَكَرَهُ الدَّیْلَمِیُّ فِی الْفِرْدَوْسِ مِنْ حَدِیْثِ أَبِیْ بَكْرِ ن الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّهٗ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْمُؤَذِّنِ "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" قَالَ هٰذَا وَقَبَّلَ بَاطِنَ الْاَنْمِلَتَیْنِ السَّبَّابَتَیْنِ وَمَسَحَ عَیْنَیْهِ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَافَعَلَ خَلِیْلِیْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَیْهِ شَفَاعَتِیْ وَلَایَصِحُّ۔

ترجمہ: روایت کی دیلمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فردوس میں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن سے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنتے تو کہتے:

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا۔

اور بوسہ دیتے کلمہ کی انگلیوں کے باطن پر اور ملتے اُن کو اپنی آنکھوں پر، اور کہا اُنہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی کرے جیسا کہ کیا خلیل نے میرے تو ثابت ہوگی اُس کے لئے شفاعت میری۔ لیکن یہ حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچتی۔

وَكَذَا مَا أَوْرَدَهٗ أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ أَبِیْ بَكْرِ الرَّدَّادِ الْیَمَانِیْ الْمُتَصَوِّفُ فِیْ

كِتَابِهٖ "مُوجِبَاتِ الرَّحْمَةِ وَعَزَائِمِ الْمَغْفِرَةِ" بِسَنَدٍ فِيهِ مَجَاهِيلُ مَعَ انْقِطَاعِهٖ عَنِ الْخِضْرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهٗ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ "مَرْحَبًا بِحَبِيبِي وَقُرَّةُ عَيْنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ثُمَّ يُقَبِّلُ إِبْهَامَيْهِ وَيَجْعَلُهُمَا عَلٰى عَيْنَيْهِ لَمْ يَرْمَدْ أَبَدًا۔ ثُمَّ رَوٰى بِسَنَدٍ حَسَنٍ فِيهِ مَنْ لَّمْ يَعْرِفْهُ عَنْ أَخِيهِ الْفَقِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ الْبَابَا فِيمَا حَكٰى عَنْ نَّفْسِهٖ أَنَّهٗ هَبَّتْ رِيحٌ فَوَقَعَتْ مِنْهُ حَصَاةٌ فِي عَيْنِهٖ وَعَيَاهُ خُرُوجُهَا وَآلَمَتْهُ أَشَدَّ الْأَلَمِ وَأَنَّهٗ لَمَّا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ۔ قَالَ ذٰلِكَ فَخَرَجَتِ الْحَصَاةُ مِنْ فَوْرِهٖ۔ قَالَ الرَّدَّادُ وَهٰذَا يَسِيرٌ فِي جَنْبِ فَضَائِلِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: اور ایسے ہی وہ روایت جس کو ابوالعباس احمد بن ابی بکر الرداد الیمانی نے کتاب مُوجِبَاتِ الرَّحْمَةِ وَعَزَائِمِ الْمَغْفِرَةِ میں حضرت خضر علیہ السلام سے ذکر کیا ہے کہ جو شخص مؤذن سے "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ" سن کر "مَرْحَبًا بِحَبِيبِي وَقُرَّةُ عَيْنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" کہے پھر بوسہ دے انگوٹھوں پر اپنے اور رکھے اُن کو آنکھوں پر تو اُس کی آنکھوں میں رمد کی بیماری کبھی نہ ہوگی۔ اس حدیث کی روایت میں بعض مجاہیل ہیں اور انقطاع بھی ہے۔ پھر روایت کی ابوالعباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے بھائی فقیہ محمد بن البابا سے کہ ایک بار سخت ہوا چلی جس سے ایک کنکری اُن کی آنکھ میں گری، بہتیرا اُس کو نکالا نہ نکلی اور شدت سے آنکھ میں درد ہونے لگا جب مؤذن سے "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ" سنا حدیث مذکور پر عمل کیا فوراً آنکھ سے کنکری نکل پڑی رداد کہتے کہ یہ بات آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضیلتوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔

وَحَكَى الشَّمْسُ مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ الْمَدَنِيِّ اِمَامُهَا وَخَطِيْبُهَا فِي تَارِيْخِهٖ عَنِ الْمَجْدِ اَحَدِ الْقُدَمَاءِ مِنَ الْمِصْرِيِّيْنَ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَاسَمِعَ ذِكْرَهٗ فِي الْاَذَانِ وَجَمَعَ اِصْبَعَيْهِ الْمُسَبِّحَةَ وَالْاِبْهَامَ وَقَبَّلَهُمَا وَمَسَحَ بِهِمَا عَيْنَيْهِ لَمْ يَرْمَدْ اَبَدًا۔

ترجمہ: اور شمس محمد بن صالح مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تاریخ میں مجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو قدمائے مصر میں سے ہیں حکایت کرتے ہیں کہ جو شخص نام مبارک آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اذان میں سن کر درود پڑھے اور انگشتانِ شہادت اور انگوٹھوں کو جمع کر کے اُن پر بوسہ دے پھر ملے دونوں آنکھوں پر تو مرضِ رمد میں کبھی مبتلا نہ ہوگا۔

قَالَ ابْنُ صَالِحٍ وَّسَمِعْتُ ذٰلِكَ اَيْضًا مِنَ الْفَقِيْهِ مُحَمَّدِ بْنِ الرزندى عَنْ بَعْضِ شُيُوْخِ الْعِرَاقِ اَوِالْعَجَمِ اِنَّهٗ يَقُوْلُ عِنْدَ مَايَمْسَحُ عَيْنَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ يَاسَيِّدِىْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ يَاحَبِيْبَ قَلْبِىْ وَيَانُوْرَ بَصَرِىْ وَيَاقُرَّةَ عَيْنِىْ۔ وَقَالَ لِىْ كُلٌّ مِّنْهُمَا مُنْذُ فَعَلْتُهٗ لَمْ تَرْمَدْ عَيْنِىْ۔قَالَ ابْنُ صَالِحٍ وَّاَنَاوَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ مُنْذُ سَمِعْتُهٗ مِنْهُمَا اسْتَعْمَلْتُهٗ فَلَمْ تَرْمَدْ عَيْنِىْ، وَاَرْجُوْ اَنَّ عَافِيَتَهُمَا تَدُوْمُ وَاِنِّىْ اَسْلَمُ مِنَ الْعَمٰى اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

ترجمہ: ابنِ صالح مذکور کہتے ہیں کہ فقیہ محمد بن الرزندی سے بھی میں نے ایسا ہی سنا ہے لیکن وہ روایت کرتے تھے بعض شیوخ عراق سے کہ آنکھوں پر انگوٹھے ملنے کے وقت کہتے تھے: ”صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ يَاسَيِّدِىْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ يَاحَبِيْبَ قَلْبِىْ وَيَانُوْرَ بَصَرِىْ وَيَاقُرَّةَ

عَیۡنِیۡ" ابنِ صالح کہتے ہیں کہ وہ دونوں شیخ کہتے تھے کہ جب سے ہم نے یہ شروع کیا ہے کبھی ہمیں آشوب چشم نہ ہوا، اور اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ جب سے میں نے سنا ہے میرا بھی عمل اُسی پر جاری ہے اور مجھے بھی کبھی آشوب چشم نہ ہوا۔

بے ادبی کی ابتداء

الحاصل دین میں ادب کی نہایت ضرورت ہے اور جس کسی کی طبیعت میں گستاخی اور بے ادبی ہو ضرور ہے کہ دین میں اُس کے کُچھ نہ کُچھ علت ہوگی سبب اس یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں گستاخانہ أَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ کہا اور ابدالآباد کے لئے مردودِ بارگاہِ کبریائی ٹھہرا اُسی وقت سے آدمیوں کی عداوت اس کے دل میں جمی اور اُن کی خرابی کے در پے ہوا۔ کَمَاقَالَ :

وَلَأُغۡوِیَنَّھُمۡ أَجۡمَعِیۡنَ۔

(ترجمہ: اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا)۔

اقسام کی تدابیر سوچیں مگر اس غرض کو پوری کرنے میں اس سے بہتر کون سی تدبیر ہو سکتی ہے جس کا تجربہ خود اُسی کی ذات پر ہو چکا ہے یعنی دعوٰی انانیت اور ہمسریٔ بزرگانِ دین، جب دیکھا کہ گستاخی اور بے ادبی کو مردود بنانے میں نہایت درجہ کا اثر اور کمال ہے اس لئے اِنۡ أَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا کی عام تعلیم شروع کر دی۔ چنانچہ ہر زمانہ کے کفار انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں یہی کہا کرتے۔ اب اس کلام کو دیکھئے تو اس میں یہی بات ہے جو أَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ میں تھی اور اگر کسی قدر فرق ہے تو وہ بھی بے موقع نہیں کیوں کہ تابع اور متبوع کی ہمتوں میں اتنا فرق ضرور ہے جس پر تفاوت درجات و درکات مرتب ہو۔

غرض کہ انبیاء علیہم السلام نے ہزار ہا معجزے دکھائے مگر کفار کے دلوں میں اُن کی عظمت اُس نے جمنے نہ دی، پھر جن لوگوں نے اُن کی عظمت کو مان لیا اور مُسلمان ہوئے اُن سے کسی قدر اُس کو مایوسی ہوئی کیوں کہ اُن سے تو وہ بے باکی نہیں ہوسکتی تھی جو کفار سے ظہور میں آئی۔ یہاں اس فکر کی ضرورت ہوئی کہ وہ چیز دکھائی جائے جو دین میں بھی محمود ہو آخر یہ سوچا کہ راست گوئی کے پردہ میں یہ مطلب حاصل ہوسکتا ہے بس یہاں سے دروازہ بے ادبی کا کھول دیا، اب کیسی ہی ناشائستہ بات کیوں نہ ہو اس لباس میں آراستہ کر کے احمقوں کے فہم میں ڈال دیتا ہے اور کچھ ایسا بے وقوف بنا دیتا ہے کہ راست گوئی کی ذہن میں نہ اُن کو کسی بزرگ کی حرمت وتوقیر کا خیال رہتا ہے نہ اپنے انجام کا اندیشہ۔ چنانچہ کسی بے وقوف نے خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہا کہ آپ جو یہ مال بانٹتے ہیں اِس میں عدل وانصاف کیجئے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقْسِمُ قِسْمًا اِذْ أَتَاہُ ذُوالْخُوَیْصِرَۃِ وَھُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اعْدِلْ۔ فَقَالَ وَیْلَکَ وَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَالَمْ أَعْدِلْ قَدْخِبْتَ وَخَسِرْتَ اِنْ لَّمْ أَکُنْ أَعْدِلُ؟ فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَسَلَّمَ ائْذَنْ لِّیْ فِیْہِ فَأَضْرِبْ عُنُقَہٗ، فَقَالَ دَعْہُ فَاِنَّ لَہٗ أَصْحَابًا یَّحْقِرُ أَحَدُکُمْ صَلٰوتَہٗ مَعَ صَلٰوتِھِمْ وَصِیَامَہٗ مَعَ صِیَامِھِمْ یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَایُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَایَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ یُنْظَرُ اِلٰی نَصْلِہٖ فَلَایُوْجَدُ فِیْہِ شَیْئٌ ثُمَّ یُنْظَرُ اِلٰی رِصَافِہٖ فَلَایُوْجَدُ فِیْہِ شَیْئٌ ثُمَّ یُنْظَرُ اِلٰی نَضِیِّہٖ وَھُوَ قِدْحُہٗ فَلَایُوْجَدُ فِیْہِ شَیْئٌ ثُمَّ یُنْظَرُ اِلٰی قُذَذِہٖ فَلَایُوْجَدُ فِیْہِ شَیْئٌ قَدْسَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ آیَتُھُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ اِحْدٰی عَضُدَیْہِ مِثْلُ ثَدْیِ الْمَرْأَۃِ أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَۃِ تَدَرْدَرُ وَیَخْرُجُوْنَ عَلٰی حِیْنِ فُرْقَۃٍ مِّنَ النَّاسِ

قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَاَشْهَدُ اَنِّىْ سَمِعْتُ هٰذَاالْحَدِيْثَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيَّ ابْنَ اَبِىْ طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَا مَعَهٗ فَاَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِىَ بِهٖ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهِ عَلٰى نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِىْ نَعَتَهٗ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک بار ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے اور حضرت کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ذُوالْخُوَیْصِرَۃ آیا جو قبیلہ بنی تمیم سے تھا، اور کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عدل کیجئے، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو جب میں عدل نہ کروں تو پھر کون کرے گا؟ اور جب میں نے عدل نہ کیا تو تو محروم اور بے نصیب ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم حکم دیجئے کہ اُس کی گردن ماروں، فرمایا جانے دو اُس کے رفقاء ایسے لوگ ہیں کہ اُن کی نماز اور روزوں کے مقابلہ میں تم لوگ اپنی نماز اور روزوں کو حقیر سمجھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن اُن کے گلے کے نیچے نہ اُترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ باوجودیکہ اُس جانور کے پیٹ کی آلائش وخون میں سے پار ہوتا ہے مگر نہ اُس کے پیکاں میں کچھ لگا ہوتا ہے نہ اُس کے بندھن میں جس سے پیکاں باندھا جاتا ہے نہ لکڑی میں نہ پر میں، نشانی اُن کی یہ ہے کہ اُن میں ایک شخص سیاہ فام ہوگا جس کی ایک بازو مثل عورت کی پستان کے یا مثل گوشت پارہ کے حرکت کرتی ہوگی، وہ لوگ اُس وقت نکلیں گے جب لوگوں میں تفرّقہ ہوگا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس حدیث کو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے، اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے اُن لوگوں کو قتل کیا، اور میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا، اُنہوں نے بعد فتح کے حکم کیا کہ اُس شخص کی تلاش کی جائے جس کی خبر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی تھی، چنانچہ جب اُس کی لاش لائی گئی دیکھا میں نے کہ جتنی نشانیاں اس کی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہی تھیں سب اُس میں موجود تھیں۔ انتہیٰ

الحاصل شیطان نے اُس احمق کے ذہن میں یہی جمایا کہ عدل بے شک عمدہ شے ہے اگر صاف صاف حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بارہ میں کہہ دیا جائے تو کیا مضائقہ؟
اُس بے وقوف نے یہ خیال نہ کیا کہ بات تو چھوٹی ہے مگر بہ نسبت شانِ نبوی کتنی بڑی بے ادبی ہوگی اور انجام اُس کا کیا ہوگا؟ چنانچہ اسی بے ادبی پر واجب القتل ہو گیا تھا۔ مگر چوں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منظور تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے اپنے تمام مشربوں کے ساتھ مارا جائے اس لئے باوجود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست کے اس وقت اِغماض فرمایا۔

چنانچہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے:

عَنْ نُبَیْطِ بْنِ شُرَیْطٍ قَالَ لَمَّافَرَغَ مِنْ قِتَالِ أَهْلِ النَّهْرَوَانِ قَالَ قَلِّبُوْا الْقَتْلٰی قَلَّبْنَاهُمْ حَتّٰی خَرَجَ فِیْ آخِرِهِمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ عَلٰی کَتِفِهٖ مِثْلُ حَلْمَةِ الثَّدْیِ فَقَالَ عَلِیٌّ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ "اَللّٰهُ أَکْبَرُ" وَاللّٰهِ مَا کُذِبْتُ وَلَا کَذَبْتُ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْقَسَّمَ فَجَاءَ هٰذَا فَقَالَ یَامُحَمَّدُ! اِعْدِلْ فَوَاللّٰهِ مَاعَدَلْتَ مُنْذُ الْیَوْمِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَکِلَتْ أُمُّكَ وَمَنْ یَّعْدِلُ عَلَیْكَ اِذَالَمْ أَعْدِلُ؟ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْكَ وَسَلَّمَ اَلَا اَقْتُلُهٗ؟ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا، دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ مَنْ یَّقْتُلُهٗ فَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ۔ خط، کَذَافِیْ کَنْزِالْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت نُبَیط ابن شُرَیط سے کہ جب فارغ ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہلِ نہرواں کے قتل سے کہا کشتوں میں اُس شخص کو تلاش کرو، جب ہم نے خوب ڈھونڈا تو سب کے آخر میں ایک شخص سیاہ فام نکلا جس کے شانہ پر ایک گوشت مثل سرِ پستان کے تھا، یہ دیکھتے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ قسم ہے خدا کی نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی نہ میں اُس کا مرتکب

ہوا۔ ایک بار ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غنیمت کا مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عدل کیجئے کہ آج آپ نے عدل نہیں کیا۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں تجھ پر روئے جب میں عدل نہ کروں تو پھر کون عدل کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کیا اس کو قتل نہ کروں؟ فرمایا نہیں چھوڑ دو، اس کو قتل کرنے والے کوئی اور شخص ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر کہا صَدَقَ اللّٰهُ۔ انتہی

اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ سب سے پہلے وہی شخص قتل کیا گیا اس لئے کہ اُس کی لاش سب لاشوں کے نیچے تھی۔ اب دیکھئے کہ اس ایک گستاخی نے اُس شخص کو کہاں پہنچا دیا، اور وہ کثرتِ عبادت اور ریاضت اُس کی کسی کام نہ آئی جس کی تصریح اس حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَنَانِيْرَ فَجَعَلَ يُقَسِّمُهَا وَعِنْدَهٗ رَجُلٌ أَسْوَدُ مَطْمُوْمُ الشَّعْرِ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَبْيَضَانِ بَيْنَ عَيْنَيْهِ أَثَرُ السُّجُوْدِ، وَكَانَ يَتَعَرَّضُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعْطِهٖ، فَأَتَاهُ فَعَرَضَ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ فَلَمْ يُعْطِهٖ، وَأَتَاهُ مِنْ قِبَلِ يَمِيْنِهٖ فَلَمْ يُعْطِهٖ شَيْئًا، ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ قِبَلِ شِمَالِهٖ فَلَمْ يُعْطِهٖ شَيْئًا، ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ خَلْفِهٖ فَلَمْ يُعْطِهٖ شَيْئًا، فَقَالَ يَامُحَمَّدُ! مَاعَدَلْتَ مُنْذُ الْيَوْمِ فِي الْقِسْمَةِ، فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضَبًا شَدِيْدًا، ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَاتَجِدُوْنَ أَحَدًا أَعْدَلَ عَلَيْكُمْ مِنِّيْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ يَخْرُجُ عَلَيْكُمْ رِجَالٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ كَانَ هٰذَا مِنْهُمْ، هٰكَذَا يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَايُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَايَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى صَدْرِهٖ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ لَايَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ثَلٰثًا هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ

وَالْخَلِيقَةِ يَقُوْلُهَا ثَلٰثًا۔ حم، ن، وابن جرير، طب، ك، كَذَافِي كَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ کہیں سے دینار آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آ گئے تھے ان کو تقسیم فرمانا شروع کیا، اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص سیاہ فام تھا سر کے بال کترایا ہوا اور سفید کپڑے پہنا ہوا جس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں اثر سجدہ کا نمایاں تھا، چاہتا تھا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ عنایت فرمائیں مگر کچھ نہ دیا، رُوبرُو آ کر سوال کیا کچھ عنایت نہ فرمایا، داہنے طرف سے آ کر سوال کیا جب بھی کچھ نہ ملا، بائیں طرف آ کر مانگا کچھ نہ ملا، پیچھے سے آ کر سوال کیا جب بھی کچھ نہ پایا، کہا: اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج آپ نے تقسیم میں عدل نہیں کیا، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بات پر بہت خفا ہوئے اور شدّتِ غضب سے تین بار فرمایا: خدا کی قسم مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا تم کسی کو نہ پاؤ گے، پھر فرمایا یہ اُن لوگوں سے ہے جو تم پر مشرق کی طرف سے نکلیں گے، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ اُن کے گلوں سے نیچے نہ اُترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر نہ لوٹیں گے دین کی طرف، اور دست مبارک سینہ پر رکھ کر فرمایا نشانی اُن کی یہ ہے کہ سر کے بال منڈوایا کریں گے، ہمیشہ وہ لوگ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ آخر دجال کے ساتھ ہوں گے، پھر تین بار فرمایا: جب تم اُن کو دیکھو تو قتل کر ڈالو وہ لوگ تمام مخلوقات سے بدتر ہیں، یہ جملہ تین بار فرمایا۔ روایت کیا اس کو امام احمد اور نسائی اور ابنِ جریر اور طبرانی اور حاکم نے۔ انتہٰی

اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ وہ شخص نہایت عابد تھا کہ کثرتِ صلوٰۃ سے پیشانی میں اُس کے گھٹا پڑ گیا تھا، غرض کہ ان احادیث میں تامّل کرنے کے بعد ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ باوجود کثرتِ عبادت اور ریاضتِ شاقہ کے وہ شخص اور اُس کے ہم خیال جو واجب القتل اور بدترینِ مخلوقات ٹھہرے، وجہ اُس کی سوائے بےادبی اور گستاخِ طبعی کے اور کوئی نہ نکلے گی۔ اب اس قوم کا حال سنئے جس کی نسبت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس بےادب کے اصحاب فرمایا ہے۔

خوارج کی بے ادبی اور اُن کا حال

ابنِ اسیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ

''ابتداء اس گروہ یعنی خوارج کی یہ ہوئی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں، طرفین سے ہزار ہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم شہید ہوئے، آخر یہ فیصلہ ہوا کہ دونوں طرف سے دو شخص معتمد قرار پائیں جو موافق کتاب وسنت کے کوئی ایسی تدبیر نکالیں کہ لڑائی موقوف ہو اور باہمی جھگڑے مٹ جائیں۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر ہوئے، اور طرفین سے عہدنامہ لکھا گیا۔ پھر اشعث بن قیس نے اس کاغذ کو لے کر ہر ہر قبیلہ میں سنانا اور اس کا اشتہار دینا شروع کیا، جب قبیلہ بنی تمیم میں پہنچے عروہ بن اویہ تمیمی نے سُن کر کہا کہ اللہ کے امر میں آدمیوں کو حَکَم بناتے ہو، سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی حُکم نہیں کرسکتا، یہ کہہ کر اشعث بن قیس کے سواری کے جانور کو تلوار ماری اور اس پر سخت جھگڑا ہوا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر پہنچی فرمایا بات تو سچی ہے مگر مقصود اس سے باطل ہے، اگر وہ لوگ سکوت کریں تو ہم اُن پر مصیبت ڈالیں گے اور اگر گفتگو کریں تو ان پر دلیل قائم کریں گے، اور اگر مقابل ہوں تو ہم اُن سے لڑیں گے۔ یہ سُنتے ہی یزید بن عاصم محاربی اُٹھ کھڑا ہوا اور خطبہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے:

''حمد اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے جس سے ہم مُستغنی نہیں ہوسکتے، یا اللہ! پناہ مانگتے ہیں ہم تجھ سے کہ اپنے دین میں دناءت اور کم ہمّتی کو عمل میں لائیں کیوں کہ اس میں مداہنت ہے اللہ تعالیٰ کے امر میں اور ذلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے غصہ کی طرف لے جاتی ہے۔ اے علی! کیا ڈراتے ہو تم ہم کو قتل سے آگاہ رہو قسم ہے اللہ کی میں اُمید رکھتا ہوں کہ ماریں گے ہم تم کو تلواروں کی دھار سے تب تم جانو گے کہ

ہم میں سے کون مُستحقِ عذاب ہے"۔

پھر اُس کے بھائی نکلے اور خوارج کے ساتھ مل گئے اسی طرح روز بروز جمعیت اُن کی بڑھتی چلی گئی۔ ایک روز سب عبداللہ بن وہب راسبی کے گھر میں جمع ہوئے اور اُس نے خطبہ پڑھا جس میں دنیا کی بے ثباتی اور خواہشِ دنیا کی خرابیاں اور امر بالمعروف اور نہی عنِ المنکر کی ضرورت بیان کی، پھر کہا کہ اس شہر کے لوگ ظالم ہیں ہمیں ضرور ہے کہ پہاڑوں یا دوسرے شہروں کی طرف نکل جائیں تا کہ ان گمراہ کرنے والی بدعتوں سے ہمارا انکار ثابت ہو جائے۔ اس کے بعد حرقوص ابنِ زُبیر کھڑا ہوا اور خطبہ پڑھا کہ لوگو! متاع اس دنیا کی بہت تھوڑی ہے اور جدائی اس سے قریب ہے، کہیں زینت اور تازگی اس کی تمہیں اسی میں مقام کرنے پر آمادہ نہ کرے اور طلبِ حق اور انکارِ ظلم سے نہ پھیرے اور یہ آیت پڑھی:

﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ﴾

یعنی اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔

اس خطبہ کے بعد حمزہ ابنِ سنان اسدی نے کہا: اے قوم! رائے وہی ہے جو تم نے سوچی ہے مگر اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک شخص مقرر ہو جو متولی تمامی اُمور کا ہو سکے۔ سب نے زید بن حصین طائی پر اتفاق کیا، مگر اُس نے امارت کو قبول نہ کیا۔ پھر حرقوص ابنِ زبیر پر سب کے رائے قرار پائی اُس نے بھی انکار کیا۔ اسی طرح حمزہ بن سنان اور شریح ابنِ اوفی عبسی نے بھی انکار کیا۔ پھر سب نے عبداللہ بن وہب کی طرف رجوع کیا، جب اُس نے دیکھا کہ کوئی قبول ہی نہیں کرتا بمجبوری قبول کیا اور کہا خدا کی قسم مجھے امارت کے قبول کرنے میں مطلقاً خواہشِ دنیوی نہیں اور نہ موت سے خوف ہے کہ اس سے باز رہوں، غرض کہ میں نے صرف اللہ کے واسطے قبول کیا ہے، اگر اس میں مرجاؤں تو کچھ پرواہ نہیں۔ پھر سب شریح ابنِ اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے، اس مجلس میں ابنِ وہب نے کہا اب کوئی شہر ایسا دیکھنا چاہئے کہ ہم سب اسی میں جمع ہوں اور اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کریں کیوں کہ اہلِ حق اب تمہیں لوگ ہو، سب نے بالاتفاق نہروان کو پسند کیا اور روانہ ہو گئے۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو نامہ لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

طرف سے عبداللہ علی امیر المومنین کے زید بن حصین اور عبداللہ بن وہب اور اُن کے اَتباع کو معلوم ہو کہ وہ دو حَکَم جن کے فیصلہ پر ہم راضی ہوئے تھے اُنہوں نے کتاب اللہ کے خلاف کیا اور بغیر اللہ کی ہدایت کے اپنی خواہشوں کی پیروی کی، جب اُنہوں نے قرآن وسنت پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سب اہلِ ایمان اُن سے بری ہو گئے، تم لوگ اس خط کو دیکھتے ہی ہماری طرف چلے آؤ تا کہ ہم اپنے اور تمہارے دشمن کی طرف نکلیں اور اب ہم اپنی اُسی پہلی بات پر ہیں۔ انتھیٰ

اس نامہ کے جواب میں اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ:

"اب تمہارا غضب خدا کے واسطے نہیں ہے اُس میں نفسانیّت شریک ہے اب بھی اگر اپنے کفر پر گواہی دیتے ہو اور نئے سرے سے توبہ کرتے ہو تو دیکھا جائے گا، ورنہ ہم نے تم کو دور کر دیا کیوں کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا"۔ انتھیٰ

اب دیکھئے کہ وہ لوگ کیسے بڑے مؤحِّد تھے کہ جن کے نزدیک آدمی کو حَکَم بنانا شرک تھا اور بدعت سے انہیں کس قدر تَنَفُّر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہر کو اس خیال سے کہ بدعتیوں کا شہر ہے چھوڑ دیا، اور دنیا کی بے ثباتی، اور زہد وتقوی کی ترغیب وتحریص، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام، اور امارت کے قبول کرنے میں ہر ایک کا عذر وحیلہ وغیرہ وغیرہ یہ سب اُمور ایسے ہیں کہ جو شخص سُنے کمال دینداری پر اُس گروہ کے گواہی دینے کو مُستعِد ہو جائے، اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ خود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اُن کی حقّانیت کا دھوکا ہوا تھا جیسا کہ حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔

عَنْ جُنْدُبَ قَالَ لَمَّافَارَقَتِ الْخَوَارِجُ عَلِيًّا رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خَرَجَ فِیْ طَلَبِھِمْ وَخَرَجْنَا مَعَہٗ فَانْتَھَیْنَااِلٰی عَسْکَرِ الْقَوْمِ فَاِذَالَھُمْ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحْلِ مِنْ قِرَاءَۃِ الْقُرْآنِ، وَاِذَافِیْھِمْ اَصْحَابُ النُّقْبَاتِ وَاَصْحَابُ الْبَرَانِسِ، فَلَمَّارَاَیْتُھُمْ دَخَلَنِیْ مِنْ ذٰلِکَ شِدَّۃٌ فَتَنَحَّیْتُ فَرَکَزْتُ رُمْحِیْ وَنَزَلْتُ عَنْ فَرَسِیْ وَوَضَعْتُ بُرْنَسِیْ فَنَشَرْتُ عَلَیْہِ دِرْعِیْ وَاَخَذْتُ بِمِقْوَدِ فَرَسِیْ فَقُمْتُ اُصَلِّیْ اِلٰی رُمْحِیْ، وَاَنَا اَقُوْلُ فِیْ صَلٰوتِیْ "اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ قِتَالُ ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَکَ طَاعَۃً فَأْذَنْ لِّیْ فِیْہِ وَاِنْ کَانَ مَعْصِیَۃً فَاَرِنِیْ بِرَأْیِکَ" فَاَنَا کَذَالِکَ اِذَاَقْبَلَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَلٰی بَغْلَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَ اِلَیَّ قَالَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ یَاجندب! مِنْ شَرِّ السُّخْطِ، فَجِئْتُ اَسْعٰی اِلَیْہِ وَنَزَلَ فَقَامَ یُصَلِّیْ اِذْاَقْبَلَ رَجُلٌ فَقَالَ: یَااَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! اَلَکَ حَاجَۃٌ فِی الْقَوْمِ؟ قَالَ وَمَاذَاکَ؟ قَالَ قَطَعُوا النَّھْرَ فَذَھَبُوْا، قَالَ: مَاقَطَعُوْہُ، قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰہِ، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: قَدْقَطَعُوا النَّھْرَ فَذَھَبُوْا، قَالَ: مَاقَطَعُوْہُ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: قَدْقَطَعُوا النَّھْرَ فَذَھَبُوْا، قَالَ: مَاقَطَعُوْہُ، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ قَطَعُوالنَّھْرَ فَذَھَبُوْا، فَقَالَ عَلِیٌّ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مَاقَطَعُوْہُ وَلَایَقْطَعُوْہُ، وَلَیُقْتَلُنَّ دُوْنَہٗ عَھْدٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ، ثُمَّ رَکِبَ فَقَالَ لِیْ یَاجندب! اَمَّا اَنَا فَاَبْعَثُ اِلَیْھِمْ رَجُلًا یَّقْرَأُ الْمُصْحَفَ یَدْعُوْ اِلٰی کِتَابِ رَبِّھِمْ وَسُنَّۃِ نَبِیِّھِمْ فَلَایُقْبِلُ عَلَیْنَا بِوَجْھِہٖ حَتّٰی یَرْشُقُوْہُ بِالنَّبْلِ، یَاجندب! اَمَّااِنَّہٗ اَلَایُقْتَلُ مِنَّا عَشَرَۃٌ وَّلَایَنْجُوْ مِنْھُمْ عَشَرَۃٌ، ثُمَّ قَالَ مَنْ یَّاْخُذُ ھٰذَاالْمُصْحَفَ فَیَمْشِیْ بِہٖ اِلٰی ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ فَیَدْعُوْھُمْ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ نَبِیِّھِمْ وَھُوَمَقْتُوْلٌ وَلَہُ الْجَنَّۃُ فَلَمْ

يُـحِبُـهُ اِلَّا شَـابٌّ بَـنِـىْ عَامِرِ بْنِ صعصعة فَقَالَ لَهٗ عَلِىٌّ خُذْ هٰذَا الْمَـصْحَفَ اَمَّا اَنَّكَ مَـقْتُـوْلٌ وَّلَسْـتَ مُـقْبِلًا عَـلَيْـنَـا بِـوَجْهِكَ حَتّٰـى يَـرْشُـقُوْكَ بِالنَّبْلِ فَخَرَجَ الشَّابُّ بِـالْـمَـصْـحَفِ اِلَـى الْقَوْمِ فَلَمَّا دَنَا مِنْهُمْ حَيْثُ يَسْمَعُوْا قَامُوْا وَنَشِبُوا الْفَتٰى قَبْلَ اَنْ يَـرْجِـعَ، فَـرَمَـاهُ اِنْسَـانٌ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَعَدَ، فَقَالَ: عَلِىٌّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دُوْنَـكُـمَـا الْـقَوْمَ قَالَ جندب فَقَتَلْتُ بِكَفِّىْ هٰذِهٖ ثَمَانِيَةً قَبْلَ اَنْ اُصَلِّىَ الظُّهْرَ وَمَاقُتِلَ مِنَّا عَشْرَةٌ وَّلَا نَجَا مِنْهُمْ عَشْرَةٌ۔ كَمَا قَالَ طس، كَذَا فِىْ كَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ جب خوارج علیحدہ ہو گئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کی تلاش میں نکلے اور ہم بھی ساتھ تھے جب ہم اُن کے لشکر کے قریب پہنچے تو ایک شور قرآن شریف پڑھنے کا سُنا گیا اور حالت اُن کی یہ کہ تہبند بندھے ہوئے اور ٹوپیاں اوڑھے ہوئے، یعنی کمال درجہ کے زاہد و عابد نظر آتے تھے، ان کا یہ حال دیکھنے سے تو ان کا قِتَـال مجھ پر نہایت شاق ہوا اور ایک طرف نیزہ گاڑ کر ٹوپی اور زرّہ اُس پر لگا دیا اور گھوڑے سے اُتر کر نیزہ کی طرف نماز پڑھنا شروع کیا اور اُس میں یہ دعا تھی کہ:

''الٰہی اگر اس قوم کا قتل کرنا تیری طاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے، اور اگر معصیت ہے تو مجھے اس رائے پر اطلاع ہو'' ہنوز اس سے فارغ ہوا نہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آئے اور کہا اے جندب! شرِّ نارضامندی سے پناہ مانگو، میں یہ سُنتے ہی اُن کی طرف دوڑا اور وہ اُتر کر نماز پڑھنے لگے، اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا یا امیر المومنین! کیا آپ کو اُن لوگوں سے کچھ حاجت ہے؟ فرمایا کیا بات؟ کہا وہ سب نہر سے پار ہو گئے، یعنی اب اُن کا تعَقُّب مشکل ہے، فرمایا پار نہیں ہوئے۔ اس نے کہا سُبْـحَانَ اللّٰهِ، پھر دوسرا شخص آیا اور کہا کہ وہ لوگ نہر کے پار اُتر گئے، فرمایا نہیں، کہا سُبْـحَانَ اللّٰهِ، پھر تیسرا شخص آیا ویسا ہی کہا اور وہی جواب پایا، پھر چوتھا شخص آیا اور وہی کہا، فرمایا: نہ

اُترے اور نہ اُتریں گے، اسی طرف سب قتل کئے جائیں گے خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے یہ بات ٹھہری ہوئی ہے۔ پھر سوار ہوئے اور فرمایا: اے جندب! میں ایک شخص اُن کی طرف بھیجتا ہوں جو قرآن پڑھ کے اُن کو اُن کے رب کی کتاب اور اُن کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّت کی طرف بلائے، دیکھ لینا کہ وہ شخص ہماری طرف متوجہ ہونے نہ پائے گا کہ اُس کو تیروں سے ماریں گے، اب جندب ہم میں سے دس شخص نہ مارے جائیں گے، اور اُن میں سے دس آدمی نہ بچیں گے۔ پھر فرمایا: کوئی ہے کہ یہ مصحف اس قوم کی طرف لے جائے اور اُن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اُن کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنت کی طرف بلائے اور مارا جائے، پھر اُس کے لئے جنت ہو۔ کسی نے جواب نہ دیا سوائے ایک جوان کے جو بنی عامر سے تھا۔ فرمایا: کہ یہ مصحف لے جاؤ اور تم لوٹ کے نہ آؤ گے۔ وہ جوان قرآن لے کر اُن کی طرف روانہ ہوا، جب ایسے موقع پر پہنچا کہ اُس کی آواز اُن تک پہنچنے لگی وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور تیر مارنا شروع کیا، قبل اس کے کہ وہ لوٹے ایک شخص کا تیر اُس کے لگا تو اُس جوان نے تیر کے لگتے ہی ہمارے لشکر کی طرف منہ کیا اور بیٹھ گیا، اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حُکم دیا کہ اب اس قوم کی خبر لو، حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے قبل نمازِ ظہر اس ہاتھ سے آٹھ آدمیوں کو قتل کیا، اور جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ ہمارے دس آدمی بھی شہید نہ ہوئے اور اُن کے دس آدمی نہ بچے۔ روایت کیا اُس کو طَبرانی نے۔ انتہٰی

دیکھئے حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اُن کے زُہد و عبادت کا کس قدر اثر پڑا کہ اُن کے ساتھ جنگ کرنے میں اُن کو تردُّد ہو گیا تھا اگر وہ تمام پیش گوئیاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وقوع میں نہ آتیں معلوم نہیں کہ ملال اُس کا کیوں کر رفع ہوتا۔ باوجود اُس کے قتل کے بعد پھر اُن کے حالات کا سب کو خیال آیا اور یہ فکر ہوئی کہ کہیں بہترین مردم ہمارے ہاتھ سے قتل نہ ہوئے ہوں اور اس فکر نے یہاں تک اثر ڈالا کہ سب کے سب رونے لگے۔ کَمَافِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ:

عَنْ طَارِقِ بْنِ زِیَادٍ قَالَ خَرَجْنَامَعَ عَلِیٍّ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِلَی الْخَوَارِج

فَقَتَلَهُمْ قَالَ: اُطْلُبُوْا فَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّهٗ يَخْرُجُ قَوْمٌ يَّتَكَلَّمُوْنَ بِكَلِمَةِ الْحَقِّ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْحَقِّ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ سِيْمَاهُمْ اَنَّ فِيْهِمْ رَجُلًا اَسْوَدُ مُخْدِجٌ فِيْ يَدِهٖ شَعَرَاتٌ اَسْوَدُ فَانْظُرُوْا اِنْ كَانَ هُوَ فَقَدْ قَتَلْتُمْ شَرَّ النَّاسِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فَقَدْ قَتَلْتُمْ خَيْرَ النَّاسِ فَبَكَيْنَا، فَقَالَ: اُطْلُبُوْا، فَطَلَبْنَا فَوَجَدْنَا الْمُخْدِجَ فَخَرَرْنَا سُجُوْدًا وَّخَرَّ عَلِيٌّ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَعَنَا۔ الدورقی۔ وَابْنُ جَرِيْر۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت طارق بن زیاد سے کہ نکلے ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ خوارج کی طرف اور اُن کو قتل کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ ایک قوم نکلے گی جن کی بات حق ہوگی لیکن اُن کے حلق کے نیچے سے وہ بات نہ اُترے گی، نکل جائیں گے وہ لوگ حق سے جیسا کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے، علامت اُن کی یہ ہے کہ اُن میں ایک شخص سیاہ فام ہوگا جس کا ہاتھ ناقص اور اس پر سیاہ بال ہوں گے، اُس کو ڈھونڈو اگر وہ شخص اُن میں ہے تو سمجھ جاؤ کہ تم نے سب آدمیوں سے بدتر لوگوں کو مارا، اور اگر وہ نہ ملا تو سمجھو کہ سب سے اچھے لوگوں کو تم نے قتل کیا۔ یہ سُن کر سخت پریشانی ہوئی، اور سب رونے لگے، فرمایا: ڈھونڈو تو سہی، جب خوب تلاش کی گئی تو اُس شخص کی لاش مل گئی، تمام اہلِ لشکر مارے خوشی کے سجدۂ شکر میں گرے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ہمارے ساتھ سجدۂ شکر بجالایا۔ انتہٰی

اب خیال کرنا چاہئے کہ اُس قوم کا تقویٰ اور تورّع اور عبادت وزُہد کس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ بعد قتل کے اُن حضرات کو اس قدر خوف ہوا، ورنہ یہی حضرات لشکرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برابر قتل کرتے رہے جن میں ہزار ہا صحابہ وتابعین شریک تھے پھر کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ اُن کے قتل میں ایسے متردّد ہوئے ہوں۔

اس قوم کی عبادت کا یہ حال تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سے شخص کہتے ہیں کہ ایسے زاہد و عابد میں نے کبھی نہیں دیکھے، جیسا کہ اس حدیث شریف میں مصرّح ہے جس کو امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خصائص علی کرم اللہ وجہہ میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا:

عَنْ أَبِیْ زمیل سماك الحنفی قَالَ حَدَّثَنَاعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَاقَالَ لَمَّاخَرَجَتِ الْحروریة اجْتَمَعُوْا فِیْ دَارِ هِمْ سِتَّةُ اَلَافٍ أَتَیْتُ عَلِیًّا رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقُلْتُ یَاأَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ! أَبْرِدِ الظُّهْرَ لَعَلِّیْ آتِی هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَأُكَلِّمُهُمْ، قَالَ اِنِّیْ أَخَافُ عَلَیْكَ، قُلْتُ: كَلَّا، قَالَ: فَخَرَجْتُ اِلَیْهِمْ وَلَبِسْتُ أَحْسَنَ مَایَكُوْنُ مِنْ حُلَلِ الْیَمَنِ، قَالَ، أَبُوزمیل كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ جَمِیْلًا جَهِیْرًا، قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَتَیْتُهُمْ وَهُمْ مُجْتَمِعُوْنَ فِیْ دَار هِمْ قَائِلُوْنَ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِمْ فَقَالُوْا: مَرْحَبًا بِكَ یَاابْنَ عَبَّاسٍ! رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فَمَاهٰذِهِ الْحُلَّةُ؟ قَالَ قُلْتُ مَاتَعِیْبُوْنَ عَلَیَّ لَقَدْرَأَیْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَأَحْسَنُ مَایَكُوْنُ مِنَ الْحُلَلِ، وَنَزَلَ:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾

قَالُوْا فَمَاحَالُكَ؟ قُلْتُ أَتَیْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ صَحَابَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْأَنْصَارِ لِأُبَلِّغَكُمْ مَّایَقُوْلُوْنَ وَتُخْبَرُوْنَ بِمَاتَقُوْلُوْنَ فَعَلَیْهِمْ نَزَلَ الْقُرْآنُ وَهُمْ أَعْلَمُ بِمَایُوْحٰی مِنْكُمْ وَفِیْهِمْ أُنْزِلَ، وَلَیْسَ فِیْكُمْ مِّنْهُمْ أَحَدٌ، فَقَالَ: بَعْضُهُمْ لَاتَخَاصَمُوْا قُرَیْشًا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ:﴿هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّأَتَیْتُ قَوْمًا لَّمْ أَرَقَوْمًا قَطُّ أَشَدُّ اِجْتِهَادًامِّنْهُمْ مُنْهِمَةٌ وُجُوْهُهُمْ مِنَ السَّهَرِ كَانَ أَیْدِیْهِمْ وَرُكَبُهُمْ تَثْنِیْ عَلَیْهِمْ قُمُصٌ مُّرَخَّصَةٌ فَقَالَ

بَعْضُهُمْ لَنُكَلِّمَهُ وَلَنَنْظُرَنَّ مَايَقُولُ؟ قُلْتُ أَخْبِرُونِي فِي مَاذَانَقَمْتُمْ عَلَى ابْنِ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِهْرِهِ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ؟قَالُوْاثَلٰثًا قُلْتُ مَاهُنَّ ؟قَالُوْا: أَمَّااِحْدَاهُنَّ فَاِنَّهُ حَكَّمَ الرِّجَالَ فِيْ أَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّالِلّٰهِ﴾وَمَالِلرِّجُلِ وَمَالِلْحَكَمِ وَمَالِلرِّجُلِ؟۔

فَقُلْتُ هٰذِهٖ وَاحِدَةٌ وَأَمَّاالْاٰخِرَةُ؟ قَالُوْا: فَاِنَّهُ قَاتَلَ وَلَمْ يَسْبِ وَلَمْ يَغْنَمْ فَلَئِنْ كَانَ الَّذِيْ قَاتَلَ كُفَّارًا لَّقَدْحَلَّ سَبْيُهُمْ وَغَنِيْمَتُهُمْ، وَلَئِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ مَاحَلَّ قِتَالُهُمْ۔ قُلْتُ هٰذِهٖ ثِنْتَانِ فَمَاالثَّالِثَةُ ؟قَالُوْا مَحٰى اسْمَهُ مِنْ أَمِيْرِالْمُؤْمِنِيْنَ فَهُوَ أَمِيْرُ الْكَافِرِيْنَ۔ قُلْتُ أَعِنْدَكُمْ سِوٰى هٰذَا؟ قَالُوْا: حَسْبُنَاهٰذَا، فَقُلْتُ بِهِمْ أَرَأَيْتُمْ اِنْ قَرَأْتُ عَلَيْكُمْ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَمِنْ سُنَّةِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَايَرُدُّ بِهٖ قَوْلُكُمْ أَتَرْضَوْنَ؟ قَالُوْا نَعَمْ۔ فَقُلْتُ لَهُمْ أَمَّاقَوْلُكُمْ حَكَّمَ الرِّجَالَ فِيْ أَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَأَنَاأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ مَّاقَدْرَدَّحُكْمَهُ اِلَى الرِّجَالِ فِيْ ثَمَنِ رُبْعِ دِرْهَمٍ فِيْ أَرْنَبٍ وَنَحْوِهَا مِنَ الصَّيْدِ، فَقَالَ:﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقْتُلُواالصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ۔ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَاعَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾۔

فَنَشَدْتُكُمْ بِاللّٰهِ أَحُكْمُ الرِّجَالِ فِيْ أَرْنَبٍ وَّنَحْوِهَامِنَ الصَّيْدِ أَفْضَلُ أَمْ حُكْمُهُمْ فِيْ دِمَائِهِمْ وَصَلَاحِ ذَاتِ بَيْنِهِمْ؟ وَأَنْ تَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَوْشَاءَ لَحَكَمَ وَلَمْ يَصِرْ ذٰلِكَ اِلَى الرِّجَالِ۔

وَفِي الْمَرْأَةِ وَزَوْجِهَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ:

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَافَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَآ اِنْ

يُرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾۔

فَجَعَلَ اللّٰهِ تَعَالٰى حَكَمَ الرِّجَالِ سُنَّةً مَّاضِيَةً۔ أَخَرَجْتُ مِنْ هٰذِهٖ؟ قَالُوْا نَعَمْ۔ قُلْتُ أَمَّاقَوْلُكُمْ قَاتَلَ وَلَمْ يَسْبِ وَلَمْ يَغْنَمْ۔ أَتَسْبُوْنَ أُمَّكُمْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ثُمَّ تَسْتَحِلُّوْنَ مِنْهَا مَايُسْتَحِلُّ مِنْ غَيْرِهَا؟ فَلَئِنْ فَعَلْتُمْ لَقَدْ كَفَرْتُمْ وَهِيَ أُمُّكُمْ وَاِنْ قُلْتُمْ لَيْسَتْ بِأُمِّنَا لَقَدْ كَفَرْتُمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ:

﴿اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَجُهٗ أُمَّهَاتُهُمْ﴾۔

فَأَنْتُمْ تَدُوْرُوْنَ بَيْنَ ضَلَالَتَيْنِ أَيُّهُمَا صِرْتُمْ اِلَيْهَا صِرْتُمْ اِلٰى ضَلَالَةٍ۔ نَظَرَبَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قُلْتُ أَخَرَجْتُ مِنْ هٰذِهٖ؟ قَالُوْا نَعَمْ۔ قُلْتُ أَمَّاقَوْلُكُمْ مَحٰى اسْمَهٗ مِنْ أَمِيْرِالْمُؤْمِنِيْنَ۔ فَأَنَاأُنَبِّئُكُمْ بِمَنْ تَرْضَوْنَ وَأَرَاكُمْ قَدْسَمِعْتُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ كَاتَبَ سَهْلَ بْنَ عَمْرٍو وَّأَبَاسُفْيَانَ بْنَ حَرب فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اكْتُبْ يَاعَلِي هٰذَا مَااصْطَلَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لَاوَاللّٰهِ مَانَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوْنَعْلَمَ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَاقَاتَلْنَاكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ" أُكْتُبْ يَاعَلِي هٰذَامَااصْطَلَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِ اللّٰهِ۔ فَوَاللّٰهِ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مِّنْ عَلِيٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَمَاأَخْرَجَهٗ مِنَ النُّبُوَّةِ حِيْنَ مَحٰى نَفْسَهٗ۔ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَرَجَعَ مِنَ الْقَوْمِ أَلْفَانِ وَقُتِلَ سَائِرُهُمْ عَلٰى ضَلَالَةٍ۔ قَالَ الْحَاكِمُ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔ انتہی

ترجمہ: روایت ہے ابوزمیل سماک حنفی سے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ جب نکلے حروریہ اور جمع ہوئے چھ ہزار شخص اپنے مقام میں، میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر کہا یا امیر المومنین! نماز ظہر میں کسی قدر توقف کیجئے، میں چاہتا ہوں کہ اس قوم میں جاؤں اور ان سے کچھ گفتگو کروں، فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ تمہیں کہیں ضرر نہ پہنچائیں، میں نے کہا کچھ خوف نہ کیجئے، پھر میں عمدہ حلہ یمنی پہن کر نکلا، ابوزمیل کہتے ہیں کہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بہت خوبصورت تھے اور بلند آواز تھے، ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں اس قوم میں گیا جہاں وہ سب جمع تھے اور اُن پر سلام کیا انہوں نے اُس کے جواب میں کہا مرحبا اے ابنِ عباس! اور یہ حلہ کیسا؟ میں نے کہا مجھ پر کیا عیب دھرتے ہو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میں نے عمدہ سے عمدہ حلہ دیکھا ہے، اور یہ آیت قرآن شریف میں موجود ہے:

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِىٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ﴾۔

یعنی کہئے اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کون ہے جس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اُس نے اپنے بندوں کے لئے۔

پھر میں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کے پاس سے جن میں مہاجرین وانصار موجود ہیں اس غرض سے آیا ہوں کہ تمہیں اُن کے اقوال پہنچا دوں، وہ لوگ وہ ہیں جن پر قرآن نازل ہوا اور وہ تم سے زیادہ وحی کو جانتے ہیں انہیں کے معاملات میں قرآن نازل ہوا اور اُن میں سے تم میں کوئی نہیں ہے، جب اُنہوں نے یہ سُنا تو بعضوں نے کہا قریش سے مباحثہ مت کرو کیوں کہ حق تعالیٰ اُن کی شان میں فرماتا ہے:

﴿ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴾

یعنی وہ لوگ جھگڑنے والے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں ایسی قوم میں گیا کہ عبادت میں کوشش

کرنے والے اُن سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا تھا، چہرے اُن کے زیادہ جاگنے سے سوکھے، ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ٹیڑھے، سفید کپڑے پہنے ہوئے، غرض بعضوں نے مباحثہ سے انکار کیا، اور بعضوں نے کہا کہ ہم مباحثہ کرتے ہیں دیکھیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ میں نے کہا یہ تو بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابنِ عم اور داماد میں اور مہاجرین وانصار میں تم نے کیا عیب دیکھا ہے؟ کہا تین عیب۔ میں نے کہا وہ کیا؟ کہا ایک تو یہ کہ اُنہوں نے اللہ کے کام میں لوگوں کو حَکَم بنایا حالاں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾

یعنی نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کے لئے۔

آدمی کو حکم سے کیا علاقہ؟ کہا دوسرا یہ کہ اُنہوں نے جنگ کی پھر نہ اُن لوگوں کو قید کیا نہ اُن کا مال لوٹا، اگر وہ لوگ کافر تھے تو اُن کا مال حلال اور غنیمت تھا، اور اگر مسلمان تھے تو اُن کے ساتھ لڑنا ہی درست نہ تھا۔ کہا میں نے دو ہوئے تیسری بات کیا ہے؟ کہا اُنہوں نے اپنے نام سے لفظِ امیر المومنین مٹا دیا تو اب وہ امیر الکافرین ہیں۔ میں نے کہا اس کے سوائے بھی کچھ اور الزامات ہیں؟ کہا بس یہی ہیں۔ میں نے کہا اگر ان اعتراضات کے جواب میں قرآن کی آیتیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھوں تو کیا تم راضی ہو گے؟ کہا ہاں۔ میں نہ کہا کہ جو تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے امر میں انہوں نے ان آدمیوں کو حَکَم بنایا سو یہ آیت سنو کہ حق تعالیٰ نے رُبعِ درہم کے معاملہ کو آدمیوں کی رائے پر رکھا۔ یعنی مُحْرِم اگر خرگوش برابر جانور کو شکار کرے تو اُس کی جزاء میں جس کا اندازہ رُبعِ درہم ہو گا دو شخص عدل کے حکم کی ضرورت ہے۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾۔

(ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم اِحرام کی حالت میں ہو تو وحشی شکار قتل نہ کرو جو شخص اسے جان بوجھ کر

قتل کرے گا تو اُس کی جزاء اُس پر واجب ہوگی جو برابر ہوگی اُس جانور کے جس کو اُس نے قتل کیا جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف کرنے والے شخص کریں گے)۔

اب میں قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ آدمیوں کا حَکَم ہونا خرگوش کے باب میں افضل ہے یا مسلمانوں کے خون اور اُن کے اِصلاح کے معاملہ میں؟ اور تم جانتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس معاملہ میں خود ہی حکم فرماتا۔ اور اسی طرح عورت اور مرد کے مقدمہ میں حَکَم بنانے کی اجازت اس آیہ شریفہ سے ثابت ہے:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾۔

(ترجمہ: اگر تم کو میاں بیوی کے درمیان ضد کا خوف ہو تو ایک مُنصِف مرد کے گھر والوں کی طرف سے اور ایک مُنصِف عورت کے گھر والوں کی طرف سے بھیجو اگر یہ دونوں اصلاح کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا)۔

اس سے معلوم ہوا کہ آدمیوں کو حَکَم بنانا سُنّتِ جاریہ ہے، کیا اس اعتراض کا جواب ہو گیا؟ کہا ہاں۔ پھر میں نے کہا تم جو کہتے ہو کہ اُنہوں نے جنگ کی مگر کسی کو قیدی نہ بنایا اور نہ غنیمت لی، سو میں پوچھتا ہوں کیا تم اپنی ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قیدی بنالو گے، اور اُن سے حلال سمجھو گے جو اوروں سے حلال سمجھتے ہو؟ اگر اس کے قائل ہوئے تو کافر ہو گئے کیوں کہ وہ تمہاری ماں ہے، اور اگر تم نے کہا ماں نہیں تب بھی کافر ہو گئے کیوں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾۔

(ترجمہ: نبی مومنوں کی جانوں سے بھی ان کے زیادہ قریب ہے اور آپ کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں)۔

اس صورت میں تم دو گمراہیوں میں سرگرداں رہو گے جس کو اختیار کیا گمراہ ہوئے، یہ سنتے ہی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے میں نے کہا اس اعتراض کا بھی جواب ہو گیا؟ کہا ہاں۔ پھر میں نے کہا تم

جو کہتے ہو کہ لفظِ امیر المومنین کو مٹا دیا سو میں اُن کے حال سے خبر دیتا ہوں جس سے تم راضی ہو جاؤ گے، اور میں خیال کرتا ہوں کہ تم نے بھی سُنا ہوگا کہ جب حدیبیہ کے روز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سُہیل بن عمرو اور ابوسفیان بن حرب کے ساتھ مصالحت کی اور صلح نامہ امیر المومنین کے ہاتھ لکھوایا فرمایا اے علی! لکھو:

هٰذَا مَا اصْطَلَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(ترجمہ: یہ وہ معاہدہ ہے جس پر رضامند ہیں (حضرت) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔)

اُن لوگوں نے کہا یہ نہ ہوگا وہ نہیں جانتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ورنہ جنگ ہی نہ کرتے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تو جانتا ہی ہے کہ میں رَسُوْلُ اللّٰهِ ہوں، لکھو اے علی!

هٰذَا مَا اصْطَلَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ۔

ترجمہ: یہ وہ معاہدہ ہے جس پر (حضرت) محمد بن عبداللہ راضی ہیں۔

خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہتر ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لفظِ رَسُوْلُ اللّٰهِ کو مٹانے سے رسالت سے ہرگز نہیں نکلے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ یہ تقریر سُن کر دو ہزار شخصوں نے توبہ کی اور باقی اسی گمراہی میں مارے گئے۔ انتہی

اس حدیث شریف سے اُن کی عبادات اور خیالات کا حال معلوم ہوا، احتیاط کا یہ حال ہے کہ بات بات پر قرآن وحدیث سے دلیل طلب کی جاتی تھی اور رائے سے بالکل احتراز تھا جیسا کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ رَبِيْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَاأَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! مَالِيْ أَرَاكَ تَسْتَحِلُّ النَّاسَ اسْتِحَالَةَ الرَّجُلِ إِبِلَهٗ

أَبِعَهْدٍ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْشَيْئًا رَائِيَةً؟ قَالَ! وَاللّٰهِ مَا كَذِبْتُ وَلَاكُذِبْتُ وَلَاضَلَلْتُ وَلَاضُلَّ بِیْ بَلْ عَهْدٌ مِّنْ رَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَهٗ اِلَیَّ وَقَدْخَابَ مَنِ افْتَرٰى، عَهْدًا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاكِثِيْنَ وَالْقَاسِطِيْنَ وَالْمَارِقِيْنَ۔ البزار، ع، كَذَافِیْ كَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت حضرت علی ابنِ ابی ربیعہ سے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا اے امیر المؤمنین! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ آدمیوں کی خونریزی ایسی حلال سمجھ رہے ہیں جیسے کوئی اپنے اونٹوں کو ذبح کرتا ہے، کیا کوئی وصیت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس باب میں آپ کو ہوئی ہے یا آپ اپنی رائے سے یہ کام کرتے ہو؟ فرمایا قسم ہے اللہ کی کہ نہ میں نے جھوٹ کہا نہ مُجھ کو جھوٹی خبر دی گئی، اور نہ گمراہ ہوا نہ گمراہ کیا گیا، اور بے نصیب ہے جو اِفْتراء کرے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ کو وصیت کی کہ جو لوگ عہد شکنی کریں اور حق بات سے عدول کریں اور خروج کریں تو اُن کے ساتھ جنگ کروں۔ انتہٰی

اسی طرح دوسری روایت میں وارِد ہے:

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَمَّاقَدِمَ عَلِیٌّ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الْبَصْرَةَ فِیْ أَمْرِ طَلْحَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَأَصْحَابِهٖ قَامَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الالكوا وَابْنُ عِبَادٍ فَقَالَا يَاأَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ! أَخْبِرْنَا عَنْ مَّسِيْرِكَ هٰذَا؟ أَوَصِيَّةٌ أَوْصَاكَ بِهَارَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ عَهِدَ عَهْدَهٗ أَمْ رَاى رَائِيَةً؟ الحديث رواه ابن رَاهُوَيْه وصحيح كَذا فِیْ كَنْزِالْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے اصحاب کے بارہ میں بصرہ کو تشریف لائے عبداللہ بن کوا اور

ابنِ عباد کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین! خبر دیجئے کہ یہ آپ کا جانا کیسا ہے؟ کیا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت کی ہے یا اِقرار لیا ہے یا صرف آپ کی رائے ہے۔ انتہٰی

مقصود یہ کہ اگر رائے ہو تو ہم اِتباع نہ کریں، اُن لوگوں کو رائے سے کچھ ایسا احتراز تھا کہ اس کو بالکل بے کار ہی کر دیا تھا، اس وجہ سے بھانجے اور بھتیجوں کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح جائز رکھتے تھے اس لئے کہ قرآن شریف میں صرف لڑکیوں اور بھانجی بھتیجیوں کی حرمت کا ذکر ہے اُن کی اولاد کا ذکر نہیں۔ یہ بات عبدالکریم شہرستانی نے الملل والنحل میں لکھی ہے۔

اور قرآن شریف پر عمل کرنے میں اُن کو اس قدر غلو تھا کہ جب تک نصِ قطعی سے کوئی بات ثابت نہ ہو کسی کی نہ مانیں، یہاں تک کہ زانی کے رجم کے قائل نہ تھے اور نہ اُس حدِ قذف کے قائل تھے جو محصن مرد کو کوئی گالی دے، اس لئے کہ ان دونوں مسئلوں کا حکم صرف حدیث سے ثابت ہے صراحۃً قرآن شریف میں مذکور نہیں۔ کَذَافِی الْمِلل وَالنحل۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ بات بات پر قرآن سے دلیل طلب کرتے ہیں تنگ ہو کر ایک بار قرآن مجید منگوایا اور کہنے لگے اے قرآن ان لوگوں سے تو ہی بات کر۔

كَمَا رُوِى عَنْ عَبدِاللّٰهِ بْنِ عَيَّاضِ بْنِ عَمْرِو الْفَارِسِيِّ قَالَ جَاءَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ فَدَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَنَحْنُ عِنْدَهَا جُلُوسٌ مَّرْجَعَهُ مِنَ الْعِرَاقِ لَيَالِىَ قَتَلَ عَلِيٌّ رَّضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَتْ لَهُ يَاعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ شَدَّادٍ! هَلْ أَنْتَ صَادِقٌ عَمَّا أَسْأَلُكَ عَنْهُ؟ حَدِّثْنِى عَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ قَتَلَهُمْ عَلِيٌّ رَّضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا رَّضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَّا كَاتَبَ مُعَاوِيَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَحَكَمَ الْحَكَمَيْنِ عَلَيْهِ خَرَجَ عَلَيْهِ ثَمَانِيَةُ آلَافٍ مِّنْ قُرَّاءِ النَّاسِ فَنَزَلُوْا أَرْضًا يُّقَالُ لَهَا حروراً مِنْ أَجَانِبِ الْكُوْفَةِ وَاِنَّهُمْ عَتَبُوْا عَلَيْهِ، فَقَالُوْا انْسَلَخْتَ مِنْ قَمِيصٍ

أَلْبَسَكَ اللّٰهُ وَاسْمٍ سَمَّاكَ اللّٰهُ بِهٖ، ثُمَّ انْطَلَقْتَ فَحَكَّمْتَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَلَاحُكْمَ اِلَّالِلّٰهِ، فَلَمَّابَلَغَ عَلِيًّا رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَاعَتَبُوْاعَلَيْهِ وَفَارَقُوْهُ أَمَرَ مُؤَذِّنًا فَأَذَّنَ لَايَدْخُلُ عَلٰى أَمِيْرِالْمُؤْمِنِيْنَ اِلَّا رَجُلٌ قَدْحَمَلَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّااَنِ امْتَلَأَتِ الدَّارُ مِنْ قُرَّاءِ النَّاسِ دَعَابِمُصْحَفِ اِمَامٍ عَظِيْمٍ فَوَضَعَهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَصِيْكُهٗ بِيَدِهٖ وَيَقُوْلُ أَيُّهَاالْمُصْحَفُ حَدِّثِ النَّاسَ، فَقَالُوْا يَاأَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اِنْ نَّسْاَلُ عَنْهُ فَاِنَّمَاهُوَمِدَادٌ فِيْ وَرَقٍ وَّنَحْنُ نَتَكَلَّمُ بِمَارُوِيْنَاعَنْهُ فَمَاتُرِيْدُ؟قَالَ أَصْحَابُكُمْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ كِتَابُ اللّٰهِ۔ الحديث، حم، والعدنی، ع،ك، كرص، كَذَافِيْ كَنْزِالْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عبداللہ بن عیاض سے کہ ایک بار عبداللہ بن شداد حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے، حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُن سے پوچھا اے عبداللہ! سچ بتاؤ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن لوگوں کو قتل کیا تھا اُن کا حال کیا تھا؟ کہا جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صلح نامہ لکھا اور دو شخصوں کو حَکَم قرار دیا آٹھ ہزار قاریٔ قرآن علیحدہ ہو گئے اور حرورا میں جو ایک مقام ہے کوفہ کے گرد و نواح میں جا ٹھہرے، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام لگایا کہ جو قمیص اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہنایا تھا اُس کو تم نے نکال دیا، اور جو لقب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں ملا تھا اُس کو تم نے مٹا دیا، اور اپنے ہاتھ سے آپ ہی معزول ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں تم نے حَکَم بنایا حالاں کہ حکم خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سُن کر اعلان کر دیا کہ جو شخص امیر المؤمنین کے پاس آئے قرآن ساتھ لیتے آئے، جب دار الحکومت قاریوں سے بھر گیا مصحفِ امام کو منگوا کر رُوبرُو رکھا اور اس کو مار مار کر کہنے لگے اے مصحف! ان لوگوں سے بات کر، اُنہوں نے کہا اے امیر المؤمنین! ہم قرآن سے نہیں پوچھتے وہ تو سیاہی ہے کاغذوں میں، ہم اُس میں کلام کرتے ہیں جو ہم سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ

چاہتے کیا ہیں؟ فرمایا یہ لوگ تمہارے ساتھ والے جو علیحدہ ہوگئے ہیں اُن کے اور میرے بیچ میں کتاب اللہ ہے۔ روایت کیا اس کو امام احمد اور عدنی اور ابوالعلی اور حاکم اور ابنِ عسا کر نے۔ انتھی

قیاس کرنا چاہئے کہ اُن لوگوں نے دلائل پوچھ پوچھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس قدر دق کیا ہوگا کہ یہ حرکت ان سے صادر ہوئی۔

اور تنزیہ جنابِ باری تعالیٰ میں اُن لوگوں کو اس بلا کا احتیاط تھا کہ سورۂ یوسف کو قرآن شریف سے اس لحاظ سے خارج کر دیا کہ خدائے تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ عشق کا قصہ بیان کرے۔ اور عمل میں اُن کو اس قدر اہتمام تھا کہ مرتکبِ کبیرہ کو کافر اور مُخَلَّدٌ فِي النَّار، اور صغیرہ پر اصرار کرنے والوں کو مُشرک کہتے تھے۔

صاحب ملل ونحل نے اُن کا قول نقل کیا ہے کہ:

''نماز کو ترک کرنے والا کافر ہے، نہ اس وجہ سے کہ نماز کو ترک کیا بلکہ اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ کو نہیں جانا کیوں کہ اگر جانتا اور اعتقاد رکھتا کہ حق تعالیٰ تمام احوال پر مطّلع اور طاعت پر جزاء اور معصیت پر سزا دینے والا ہے تو اس گناہ پر جرأت نہ کرتا، اس جرأت سے معلوم ہوا کہ اُس نے جانا ہی نہیں اور اگر جانا ہے تو تکلیف کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اس باب میں تارکِ صلوٰۃ اور ہر مُرتکبِ کبیرہ کافر ہونے میں برابر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ابلیس صرف کبیرہ کے مُرتکب ہونے سے کافر ہوا کہ باوجود حکم کے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا ورنہ اس کی توحید میں کسی قسم کا شک نہیں۔ اور یہ بھی اعتقاد ہے کہ اجنبی عورت کا دیکھ لینا یا چھوٹی جھوٹ کہنا صغیرہ ہے اور جب اس پر اصرار ہو تو شرک ہو جاتا ہے۔''

خیال کرنے کی جائے ہے کہ جن لوگوں نے یہ اصول مان لئے ہوں گے اُن کے اعمال کا کیا حال ہوگا۔ جتنے ذریعے آدمی نجات کے خیال کر سکتا ہے وہاں سب منقطع ہیں، دوزخ ہر وقت پیشِ نظر ہے کہ جہاں امرِ الٰہی کے امتثال میں سُستی ہوئی یا کوئی حرام فعل صادر ہوگیا قطعاً دوزخی بن گئے، اب نہ کسی کی شفاعت سے کام چلتا ہے نہ خدائے تعالیٰ کی رحمت کی اُمید ہے، کیوں کہ کفار کا رحمتِ الٰہی سے

مایوس ہونا نصِ قطعی سے ثابت ہے۔

اس خیالِ شبانہ روزی نے اُن کے چہروں پر کیسا رنگِ خضوع جمایا ہوگا اور اعضاء پر کیسی کیفیتِ اِنکسار طاری ہوگی۔ اسی وجہ سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا اُن کی سی حالت کسی قوم کی میں نے نہیں دیکھی۔ اور ظاہر بھی یہی ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے اور خدائے تعالیٰ کی رحمت کے قائل تھے، اور جانتے تھے کہ صرف عمل سے کبھی نجات نہیں مل سکتی، پھر اُن حضرات پر اُن کی سی مصیبت ہی کیوں آتی جو یسی حالت بنتی۔ غرض کہ توحید، عبادت، زہد، تقویٰ وغیرہ وغیرہ اُمور جن کا حال بتفصیل معلوم ہوا ان لوگوں میں نہایت درجہ بڑھے ہوئے تھے۔ اگر یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں نہ ہوتے تو بادی النظر میں اولیاء اللہ سمجھے جاتے اور اُن کے مخالف کو نہیں معلوم لوگ کیا سمجھتے۔ مگر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کارروائیوں اور احادیثِ صحیحہ کی تصریحات سے تمامی اہلِ اسلام پر اُن کی قلعی کُھل گئی اور بے دین اور دوزخی ہونا اُن کا ثابت ہوگیا۔

اب دیکھنا چاہئے کہ وہ کونسی بات تھی جس نے باوجود ان اوصافِ کمال کے اُن پر بے دینی کا حُکم صادر کر دیا، اصل منشاء دیکھا جائے تو صرف بے باکی اور بے ادبی اُن کی پیشِ نظر ہو جائے گی جس سے پہلی خرابی یہ ہوئی کہ بزرگانِ دین کی عظمت نہ ہونے کی وجہ سے طبیعت میں تقلید کی صلاحیت نہ رہی اور ہمسری کا دعوٰی کر کے خود مُجتہد بَن بیٹھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا جب اُن کے نزدیک کچھ اعتبار نہ تھا اور ہر بات میں اُن سے دلیل طلب کرتے تھے تو اور کسی بزرگ کے قول کو وہ کب مانتے تھے؟ حالاں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول و فعل خود واجب القبول اور بجائے خود دلیل تھا، آخر یہی ترکِ تقلید جس کو اُنہوں نے تحقیق سمجھا تھا عین مادۂ گمراہی ہوا۔ دیکھ لیجئے جب مسئلہ حُکم اُن کے سمجھ میں نہ آیا اور اُس میں تقلید بھی نہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر شرک و کفر کا الزام لگا دیا اور خود کافر بنے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ (ہم اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ مانگتے ہیں۔)

اس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی اور بے ادبی ہوگی کہ کیسے کیسے جلیل قدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اُنہوں نے تکفیر کی جس کا حال معلوم ہوگا، اور مُخبرِ صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارتوں کا کچھ خیال نہ کیا۔ ملل ونحل میں لکھا ہے کہ:

''زیاد ابنِ امیہ نے عروہ ابنِ ادیہ سے جو خارجی تھا پوچھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کیا حال تھا؟ کہا اچھے تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال دریافت کیا؟ کہا ابتداء میں چھ سال تک اُن کو میں بہت دوست رکھتا تھا، پھر جب اُنہوں نے نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کیں اُن سے علیحدہ ہوگیا، اس لئے کہ وہ آخر میں ''نَعُوْذُ بِاللّٰهِ (ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں)'' کافر ہوگئے تھے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال پوچھا؟ کہا وہ بھی اوائل میں اچھے تھے جب حَکَم بنایا ''نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ (ہم اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ مانگتے ہیں۔)'' کافر ہوگئے اس لئے اُن سے بھی علیحدہ ہوگیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال دریافت کیا؟ کہ اُن کو ایک سخت گالی دی۔ پھر زیاد بن امیہ نے اپنا حال پوچھا؟ کہا تمہارا اوّل حال زینت تھا اور آخر گزندگی، اور دونوں حالتوں کے بیچ میں تم اپنے رب کے نافرمان ہو۔ زیاد نے اُس کی گردن مارنے کا حکم دیا اور اُس کے غلام کو بلا کر کہا کہ اس کا مختصر حال بیان کر۔ کہا جب میں اُس کے پاس کھانا لے جاتا یا بچھونا کرنے کو جاتا غرض ہر حال میں یہی اِعتقاد اور اِجتہاد اُس کا دیکھتا تھا۔''

لکھا ہے کہ حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبداللہ بن زبیر اور تمام اہلِ اسلام جو اُن کے ساتھ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب کی تکفیر کیا کرتے اور سب کو مُخلّد فِی النّار کہتے تھے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ (ہم اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ مانگتے ہیں۔)

اور اُن کا یہ بھی قول تھا کہ جائز ہے کہ حق تعالیٰ ایک ایسا نبی بھیجے کہ بعد نبوت کے کافر ہو جائے یا قبل نبوت کے کافر رہا ہو۔ اور اُن کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ حق تعالیٰ عجم میں ایک نئی مِلّت صابیہ سے پیدا

کرے گا اور اُس پر ایک کتاب وقتِ واحد میں نازل ہوگی جو آسمان پر لکھی جاچکی ہے اور وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کو چھوڑ دے گا۔

ملل ونحل میں سوائے اس کے اور کئی اعتقادان کے نقل کئے ہیں بخوفِ تطویل اسی پر اکتفاء کیا گیا، اس سے ظاہر ہے کہ کسرِ شانِ نبوت بھی اُن کو مقصود تھی۔ چنانچہ اس حدیث سے یہ بھی بات معلوم ہوتی ہے جو مصنف ابنِ ابی شیبہ میں ہے۔

عَنْ أَبِیْ یَحْیٰی قَالَ سَمِعَ رَجُلًا مِّنَ الْخَوَارِجِ وَهُوَ یُصَلِّیْ صَلٰوةَ الْفَجْرِ یَقُوْلُ: ﴿ وَلَقَدْ أُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ أَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ﴾۔ قَالَ فَتَرَکَ سُوْرَةَ الَّتِیْ کَانَ فِیْهَا قَالَ وَقَرَأَ:

﴿ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّکَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ﴾۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابی یحیٰ سے کہ ایک خارجی نے صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی وَلَقَدْ أُوْحِیَ اِلَیْکَ یعنی آپ کی طرف اور اگلے نبیوں کی طرف یہ وحی کی گئی کہ اگر شرک کرو گے تم تو تمہارے عمل اکارت ہو جائیں گے اور بنو گے تم نقصان پانے والوں سے۔ انتھی پھر اُس سورہ کو چھوڑ کر دوسری سورہ کی یہ آیت پڑھی:

﴿ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّکَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ﴾۔

یعنی صبر کرو یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور نہ ہلکا کریں آپ کو وہ لوگ جو یقین نہیں کرتے۔

اس قسم کی آیتیں چُن چُن کے پڑھنے سے مقصود اُس شخص کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ عظمت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لوگوں کے دلوں میں کم ہو جائے، کیوں کہ اگر اُس کو قراءت ہی مقصود ہوتی تو مُرتّب آیتیں پڑھتا۔ راوی کو بھی حیرت ہوئی پھر وہ سمجھ گئے کہ یہ بات مسلمان سے ہو

نہیں سکتی بعد تحقیق کے پہلے تصریح اس امر کی کردی کہ وہ شخص خارجی تھا پھر وہ قصہ بیان کیا۔ اگر اُس شخص کی برائی بیان کرنا راوی کو مقصود نہ ہوتا تو اس قصہ کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ قرآن ہر شخص نماز میں پڑھتا ہے۔

ان تمام احادیث وغیرہ سے اس قوم کا طریقہ اور طرزِ رفتار معلوم ہوگیا کہ جب اپنی سمجھ کے کوئی بات خلاف پائی اُس پر اعتراض کر بیٹھے اور ادب کو پاس آنے نہ دیتے، توحید کی حفاظت اور شرک وبدعت کو مٹانے کو اپنا فرضِ منصبی ٹھہرایا تھا۔ پھر اس ٹٹی کی آڑ میں ہزار ہا مسلمانوں کی تکفیر کردی، جو آیتیں کفار کی شان میں نازل ہوئیں مسلمانوں کو اُن کا مصداق بنایا جیسا کہ: ﴿هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ۔﴾ کو جو کفارِ قریش کی شان میں ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مقابل پڑھ دیا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کی آیتیں ڈھونڈا کرتے وَغَیْرُ ذٰلِکَ۔

الحاصل گستاخیوں اور بے ادبیوں میں وہ لوگ ہر زمانہ کے بے ادبوں کے پیشوا اور مقتداء تھے۔ جس مسئلہ ومقام میں اُنہوں نے کچھ کلام کیا اُن کے پیرودں میں وہ مسئلہ معرکۃ الآرا بنا جیسا کہ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی قریب معلوم ہوگا۔ پھر ان بے دینیوں پر اُن کو اس قدر وثوق تھا کہ اپنے مخالفوں کو کافر اور اُن کے مال کو غنیمت سمجھتے تھے۔ کَمَا فِی الْمِلَلِ وَالنِّحَلِ۔

ظاہرًا اس بات پر وہ لوگ دلیل بھی رکھتے تھے کہ نہ اُن کا سا کوئی عابد وزاہد اُس وقت تھا، نہ صاف صاف کہنے والا، دینی اُمور میں کسی کی رعایت نہیں خواہ ولی ہو یا صحابی یا نبی، جہاں خلاف بات دیکھی فورًا کہہ دیا۔ ہر چند یہ دلیل ظاہرًا اقوی معلوم ہوتی ہے مگر انجامِ کار معلوم ہونے سے ہمیں تو یقین ہوگیا کہ واقع میں وہ دلیل بالکل باطل اور سیدھی دوزخ میں لے جانی والی تھی اب اُن کے انجامِ کار کا حال سنئے: مصنف ابنِ ابی شیبہ میں ہے:

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جهمانَ قَالَ کَانَتِ الْخَوَارِجُ قَدْدَعَوْنِیْ حَتّٰی كدتُ اَنْ اَدْخُلَ

فِيهِـمْ فَـرَأَيْـتُ أُخْـتَ أَبِـيْ بِلَالٍ فِـي الْـمَـنَامِ كَأَنَّهَارَأَتْ أَبَابِلَالٍ قَالَتْ فَقُلْتُ يَاأَخِيْ مَاشَانُكَ؟ قَالَ: فَقَالَ جُعِلْنَابَعْدَكُمْ كِلَابَ أَهْلِ النَّارِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت سعید بن جہمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے وہ کہتے ہیں کہ خوارج مجھے اپنی طرف بلاتے اور ترغیب دیتے تھے یہاں تک کہ قریب تھا کہ میں اُن میں مل جاؤں ایک رات ابوبلال کی بہن کو خواب میں دیکھا کہ کہہ رہی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے کہا ہم لوگ تمہارے بعد دوزخ کے کُتے بنائے گئے۔انتھی

یہ خواب تصدیق اُس حدیث شریف کی ہے جو کَنْزُالْعُمَّال میں ہے۔

عَـنْ أَبِـيْ غَـالِـبٍ قَالَ كُنْتُ فِيْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَاءُ وْا بِسَبْعِيْنَ رَأْسًا مِّنْ رُؤُوْسِ الْـحَـرُورِية فَـنُـصِبَـتْ عَلَى دَرَجِ الْمَسْجِدِ فَجَاءَ أَبُوْأُمَامَةَ فَنَظَرَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ كِلَابُ جَهَـنَّـمَ شَـرٌّ قَتْلَى قُتِلُوْا تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ، وَمَنْ قَتَلُوْا خَيْرُ قَتْلَى تَحْتَ ظِلِّ السَّـمَـاءِ، وَبَـكَـى قَـالَ يَـاأَبَـاغَالِب! تَقْرَأُ آلَ عِمْرَانَ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ: ﴿مِنْهُ ايَاتٌ مُّـحْـكَـمَـاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٍ فَأَمَّاالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيْلِهٖ وَمَايَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗ اِلَّااللّٰهُ۔﴾

وَقَـالَ تَـعَـالٰى: ﴿يَـوْمَ تَبْيَـضُّ وُجُـوْهٌ وَّتَسْـوَدُّ وُجُـوْهٌ فَـأَمَّاالَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُـوْهُهُـمْ أَكَـفَـرْتُـمْ بَـعْـدَ اِيْـمَـانِكُمْ فَذُوْقُ الْعَذَابَ بِمَاكُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔﴾ قُلْتُ يَـاأَبَـاأُمَـامَةَ! اِنِّيْ رَأَيْتُكَ تَهْرِيْقَ عِبْرَتِكَ؟ قَـالَ نَـعَـمْ رَحْمَةٌ لَّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مِنْ أَهْلِ الْاِسْلَامِ۔ قَالَ افْتَرَقَتْ بَنُوْاِسْرَائِيْلَ عَلٰى وَاحِدَةٍ وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَّتَزِيْدُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ فِرْقَةً وَّاحِدَةً كُـلُّهَـا فِـي الـنَّـارِ اِلَّاالسَّـوَادُ الْاَعْظَمُ عَلَيْهِمْ مَّاحُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَّاحُمِّلْتُمْ،

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَالسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ خَيْرٌ مِّنَ الْفِرْقَةِ وَالْمَعْصِيَةِ، فَقَالَهُ رَجُلٌ يَّااَبَااُمَامَةَ! اَمِنْ رَأْيِكَ تَقُوْلُ هٰذَا اَمْ شَيْئٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ اِنِّيْ اِذًالَجَرِيٌّ بَلْ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَمَرَّةٍ وَّلَامَرَّتَيْنِ وَلَاثَلٰثَةَ حَتّٰى ذَكَرَ سَبْعًا۔ ش، وَابْنُ جَرِيْر۔

ترجمہ: روایت ہے ابو غالب سے کہ خارجیوں کے ستر سر دمشق میں مسجد کی سیڑیوں پر نصب کیے گئے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کی طرف دیکھ کر کہا یہ جہنم کے کتے ہیں اور بدتر ہیں تمام روئے زمین کے مقتولوں سے، اور اُن کے قاتلوں سے جو شہید ہوئے وہ تمام روئے زمین کے مقتولوں سے بہتر ہیں، پھر یہ آیتیں پڑھیں:

مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّاالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَايَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّااللّٰهُ۔

(ترجمہ: اس کتاب کی کچھ آیتیں محکم ہیں جو اس کتاب کا مدار ہیں اور کچھ دوسری غیر واضح المراد ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ کتاب کے اُس حصہ کے پیچھے ہوتے ہیں جن کی مراد واضح نہیں فتنہ کی تلاش اور اُس کے (غلط) مطلب کی تلاش میں حالاں کہ ان کا صحیح مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا)۔

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّاالَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَاكُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔

(ترجمہ: جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے کالے۔ جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے اُن سے کہا جائے گا کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرلیا تو اب عذاب چکھو بسبب اس کے کہ تم کفر کرتے تھے)۔

اور کہا کہ جتنے فرقے سوادِ اعظم کے سوا ہیں سب دوزخی ہیں، کسی نے کہا اے ابو اُمامہ! یہ باتیں کیا آپ اپنی رائے سے کہتے ہیں یا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنی ہیں؟ کہا اگر میں اپنی رائے سے ایسی باتیں کہوں تو مجھ میں بڑی جرأت ہوگئی، پھر ایک دو بار نہیں سنیں سات بار سے زیادہ سُنیں ہیں۔ روایت کیا اس کو ابنِ شیبہ اور ابنِ جریر نے۔ اِنتَھٰی ملخصا

اور یہی روایت بادنیٰ اختلاف مُستدرکِ حاکم میں دو طریقوں سے مروی ہے ایک میں اُن کا کِلَابُ النَّار ہونا مصرّح ہے۔ غرض کہ اُس قوم کا دوزخی بلکہ دوزخ کے کُتے ہونا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کئی بار کے ارشاد سے ثابت ہے اور تصدیق بھی اُس خواب سے ہوگئی۔

اب دیکھنا چاہیے کہ باوجود اُن فضائل کے دوزخ میں آدمی بھی نہیں کُتے بنے اس کی کیا وجہ ہوگی؟ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُن میں کُتوں کی صفت غالب تھی کہ بزرگان کی شان میں زبان درازی کرنا اور ہر کسی پر بے باکانہ حملہ کر جانا گویا اُن کا شعار ہو گیا تھا۔ چوں کہ یہ صفت راسخ تھی اُس عالم میں اُس کا یہ اثر ہوا کہ صورتِ ظاہری بھی اُس کے تابع کر دی گئی۔

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ (ہم اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ مانگتے ہیں)۔

اس قوم کی ایک ظاہر نکبت یہ تھی کہ جس کے دل میں اُن کی محبت آئی آثار برکت کے اُس سے جاتے رہے، چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے:

عَنْ أَبِي الطفيل أَنَّ رَجُلًا وُّلِدَ لَهُ غُلَامٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَالَهُ وَأَخَذَ بِبَشَرَةِ جَبْهَتِهٖ فَقَالَ بِهَا هٰكَذَا وَغَمَزَ جَبْهَتَهُ وَدَعَالَهُ بِالْبَرَكَةِ قَالَ فَنَبَتَ شَعْرَةٌ فِي جَبْهَتِهٖ كَأَنَّهَا هَلَبُ فَرَسٍ فَشَبَّ الْغُلَامُ، فَلَمَّا كَانَ زَمَنُ الْخَوَارِجِ أَحَبَّهُمْ فَسَقَطَتِ الشَّعْرَةُ عَنْ جَبْهَتِهٖ فَأَخَذَ أَبُوْهُ فَقَيَّدَهُ مَخَافَةَ أَنْ يَّلْحَقَ فِيْهِمْ، قَالَ: فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ فَوَعَظْنَاهُ وَقُلْنَا لَهُ فِيْمَا نَقُوْلُ: أَلَمْ تَرَ أَنَّ بَرَكَةَ دَعْوَةِ الرَّسُوْلِ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْوَقَعَتْ مِنْ جَبْهَتِكَ فَمَازِلْنَابِهٖ حَتّٰى رَجَعَ عَنْ رَأْيِهِمْ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيْهِ الشَّعْرَ بَعْدُ فِيْ جَبْهَتِهٖ وَتَابَ وَأَصْلَحَ۔ كَذَافِيْ مُصَنَّفِ ابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابوالطفیل سے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کو دعاء دی اور اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور دبایا، اثر اُس کا یہ ہوا کہ پیشانی پر اُس کی خاص طور پر بال اُگے جو تمام بالوں سے ممتاز تھے، وہ لڑکا جوان ہوا اور خوارج کا زمانہ پہنچا اور اُن سے اُس کی محبت ہوئی ساتھ ہی وہ بال جو دستِ مبارک کا اثر تھا جھڑ گئے، اُس کے باپ نے جو یہ حال دیکھا اس کو قید کر دیا کہ اُن میں مل نہ جائے، ابوالطفیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ اُس کے پاس گئے اور وعظ و نصیحت کی اور کہا دیکھو تم جو اُن لوگوں کی طرف مائل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت تمہاری پیشانی سے جاتی رہی، غرض جب تک اُس شخص نے اُن کی رائے سے رجوع نہ کیا ہم اُس کے پاس سے ہٹے نہیں، پھر جب اُن کی محبت اُس کے دل سے جاتی رہی حق تعالیٰ نے وہی نشانی دست مبارک کی اُس کی پیشانی میں پھر پیدا کر دی، پھر تو اُس نے اُن کے عقائد سے بالکلیہ توبہ کی اور اچھی حالت پر ہو گیا۔ انتھٰی

اس حدیث شریف سے کئی اُمور مُستنبَط اور ثابت ہوتے ہیں:

ایک یہ کہ جہاں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک لگ گیا اس مقام کو ہمیشہ کے لئے ایک خصوصیت اور برکت حاصل ہو گئی، پھر کبھی تو حق تعالیٰ نے اُس کے آثار ظاہر بھی فرما دیئے اور کبھی ظاہر نہ فرمائے، تو اس مقام میں برکت تو ضرور رکھی۔ اسی وجہ سے بخاری شریف وغیرہ کُتبِ صحاح سے ثابت ہے کہ ابن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مآثر کو تلاش کرنے میں نہایت اہتمام کرتے تھے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى کسی مقام میں یہ بحث بھی مفصّل آجائے گی۔

دوسرا یہ کہ اُن آثار کے ظہور کے لئے وہ مقامات خاص کئے جاتے تھے جو برگزیدہ ہوں، پھر جہاں کسی قسم کی اُن میں خرابی آئی وہ آثار اور صلاحیت وہاں سے جاتی رہی تا کہ طالبانِ حق کو اس سے عبرت حاصل ہو۔

تیسرا یہ کہ اُن آثار کے اثر کے لئے بھی وہی لوگ خاص کئے جاتے تھے جو اہلِ حق ہوں یعنی برکت کے قابل اہلِ ایمان ہوا کرتے تھے اہلِ باطل کو اس طرف توجہ نہ تھی۔

چوتھا یہ کہ جس کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے براہِ شفقت دستِ مبارک لگادیا عقائدِ باطلہ کا اثر اُس کے دل میں ہونے نہ پایا، دیکھ لیجئے اگر اُس شخص کے دل میں اوّل عقائد کا پورا اثر ہو جاتا تو پھر اُس کے رجوع کی اُمید نہ تھی۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا اور اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی آئندہ بھی معلوم ہوگا کہ اس فرقہ کے عقائد کا پورا اثر جس کے دل میں ہو جاتا ہے تو کبھی وہ راست پر نہیں آتا۔

احادیث و آثار جو خوارج کے باب میں ہیں اس کثرت سے وارِد ہیں کہ اُن کی نقل کے لئے کئی جز چاہئے جن لوگوں کو حق تعالیٰ نے فہمِ سلیم دیا ہے اتنا بھی اُن کے لئے کافی ہے۔ ہر چند یہ فرقہ خاص اُن عقیدوں کے ساتھ جس پر بانی مذہب نے بنا کیا معلوم نہیں اب تک موجود ہے یا نہیں مگر اتنا تو یقین ہے کہ اس رفتار پر چلنے والوں سے کوئی زمانہ خالی نہ ہوگا، اس لئے کہ اُوپر معلوم ہو چکا کہ مسلمانوں کو گمراہ اور مردود بنانے کے باب میں شیطان کے پاس بے ادبی اور بے باکی سے بہتر کوئی طریقہ نہیں، جس کا تجربہ خود اس کی ذات پر ہو چکا ہے، اور بے باکیاں اور بے ادبیاں اس فرقے کے اصول میں داخل ہیں۔ اور سوائے اس کے اس حدیث شریف سے یہ بات بھی ظاہر ہے:

عَنْ أَبِیْ جَعْفَرَ الْفَرَّاءَ مَوْلٰی عَلِیٍّ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ عَلِیٍّ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ النَّهْرَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَتْلِهِمْ قَالَ: اُطْلُبُوا الْمُخْدِجَ فَطَلَبُوْ

فَوَجَدُوْهُ فِیْ وَهْدَةٍ رَجُلٌ أَسْوَدُ مُنْتِنُ الرِّیْحِ، فِیْ مَوْضِعِ یَدِهٖ کَهَیْئَةِ الثَّدْیِ عَلَیْهِ شَعَرَاتٌ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَیْهِ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ، فَسَمِعَ أَحَدُ ابْنَیْهِ أَمَّا الْحَسَنُ أَوِ الْحُسَیْنُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَرَاهَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذِهِ الْاِصَابَةِ، فَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لَوْلَمْ یَبْقَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا ثَلٰثَةٌ لَّکَانَ أَحَدُهُمْ عَلٰی رَأْیِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ اِنَّهُمْ لَفِیْ أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَأَرْحَامِ النِّسَاءِ۔ کَذَافِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: حضرت ابوجعفر فرّاء کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نہر کی لڑائی میں شریک تھا جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے قتل سے فارغ ہوئے فرمایا: اُس شخص کو ڈھونڈو جس کا ہاتھ ناقص ہے، چنانچہ اُس شخص کی لاش ملی، وہ شخص سیاہ فام تھا اور اُس سے بدبُو آتی تھی اور اُس کے ہاتھ کی جگہ بشکلِ پستان ایک گوشت پارہ تھا جس پر چند بال تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کو دیکھ کر فرمایا: سچ کہا خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، حضرت امام حسن یا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خدائے تعالیٰ کا شکر بجالایا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمّت سے صرف تین ہی شخص رہ جائیں اُن میں بھی ایک شخص اس فرقہ کی رائے اور طریقہ پر ہوگا، وہ لوگ ہنوز مردوں کی پیٹھ اور عورتوں کے رحم میں ہیں۔ روایت کیا اس کو طبرانی نے اوسط میں۔ انتہی

وہابیانِ نجد کا حال

اور اس حدیث شریف سے بھی یہی ثابت ہے کہ یہ فرقہ کئی بار ظہور کرے گا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَايُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ كُلَّ مَاقُطِعَ قَرْنٌ نَشَأَ قَرْنٌ آخَرُ حَتّٰى يَكُوْنَ آخِرُهُمْ يَخْرُجُ مَعَ مَسِيْحِ الدَّجَّالِ۔ حم، طب، ك، حل۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ کئی لوگ مشرق کی طرف سے نکلے گے پڑھیں گے وہ قرآن مگر اُن کے حلق کے نیچے نہ اُترے گا، جب ایک سینگ کاٹا جائے گا تو دوسرا نکلے گا یعنی جب ایک فرقہ کا اِستیصال کیا جائے گا تو دوسرا ظہور کرے گا، یہاں تک کہ وہ آخر میں دجّال کے ساتھ رہیں گے۔ روایت کیا اس کو امام احمد، اور طبرانی، اور حاکم وغیرہ نے۔ انتھیٰ

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خوارج بھی مشرق ہی کی طرف سے نکلے اور وہابی بھی جن کا فتنہ مدّتوں ملکِ عرب میں رہا، غالبًا یہ وہی فرقہ ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَفِيْ يَمَنِنَا" قَالَ: قَالُوْا: وَفِيْ نَجْدِنَا، فَقَالَ: قَالَ "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَفِيْ يَمَنِنَا" قَالَ: قَالُوْا: وَفِيْ نَجْدِنَا، قَالَ: قَالَ: هُنَالِكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاء کی کہ الٰہی! ہمارے شام اور یمن میں برکت دیجئیو، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کی اور ہمارے نجد، میں مقصود یہ کہ نجد کو بھی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا میں شریک فرما لیں، پھر وہی دعاء کی کہ الٰہی! ہمارے شام اور یمن میں برکت دیجئیو، پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے نجد کے لئے عرض کی، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں شیطان کا سینگ نکلے گا، روایت کیا اس کو بخاری نے۔ انتہٰی

اس حدیث شریف سے بتصریح معلوم ہوا کہ نجد سے فتنے برپا ہوں گے اور ادھر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ مشرق سے نکلیں گے، اگرچہ مشرق عام ہے کہ ہندوستان بھی مدینہ طیبہ کے شرق ہی میں واقع ہے مگر مدینہ طیبہ کے عام وخاص لوگ نجد ہی کو شرق اور وہابیوں کو شرقی کہا کرتے ہیں جن کی اقامت نجد میں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ان حدیثوں سے وہابیوں کا فتنہ مراد ہے۔

پھر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی چند علامتیں بیان فرمائیں من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ مشرق سے نکلیں گے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔

اور ایک یہ ہے کہ بات عمدہ کہیں گے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ مَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيَقْتُلْهُمْ فَاِنَّ فِيْهِ اَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ۔ اَلْحَكِيْمُ هٰكَذَا فِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ نکلیں گے آخر زمانہ میں بے وقوف لوگ، بات نہایت اچھے لوگوں کی سی کہیں گے، اور قرآن

پڑھیں گے مگر وہ اُن کے حلق سے نیچے نہ اُترے گا، جو شخص اُن سے ملے چاہئے کہ اُن کو قتل کر ڈالے کیوں کہ اُن کے قتل میں ثواب ہے۔ انتہی

ظاہر ہے کہ اُن کا دعویٰ یہی تھا کہ کہ شرک و بدعت کو مٹاتے ہیں۔

اور ایک علامت یہ ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے، چنانچہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ أُمَّتِيْ قَوْمٌ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ، فَإِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ فَطُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَ وَطُوْبٰى لِمَنْ قَتَلُوْهُ كُلَّمَا طَلَعَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قَطَعَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔ حم، كَذَا فِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ نکلے گی ایک قوم میری اُمت سے کہ قرآن پڑھیں گے مگر اُن کے حلق سے نہ اُترے گا، قتل کریں گے وہ اہلِ اسلام کو۔ خوشخبری ہے اُس کو جس نے اُنہیں قتل کیا اور جس کو اُنہوں نے شہید کیا، جب کوئی شاخ اُن کی نکلے گی حق تعالیٰ اُس کو قطع کر دے گا۔ روایت کیا اس کو امام احمد نے۔ انتہی

یہ بات ثابت ہے کہ ہزار ہا مسلمانوں کو اُن لوگوں نے قتل کر کے حرمین شریفین اور تمامی ملکِ عرب پر تسلّط کر لیا تھا۔ اب بے باکی کو اُن کی دیکھئے حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ ۝ ﴾

یعنی جو شخص حرم شریف میں شرارت سے کجروی کرنا چاہے چکھائیں گے ہم اُس کو عذاب دردناک۔ انتہی

حافظ محی السنۃ بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر مَعَالِمُ التَّنزِیل میں اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں:

أَنْ تَقْتُلَ فِيهِ مَنْ لَّا يَقْتُلُكَ أَوْتَظْلِمَ مَنْ لَّا يَظْلِمُكَ۔

یعنی اِلْحَادٍ بِظُلْم یہ ہے کہ قتل کرے تو اُس شخص کو جو تجھ کو نہ مارے، یا ظلم کرے تو اُس پر جو تجھ پر ظلم نہ کرے۔

اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے:

لَوْأَنَّ رَجُلًا هَمَّ بِخَطِيئَةٍ لَّمْ يُكْتَبْ عَلَيْهِ مَالَمْ يَعْمَلْهَا وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا هَمَّ يَقْتُلُ رَجُلًا بِمَكَّةَ وَهُوَ بِعَدَنٍ أَوْبِبِلَادٍ آخَرَ أَذَاقَهُ اللّٰهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ۔

ترجمہ: اگر کوئی کہیں گناہ کا قصد کرے تو جب تک اُس کا وقوع نہ ہوگا لکھا نہ جائے گا، بخلاف اس کے کہ جو شخص مکہ میں رہتا ہو تو اُس کے قتل کے قصد پر عذابِ اَلیم چکھایا جائے گا، اگرچہ قصد کرنے والا عدن میں ہو یا دوسرے شہر میں۔

اور مدینہ طیبہ کی نسبت ارشاد ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَاقَالَتْ سَمِعْتُ سَعْدًا رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَايَكِيدُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَحَدٌ إِلَّاانْمَاعَ كَمَايَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

یعنی بخاری شریف میں روایت ہے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص مدینہ والوں کے ساتھ مکر وحیلہ کرے تو ایسا گلے گا جیسا نمک پانی میں پگلتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری میں لا یکید اہل المدینۃ کے تحت میں مسلم کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُرِيْدُ أَحَدٌ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْءٍ إِلَّا أَذَابَهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ أَوْ ذَوْبَ الْمِلْحِ فِي الْمَاءِ

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص مدینہ والوں کو برائی پہنچانے کا ارادہ کرے گلائے گا اُس کو حق تعالیٰ دوزخ میں مثل سیسہ کے یا جیسے نمک پانی میں گلتا ہے۔ انتھی

جب مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں قتل اور برائی کے ارادہ پر یہ سزائیں ہوں تو جنہوں نے وہاں قتل عام کیا اور وہ وہ اذیتیں پہنچائیں جس سے ہزارہا لوگ جلاوطن ہو گئے ان کا کیا حال ہوگا؟

اور ایک علامت اُس قوم کی یہ کہ "قرآن پڑھیں گے" جیسا کہ کئی حدیثوں سے یہ بات معلوم ہو چکی۔ قرآن شریف پڑھنے کا اس قوم میں اس قدر اہتمام تھا کہ دلائل الخیرات کے صدہا نسخے جلا دیئے تا کہ اس کا وقت بھی تلاوتِ قرآن میں صرف ہو جیسا کہ درر السنیۃ میں مذکور ہے۔

ایک علامت یہ ہے کہ اس قوم میں جو کوئی داخل ہو اُس کے پھرنے کی توقع نہیں۔

عَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَأَنَّ هٰذَا مِنْهُمْ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَا يَرْجِعُوْنَ إِلَيْهِ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ (أخرجه ...) كَذَا فِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

کہ آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ اُن کے حلق سے نیچے نہ اُترے گا، اسلام سے وہ ایسے نکل جائے گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، پھر نہ پھریں گے اسلام کی طرف، علامت اُن کی یہ ہے کہ سر منڈوایا کریں گے، یہ قوم ہمیشہ خروج کرتی رہے گی یہاں تک کہ آخر دجال کے ساتھ ہوں گے جب کبھی تم اُن سے ملو اُن کو قتل کر ڈالو کیوں کہ وہ کل آدمیوں اور جانوروں سے بدتر ہیں۔ روایت کیا اُس کو ابن شیبہ اور امام احمد، نسائی، طبرانی، اور حاکم نے۔ انتہی

اس میں شک نہیں کہ کوئی باطنی نکبت اس فرقہ میں ضرور ہے کہ جس کی وجہ سے مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ دین میں نہ آئیں گے مگر بظاہر ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حمایت توحید اور دفع شرک و بدعت کے غرور میں محبوبانِ بارگاہِ الٰہی کی نہ صرف توہین کرتے ہیں بلکہ مثل اصولِ دین کے تعلیم و تعلّم میں اس کو داخل کرتے ہیں جس کی وجہ سے غیرتِ الٰہی ان کو تباہ کر دیتی ہے۔

اور ایک علامت یہ ہے کہ بنی تمیم سے ہوتا، جیسا کہ دررالسنیة میں کتاب جلاء الظلام سے نقل کیا ہے کہ ظنِ غالب ہے کہ محمد ابن عبدالوہاب ذوالخویصرہ تمیمی کی اولاد سے ہو گا جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں دی ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان من ضئضئ ھذا او فی عقب ھذا قوما یقرءون القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیة یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد۔ رواہ البخاری۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اس شخص کے خاندان یا نسل میں ایک قوم ہوگی کہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، دین سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، وہ مسلمانوں کو قتل

کریں گے اور بُت پرستوں کو چھوڑ دیں گے، اگر میں اُن کو پاتا تو قتل کرتا مثلِ قومِ عاد۔ انتھی روایت کیا اس کو بخاری نے۔ انتھی

اُس شخص کا نام ذُو الخُوَیْصِرَۃ تھا۔ چنانچہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے جو مُسلم شریف میں ہے:

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقْسِمُ قِسْمًا أَتَاہُ ذُو الْخُوَیْصِرَۃِ وَھُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ، فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَسَلَّمَ اعْدِلْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیْلَکَ وَمَنْ یَّعْدِلُ إِذَالَمْ أَعْدِلْ، قَدْخِبْتَ وَخَسِرْتَ اِنْ لَّمْ أَعْدِلْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَسَلَّمَ ائْذَنْ لِّیْ فِیْہِ أَضْرِبْ عُنُقَہٗ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْہُ فَاِنَّ لَہٗ أَصْحَابًا یَّحْقِرُ أَحَدُکُمْ صَلٰوتَہٗ مَعَ صَلٰوتِھِمْ وَصِیَامَہٗ مَعَ صِیَامِھِمْ یَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَایُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ۔ الحدیث

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک بار ہم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ مال تقسیم فرمارہے تھے کہ بنی تمیم کے قبیلہ والا ایک شخص آیا جس کا نام ذُو الخُوَیْصِرَۃ تھا، اور کہا یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عدل کیجیے، فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خرابی ہو تیری اگر میں نہ عدل کروں تو پھر کون کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو اس کی گردن ماروں، فرمایا: جانے دو اس کے ساتھ والے ایسے لوگ ہوں گے کہ تم اپنی نماز اور روزہ کو اُن کی نماز اور روزہ کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے،

وہ قرآن پڑھیں گے مگر حلق سے آگے نہ بڑھے گا اسلام سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے۔روایت کیا اس کو مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔انتھی ملخصا

اس حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ذُوالخُوَیْصِرَۃِ قبیلہ بنی تمیم سے تھا اور ابن عبدالوہاب بھی تمیمی ہے تعجب نہیں کہ اُس کی نسل سے ہو اور اگر نہ بھی ہو تو ہم خاندان ہونے میں شک نہیں۔

اور ایک علامت یہ ہے کہ سر کہ بال منڈوایا کریں گے جیسا کہ کئی حدیثوں سے ابھی معلوم ہو چکا۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنَ الْمَشْرِقِ عَلْقَانِ الرُّؤُوْسِ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَايُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلُوْهُ وَطُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ۔ اَبُوْنصر السخبری فِي الْإِبَانَة، وَالْخَطِيْبُ وَابْنُ عَسَاكِرَ، كَذَافِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قوم مشرق سے نکلے گی جو سر منڈوائے ہوئے ہوں گے اور پڑھیں گے وہ قرآن مگر اُن کے حلق سے نہ اُترے گا، خوشخبری ہے اُس کو جو اُن کے ہاتھ سے شہید ہوا اور جس نے اُن کو قتل کیا۔انتھی

درر السنیۃ میں بخاری اور مسلم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ نَاسٌ مِّنَ الْمَشْرِقِ وَيَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَايُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَايَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَايَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتّٰى يَعُوْدَ السَّهْمُ اِلٰى فُوْقِهٖ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرق کی طرف سے ایک فرقہ نکلے گا کہ قرآن پڑھیں گے مگر نکل

نکلا کریں گے دین سے پھر نہ لوٹیں گے، جیسے تیر شکار سے نکل کر لوٹتا نہیں، علامت اُن کی یہ ہے کہ
سر منڈوایا کریں گے۔ انتہی

پھر قول عبدالرحمٰن اہدل مفتی زبید کا نقل کیا کہ

"ابن عبدالوہاب کے رد میں کوئی کتاب لکھنے کی ضرورت نہیں صرف یہ نشانی کافی ہے جس کی خبر مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے کہ (سر منڈوایا کریں گے) کیوں کہ اُس شخص نے جیسا سر منڈوانے میں اہتمام کیا تھا کسی فرقہ میں نہ تھا۔ اُس نے دستور ٹھہرا دیا تھا کہ جو شخص اُس کی ملت میں داخل ہو اس کو سر منڈوانا ضروری ہے یہاں تک کہ عورتوں میں بھی یہ حکم جاری کر دیا تھا۔"

ایک روز کسی عورت نو گرفتار سے بحسب عادات سر منڈوانے کو کہا اُس نے جواب دیا کہ عورتوں کے سر کے بال اور مردوں کی داڑھیاں برابر ہیں اگر مردوں کی داڑھیاں منڈوائی جائیں تو عورتوں کے سر کے بال منڈوانا بجا ہوگا، یہ سن کر مبہوت ہو گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

الحاصل علاماتِ مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ مخبرِ صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرقہ وہابیہ کے نکلنے کی خبر دے چکے ہیں، اور جو علامتیں بیان فرمائیں سب اُس میں پائی گئیں اور سوائے احادیثِ مذکورہ بالا کے درر السنیہ میں کئی حدیثیں نقل کیں جن میں علامتیں اس گروہ کی مذکور ہیں اور وہ سب ان میں پائی گئیں۔ احادیثِ مذکورہ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ فرقہ خوارج کی وہ ایک شاخ ہے مگر اس وجہ سے کہ نئے طور پر اس کا ظہور ہوا اس لئے اُس کا نام جداگانہ قرار پایا اور اُس کے بانی کی طرف منسوب کیا گیا اسی وجہ سے یہ لوگ محمدی کہلاتے ہیں۔ مگر علماء نے جب دیکھا کہ عوام الناس ان کو ضرور گمراہ [illegible] محمد ابن عبدالوہاب کے نام [illegible] وہابی [illegible]
محمدی کے یہاں ایک معنی ہیں۔ [illegible]

محمد بن عبد الوہاب کا مختصر حال یہ ہے کہ
"۱۱۱۱ھ گیارہ سو گیارہ ہجری میں وہ پیدا ہوا اور بعد کسی قدر تحصیل علم کے ۱۱۴۳ھ گیارہ سو تینتالیس
ہجری میں اپنے خیالات فاسدہ کو رواج دینے کے واسطے خطۂ نجد میں گیا، پہلے صرف اس بات پر زور دیا کہ
اس زمانہ میں شرک ہر طرف پھیل گیا ہے اور اسلام کی حالت روز بروز گھٹتی جا رہی ہے اس وقت ہر مسلمان پر
واجب ہے کہ توحید کو رواج دینے اور شرک کو مٹانے کا فکر کرے، چوں کہ یہ دعوٰی قابل تسلیم تھا لوگ اس
کے دام میں پھنسنے لگے، چنانچہ ۱۱۵۰ھ گیارہ سو پچاس ہجری میں اس کی شہرت ہوئی اور درعیہ اس کے
اطراف و جوانب کے لوگ اس کے تابع ہو گئے اور روز بروز ترقی ہونے لگی، جب کسی قدر مجمع ہو گیا جہاد
پر آمادہ ہوا اور اپنے ہوا خواہوں کو جمع کر کے لکچر دیا کہ سوائے اس خطہ کے اس وقت کل روئے زمین پر
شرک پھیلا ہوا ہے، اور سوائے تم چند مخصوصوں کے جتنے لوگ آسمان کے تلے ہیں سب مشرک ہیں، اب
ہم کو ضرور ہے کہ جہاد کر کے مشرکوں کو قتل کریں تمہیں یاد رہے جو کوئی مشرک کو قتل کرتا ہے اس کے لئے
جنت ہے پھر سب سے بیعت لے کر جہاد کا حکم دیا۔
یہ فتنہ ایک مدت تک رہا اس قوم نے ہزار ہا مسلمانوں کو شہید اور جلا وطن کر دیا، اور حرمین
شریفین پر قبضہ کر کے کئی سال بالاستقلال حکم رانی کی آخر ۱۲۲۷ھ بارہ سو ستائیس ہجری میں بحکم
سلطان محمود الامین وغیرہ سے نکالے گئے۔
مادہ تاریخ ان کے اخراج کا: قطع دابر الخوارج ۱۲۲۷ھ ہے۔
اس فتنہ کی کسی قدر تفصیل اور حال ان مصیبتوں کا جو اہل حرمین شریفین پر گزریں شیخ دحلان مکی
رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے الدرر السنیۃ میں لکھا ہے کہ:
اس فرقہ کو بھی مثل خوارج کے عمل میں نہایت اہتمام تھا یہاں تک کہ تارک فرض کو کافر،
حلال الدم سمجھتے اور توحید میں ان کو اس قدر غلو تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے والے

اور بزرگوں سے مدد مانگنے والے کو کافر سمجھتے۔ ابنِ عبدالوہاب ہر جمعہ کے خطبہ میں کہا کرتا کہ جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا توسُّل کرے وہ کافر ہے، اور زیارتِ قبور ناجائز سمجھی جاتی تھی۔"

چنانچہ لکھا ہے کہ "ایک قافلہ احسا سے مدینہ طیبہ کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے گیا تھا واپسی کے وقت جب درعیہ پہنچا جہاں وہ تھا اُس نے اُن کی یہ سزا ٹھہرائی کہ داڑھیاں سب کی منڈوائی جائیں اور گدھوں پر اس رسوائی کے ساتھ سوار کیے جائیں کہ دم کی طرف منہ ہو اور یہی حالت اِحسا تک رہی جہاں اُن کا گھر ہے، تا تشہیر ہو جائے کہ جو شخص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کو جائے اُس کی یہ سزا ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔"

بدعت سے اُن لوگوں کو اس قدر احتراز تھا کہ صدہا دلائل الخیرات اور دوسرے علوم کی کتابیں جلادی گئیں۔

اُس میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نابینا اذان کے بعد منارہ پر بآوازِ بلند درود شریف پڑھا کرتے تھے، ابن عبدالوہاب نے ان کو منع کیا جب اُنہوں نے نہ مانا قتل کر ڈالا۔ اور کہا کسی عورت کے گھر سے رباب کی آواز درود کی آواز سے بہتر ہے جو مناروں پر پڑھا جائے۔

اور مولود شریف کسی کو پڑھنے نہ دیتا۔ صَرف و نَحو وفقہ وغیرہ علوم کے مطالعہ سے منع کرتا اُس کا قول تھا کہ اصل شریعت ایک تھی ان لوگوں کو کیا ہوا جو اُس میں چار مذہب کر دیے۔ کبھی کہتا کہ قول آئمہ اربعہ بالکل قابلِ اِعتبار نہیں اور کبھی کہتا وہ تو حق پر تھے مگر اُن کے اَتباع کتابیں تصنیف کر کے خود گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔

شیخ سلیمان بن سحیم حنبلی نے جو معاصر ابن عبدالوہاب کے ہیں ایک اِستِفتَاء کیا جس کا جواب علامہ احمد بن علی قیتانی نے دیا ہے۔ اِستِفتَاء میں لکھا ہے کہ:

"ابن عبدالوہاب نے یہاں اَقسام کی بدعتیں نکالیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے پر کمر باندھی

ہے۔ من جملہ اُن کے چند یہ ہیں کہ: آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر جمعہ کے دن اور رات میں درود پڑھنے سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایسی بدعت ہے کہ اس سے آدمی دوزخی بن جاتا ہے۔ دلائل الخیرات اور روض الریاحین کے کئی نسخے اُس نے جلا دیئے۔ اس کا قول ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر لفظِ سَیِّدُنَا کہنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اور کہتا ہے کہ کبھی جو قدرت ہوگی قبہ شریف کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ڈھادے گا۔ حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ساتھ والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی قبروں کو کھدوا ڈالا۔

غرض کہ اس کی بے باکیاں اور گستاخیاں کوئی شمار و حساب نہیں رکھتیں اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کمال بے ادبی کے الفاظ کہتا ہے اور سُن کر چُپ رہتا ہے۔ چنانچہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معنی طارش کہتا ہے جو اُن لوگوں کی زبان میں ہرکارہ کو کہتے تھے۔ اور اُس کے اَتباع کہتے تھے کہ جو اس عصاء سے کام نکلتا ہے وہ بھی اُن سے نہیں نکلتا، اور وہ ایسی باتیں سُن کر خوش ہوتا۔

اور سوائے اُس کے صدہا خرافات ان لوگوں کی زبان زد تھے۔ یہ فرقہ نجد میں اب تک موجود ہے اہلِ انصاف غور کر سکتے ہیں کہ کون مسلمان ایسا ہوگا کہ ان اعتقادوں کو پسند کرے گا۔ مگر ہمارے حضرات زیادتی کر کے ادنیٰ احتمال پر کسی کو بھی وہابی کہہ دیتے ہیں جو قطع نظر فتنہ و فساد کے شرعاً جائز بھی نہ ہوگا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کُنَّا اِذَا قَعَدْنَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ نَرْفَعْ رُؤُوْسَنَا اِلَیْہِ اِعْظَامًا لَّہٗ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ وَلَا اَحْفَظُ لَہٗ عِلَّۃً۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عظمت کے لحاظ سے کوئی شخص حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سر نہ اُٹھاتا۔ انتہیٰ کہا حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرطِ شیخین پر (اور مجھے یاد نہیں کہ اس میں کوئی علت قادحہ ہو)۔

❀❀❀

انوارِ احمدی

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

شکرِ حق اس نظم میں ہیں وہ مضامیں دل پذیر
جس سے ایمان تازہ ہو اور ہوں دلِ اعدا پہ تیر
ہے حدیثوں کا جو یہ مضمون بلاریب ونکیر
جو محدث ہیں وہ اُس کو مان لیں گے ناگزیر
گرچہ یہ اشعار ہیں پر شاعری اس میں نہیں
ترجمہ منقول کا ہے خود سری اس میں نہیں

لکھا اس کو نظم میں ہر چند میں شاعر نہیں
کیونکہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہِ دیں
تھی یہی نظم جو مدح حساں کے تھے روح الامیں
کعب اور ابن رواحہ کو اسی کا تھا یقیں
ذکرِ ختم المرسلین اس نظم سے مقصود ہے
جو ازل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے

حضرت عباس نے جب نعت میں اس شاہ کی
اک قصیدہ لکھا جس سے ہو خجل سحباں بھی
سُن کے فرمایا صلہ شاعر کو دیتے ہیں سبھی
ہم نے دی اس کے صلہ میں سلطنت اسلام کی
مل گیا پروانہ بامہرِ قضااک بات میں
سلطنت کی کُنجیاں دیں خاندان کے ہاتھ میں

ٹھہرا کفارہ گناہوں کا جو ذکرِ اولیا
اور از قسم عبادت ہو جو ذکرِ انبیا
پھر ہو ذکرِ سرورِ عالَم کا کیسا مرتبا
جن کا ذکرِ پاک ہے گویا کہ ذکرِ کبریا
رفعِ ذکرپاک ثابت ہے کلام اللہ سے
مطمئن ہوتے ہیں دل ذکرِ شہِ لولاہ سے

ذکرِ نامِ پاک سے نارِ جہنم سرد ہو
اور سمی حضرت کا دوزخ میں نہ جائے گا کبھو
بوالبشر نے کی وصیت وقتِ آخر شیث کو
کہ قرینِ ذکرِ حق ذکرِ محمد کیجئو
وحشت آدم کی گئی نامِ شہِ لولاک سے
مردے زندہ ہوگئے تاثیرِ نام پاک سے

حضرت آدم نے اُس فرزند سے یہ بھی کہا
میں تفرُّح کے لئے جب آسمانوں پر گیا
دیکھا ذکرِ احمدی میں ہر ملک مصروف تھا
اور ہر ایک پتہ پہ جنت کے ہے نام اُن کا لکھا
سینے حوروں کے ملائک کی جبینیں تا بعرش
ہر جگہ اس نام کا ہے عالَم علوی میں نقش

ہے درودِ پاک ہی ذکرِ شہِ عالی مقام
ہر طرح سے جس کا خالق کو ہے منظور اہتمام
بھیجتا ہے خود درود اُس فخرِ عالَم پر مدام
اور فرشتے دائما مشغول ہیں جس میں تمام
کیسی طاعت ہوگی وہ جس میں ہو خود حق بھی شریک
ہے جو طاعت سے بری جس کا نہیں کوئی شریک

کیا فضیلت ہے پڑھے یک بار گر کوئی درود
بھیجتا ہے اُس پر ستّر رحمتیں ربِّ ودود
اور ملائک کے درود اس پر کریں پیہم ورود
ہو مدام اس کی ترقی مدارج زود زود
دیکھ لے گا قبل موت اپنا وہ جنت میں مقام
اور ہم رتبہ شہیدوں کا رہے بااحترام

جتنا کل اہلِ زمیں پائیں عمل کر کے ثواب
لیجئے اتنا پڑھ کے دم بھر میں درودِ مستطاب
لکھی جائیں نیکیاں اُس کی بدولت بے حساب
ساتھ اُس کے جو دعا کیجئے ہو بے شک مُستجاب
ہے فضیلت میں زیادہ تر وہ سب طاعات سے
حج سے اور صدقات سے اِعتاق سے غزوات سے

جو کہ پڑھتا ہو درود اس کو شفاعت ہو نصیب
راضی ہوگا حق گواہی دیں گے جب اس کے حبیب
عرش کا سایہ ملے گا ہوگا حضرت کے قریب
ہووے روزِ عید اُس کو حشر کا روزِ مہیب
اور اس کثرت سے ہوگا نور اُس دن اس کے ساتھ
جس کی وسعت میں سما سکتی ہو ساری کائنات

ہے بہت سارے فرشتوں کی عبادت بس یہی
کہ کریں دائم تلاش شخص ہم نامِ نبی
پھر جو پاویں ٹھہریں اس کے گھر پہ باصدق دلی
دیکھئے کس طرح ہے تعظیم نامِ پاک کی
صرف نام پاک جب ہووے ملائک کا مطاف
کیوں نہ در اُن کا ہو حوروں کا محلِ اِعتکاف

جس مکان میں ہو کسی حضرت کا وہ گھر دائما
رزق و برکت سے مملو بصد نشو ونما
توبہٗ حضرت صفی اللہ قبول اس دم ہوا
کہ وسیلہ شاہِ دیں کے نامِ اطہر کو کیا
خاتمِ حضرت سلیمان میں جو وہ تسخیر تھی
نقشِ نامِ شاہِ جن وانس کی تاثیر تھی

گرچہ ان کی مدح میں قرآن ہے ناطق سربسر
وصف اُن کی کر سکے کیا کوئی بے چارہ بشر
رُتبہ ان کا کوئی کیا جانے جو دیوے کچھ خبر
عقل حیران ہے یہاں اور وہم کے جلتے ہیں پر
ہر مسلمان چھوڑے کیوں کر نعت کو بالکلیہ
لَیۡسَ یُتۡرَکُ کُلُّ مَالَا یُدۡرَکُ بِالۡکُلِّیَّۃ

خود خدانے کی ثنائے رحمۃ للعالمین
انبیا دائم رہے مدّاحِ ختم المرسلین
اور جماد وجانور بھی نعت سے چھوٹے نہیں
بت زبانِ قال سے کرتے تھے وصفِ شاہِ دیں
ہاں مگر شیطان کو شاید ہو تو ہو اس میں کلام
ماسوای کی اس نے جب تعظیم سمجھی ہے حرام

نعت وہ ہے جس کا حضرت نے کیا خود اہتمام
حق تعالٰی نے لیا جملہ نبیوں سے یہ کام
ہو جو محروم اس سے ہے ایمان اُس کا ناتمام
اور جو دُشمن ہو تو اُس کے کفر میں پھر کیا کلام
کی بذاتِ خود خدا نے نعت جب محبوب کی
پھر ثنا دل سے کریں کیوں کر نہ سب محبوب کی

کیوں کہ دل میں جب ہو کسی کی محبت جاگزیں
اُس کو بے ذکر وثنائے دوست چین آتا نہیں
جس طرح ہوتا ہے دل میں جب کسی سے بغض وکیں
اُس کی بدگوئی میں رہتا ہے سدا وہ عیب چیں
قلب کی کیفیتیں اِظہار پاتی ہیں ضرور
دل کی موجیں لب پہ جوش اپنا دکھاتی ہیں ضرور

بہرِ خطبہ جب ہوا منبر کا مُستحکم اساس
اور ستوں نے جانِ عالَم کو نہ پایا اپنے پاس
عاشقِ صادق تھا جب دیکھا کہ ہے قربت سے یاس
گریہ و زاری لگا کرنے وہ غمگین بے قیاس
تھا تو چوبِ خشک پر عشقِ نبی میں تازہ تھا
زمرۂ عشاق میں نادر بلند آوازہ تھا

ہے جو خالق کو محبت ان سے اس کا ذکر کیا
ہو جو تابع ان کا اُس کو دوست اپنا کہہ دیا
جس کو ان سے ہو محبت ہے وہ محبوبِ خدا
رُتبہ اُس کا پا نہیں سکتی کبھی عقلِ رسا
ہوگا روزِ محشر خود خیرالورٰی کے ساتھ وہ
پاوے عالی مرتبہ بے کثرتِ طاعات وہ

حق نے حبِّ اولیاء اللہ میں دیکھو کیا کہا
کہ میں ہو جاتا ہوں اُن کی چشم وگوش ودست وپا
جب محبت ہو طفیلوں سے یہ بے انتہا
جب شاہِ مُرسلیں ہو کس قدر سوچو ذرا
انتہا اس حُب کی عقلوں سے ہماری دور ہے
مَــا رَمَیْــتَ کی حقیقت جس طرح مستور ہے

الغرض یہ حمد ہے اور نعتِ محبوبِ خدا
لب پہ ہو صَــلِّ عَـلٰـی اور قلب میں جَـلَّ وعَـلا
ہو زبان پر نام احمد کا اَحَــــــــد دل میں چھپا
چاہیے اب ہوں سراپا چشم و گوش اہلِ صفا
جلوۂ نورِ خدا از خود عیاں ہونے کو ہے
راز جو مخفی تھا خود صرفِ بیان ہونے کو ہے

یعنی جب خالق نے چاہا غیب کا اِظہار ہو
اور عبودیّت کا ساری خلق میں اِقرار ہو

فیض بخش کُن فکاں گنجینۂ اَسرَار ہو
کنج تاریک عدم جولاں گۂ انوار ہو

نور سے اپنے کیا اک نور پیدا بے مثال
اور محمد اس کا رکھا نام حمدًا لایزال

گرچہ حضرت ہیں محمد پر ستودہ ہے خدا
کیوں کہ جملہ حمد راجع ہیں سو رب العلا

لیک جب خود حق تعالیٰ نے محمد کہہ دیا
پھر محمد ہم نے گر اُن کو کہا تو کیا ہوا

عقدہ یہ کھلتا نہیں کہ کون ہیں اور کیا ہیں وہ
ہاں سمجھتے ہیں بس اتنا برزخِ کبریٰ ہیں وہ

حمد ہے اس خالقِ کون ومکان کو بے عدد
جس نے اُن کو کردیا ذاتِ محمد تا ابد

اور مقام ان کا کیا محمود باصد شد و مد
پھر بنایا ان کو حامد اپنا وہ رب صمد

تھے جو اصلِ خلق بس لائق انہیں کے تھا یہ کام
تا ہو اُن کا حمد سب کے حمد کے قائم مقام

الغرض اُس نور سے پیدا کیا عالَم تمام
لکھا پھر ہر جائے اپنے نام کے ساتھ اُن کا نام
نام اُن کا لے کے نبیوں نے نکالے اپنے کام
دی یہ شہرت اُن کو تا جانیں انہیں سب خاص و عام
وہ نبی اس وقت تھے کہ آدم آب و گل میں تھے
جاں جب آئی ان میں وہ جان میں زبان پر دل میں تھے

پھر کیا یک شان سے آدم میں اُس کو جلوہ گر
رکھا پیشانی میں تا ہو سجدہ گاہِ بوالبشر
پھر ملائک سے کرائے سجدے باصد کرّ و فر
اور لیا اِقرار سب پیغمبروں سے مُعتبر
کہ وہ ختم الانبیا اور خیرِ خلق اللہ ہیں
ہیں وہ شمس الانبیا گر انبیا سب ماہ ہیں

تھا جو منظورِ خدا ہو مستقل اُس کا ظہور
مُنتقِل ہونے لگا اولادِ آدم میں وہ نور
جوکہ قابل تھا ہوا اُس نور کا اُس میں مرور
جس میں آیا وہ ہوا اُس جا کرامت کا وفور
اُس کی ٹھنڈک سے کہیں گل زار بن جاتی تھی نار
حُسن کی گرمی کہیں کرتی دلوں کو بے قرار

الغرض بہرِ ظہور نورِ عین جان و دیں
ٹھہرے عالَم میں عرب منظورِ رب العالمین

تاکہ ہوویں مطلع اس رمز سے اہلِ یقین
کہ ہے جسمانی تعیُّن کا عبور اور کچھ نہیں

گو مَقرّ اُس کا عرب ہے پر وہ کُل کا شاہ ہے
سایہ گُستر دوجہاں پر ایک ظِلّ اللہ ہے

رفتہ رفتہ صلبِ عبداللہ میں آیا وہ نور
جلوہ گر اُن میں ہوا جس وقت مثلِ شمعِ طور

عشق سے ہونے لگے دل قابلوں کے چور چور
یعنی شیدا ہوتی تھیں اُن پر زنانِ رشکِ حور

پر ہر اک عورت قرینِ ہر شرف ہوتی نہیں
قابلِ یک دانۂ گوہر ہر صدف ہوتی نہیں

اس امانت کے لئے تھیں آمنہ خاتون بنی
آمنہ تھیں ہر طرح سے جو کہ وہ اُمِّ نبی

رکھا ایمان کا مادّہ اُن میں تھا پہلے سے ہی
پھر تو پھیلی امن وایمان کی اُنہیں سے روشنی

جس کے ہو فرزند وہ اُس کو شرف کیوں کر نہ ہو
گوہرِ نایاب سے فخرِ صدف کیوں کر نہ ہو

گرچہ رسمِ جاہلیت ان دنوں میں تھا بیشتر
لیک تھا حافظ خدا اُس خاندان کا سر بسر
اس لئے سب تھے بری اس رسم سے تا بوالبشر
پس نکاح اُن کا ہوا دینِ خلیل اللہ پر
تھی یہ وہ بادشاہی کہ جس کی آسماں پر دھوم تھی
تہنیت کی ہر طرف کون مکاں میں دھوم تھی

تھا فقط منظور دکھلانا بشر ورنہ وہ نور
جس کی دولت آدم وجملہ جہاں کا ہو ظہور
اُس کو رحمِ مادر وصلبِ پدر تھے کیا ضرور
عقل عاجز ہے یہاں اور فہم ہے جُفتِ قصور
جب خدا قدرت نمائی کا کوئی ساماں کرے
کیا ہے جز تسلیمِ مقدور اور جو انساں کرے

میں ہوں ابنِ دوذبیح ارشاد حضرت نے کیا
یعنی اسمٰعیل جو جدِّ عرب ہیں برملا
اور عبداللہ جو ہیں والدِ خیرالوریٰ
ذبح کرنے کے لئے تھا باعث اِلہام کیا
اس میں یک نکتہ ہے یعنی جس کے ہو ایسا پسر
باپ دادا چاہئے قرباں ہوں اس پر سر بسر

الغرض وہ نورِ پاکِ حضرت خیرالوریٰ

شمس کے مانند جب برجِ حمل میں آگیا

شام مثلِ صبح گھر سے آپ کے روشن ہوا

بلکہ تھی ساری زمیں اس وقت واں چہرہ نما

ہو نہ کیوں کر روشنی تھی آمد عالی جناب

صبح صادق چاہیے قبل طلوع آفتاب

پھر تو ہر جانب سے عالم میں بشارت کی تھی دھوم

پڑھتے تھے اشعار ہاتف تہنیت کے جھوم جھوم

اور تھے یوں نغمہ سرا سب نکتہ سنجانِ علوم

کہ مٹے جاتے ہیں اب سارے نحوست کے رقوم

ہاں رہیں ہشیار ظاہر حق ہوا چاہتا ہے اب

ہے یہ قطعاً صدر باطل شق ہوا چاہتا ہے اب

تھے جہاں بت خانے بت واں سب نگوں سر ہوگئے

الٹے اورنگ جہاں بانانِ خودسر ہوگئے

سبزے لہرانے لگے دن قحط کے سرد ہوگئے

قلعہ ہائے دولت و اقبال سب سر ہوگئے

کشتِ عالم سبز ہے بادِ بہاری آتی ہے

صاحبِ اِنّا فَتَحْنَا کی سواری آتی ہے

صرف اہلِ عقل ہی میں تھا نہ اس کا اہتمام
وحشیوں میں بھی مبارک باد کی تھی دھوم دھام
کوئی تو کہہ دے سُنا ہے اس طرح کا جشنِ عام
ابتدائے عالمِ تکوین سے تایوم القیام
ہوگی اَخلاقِ جہاں کو اُن دنوں کیسی خوشی
جس کے پرتو سے عیاں تھی ہر طرف ایسی خوشی

جب ولادت کا زمانِ باسعادت آگیا
پہنچیں خدمت کے لئے جلدی سے مریمؑ آسیا
باندھے حوروں نے پرے جن سے تھا سارا گھر بھرا
اور ملائک آفتابے لے کھڑے تھے جابجا
شب برات و قدر ہو جس پر فدا کیا رات تھی
تھا نمایاں جلوۂ شانِ خدا کیا رات تھی

پس وہ نورِ پاک رب العالمین پیدا ہوئے
مبدا کونین و ختم المرسلین پیدا ہوئے
جانِ عالم قبلۂ اہلِ یقین پیدا ہوئے
شکرِ ایزد رحمۃ للعالمین پیدا ہوئے
دھوم تھی عالم میں خورشیدِ کرم طالع ہوا
ہاں کریں تعظیم اب نورِ قدم طالع ہوا

پھر تو سب اَصنام سر کے بل زمیں پر گر گئے
اور گرے ایوانِ کِسریٰ کے بھی کتنے کنگرے
اُٹھ گئیں ناریں پڑے بے کار سب آتش کدے
واسطے تعظیم کے تارے بھی سارے جھک گئے
تھا غرض تعظیم کا ارض و سما میں اہتمام
کوئی راکع کوئی ساجد کوئی تھا صرف قیام

سامعین سے ہے توقع غور فرمائیں ذرا
تھا ذبیح اللہ کا فرحت فزا جو واقعہ
وہ معیّن روز روزِ عید ٹھہرایا گیا
تہنیت کے سب رسوم اُس روز ہوتے ہیں ادا
روزِ میلادِ نبی جس میں تھا وہ کچھ اِہتمام
ہو نہ کیوں کر واجب التعظیم پیشِ حق مدام

مجلسِ میلاد بھی حاکی ہے وقت خاص کی
جس میں حسب حکم خالقِ خلق نے تعظیم کی
پھر بھلا تعظیم وقتِ ذکرِ میلادِ نبی
ہو خلافِ مرضیٔ حق یہ نہیں ممکن کبھی
حق تعالیٰ تو کرادے سجدے با صد عز و شاں
اور کھڑا رہنا نہ ہو جائز یہ کیسا ہے گماں

بولہب جس کی ہے ذم میں سورۃ تبّتْ یَدَا
مُودہٗ میلادِ حضرت جب ثُوَیْبَہ سے سُنا
ہو کے شاداں اَنْتِ حُرَّۃٌ اِذْھَبِیْ اس کو کہا
ساتھ اس کہنے کہ اُس کا ہاتھ بھی کچھ ہل گیا
عین آتش میں ہے جاری آب اُس کے ہاتھ سے
جس کے پینے سے ہے تسکیں پیاس کے صدمات سے

یہ اثر اَللّٰہ اَکْبَر مجلسِ میلاد کا
کفر و دوزخ میں ہو جس کی آب یاری برملا
پھر جو ایمان بھی ہو ساتھ اس جشن کے سوچو ذرا
مبغوضوں کی طرح کیا محروم وہ رہ جائے گا
یہ ممکن نہیں کہ رنج وشادمانی ایک ہوں
یہ تو ایسا ہے کہ جیسے آگ پانی ایک ہوں

پھر ہوا ظاہر مکان میں ایک نورانی سحاب
چھپ گئے سردارِ عالَم اُس میں مثلِ آفتاب
اور منادی نے کیا پھر غیب سے اس کو خطاب
جلوہ گر سارے عوالم میں اُنہیں کردے شتاب
تا خدائی جملہ اُن کو دیکھ لے پہچان لے
یعنی ہر ایک اپنے آقا کو بخوبی جان لے

پس ہوئے حضرت روانہ جانبِ بَرّ و بحار
تا کہ حیواناتِ بَرّ و بحر کو دیں افتخار
پھر ہوئے روحانیوں کی سمت شاہِ دیں سوار
تا کہ ارواحِ ملائک کو بھی کرلیویں شکار
پھر تو ہر ایک کی زبان پر تھا کہ لو معراج ہے
رویتِ نورِ خدا ہم کو میسر آج ہے

پھر حلیمہ وہ کہ جن کا خاندان تک سعد تھا
آئیں خدمت میں تو دیکھا اُن کو شہ نے مُسکرا
داہنی جانب کا اُن کے دودھ نوشِ جان کیا
جانبِ چپ اُن کے بچے کے لئے رکھی بچا
طفل بھی گر تھے تو دانش تھی طفیل ان کی رسا
عدل و احسان و کرم تھے جلوہ گر صبح و مسا

شاہِ دیں کو پھر سواری کے جو لائیں متصل
تین سجدے شکر کے اُس نے کئے باصدق دل
پھر بڑھی سب سے اگرچہ تھی بہت ہی مضمحل
یہ عجائب دیکھ کر سب ہوگئے تھے پا بگل
بولی تم کچھ جانتے ہو میرا راکب کون ہے
آج میں وہ ہوں کہ مجھ پر شاہِ ہر دو کون ہے

جب شہِ ارض و سما کو لائیں خاتون اپنے گھر
تھے پئے گہوارہ جنبانی ملک باندھے کمر
دل کے بہلانے کو تھا حلقہ بگوشانہ قمر
جس طرف کرتے اشارہ ساتھ ہی جُھکتا اُدھر
مہد میں بھی ہیں تو سیرِ عالمِ ملکوت ہے
فکر تمہید مہادِ رونقِ ناسوت ہے

جب ہوا رفتار کا عزم اِک تماشا تھا بپا
خاک کی پا بوسیاں تھیں دم بدم رشکِ سما
دھوپ میں رہتا تھا سر پر ابرِ رحمت چتر سا
یا چھپا لیتا تھا مُنہ خورشید از فرطِ حیا
تابشِ خورشید کی رحمت سے ہو کیوں کر قریں
زیبِ خاور عرش کی زینت سے ہو کیوں کر قریں

پھر تو شاہِ بحر و بَرّ کا جس طرف ہوتا گزر
سجدۂ تعظیم کرتے جھاڑ، پتھر، جانور
تھے جو مرفوع القلم کر لیتے سجدے بے خطر
بلکہ تھا کچھ حکمِ خالق ہی اُنہیں کچھ اس طور پر
ورنہ یاں تو تھا تواضع کا کچھ ایسا اہتمام
کر نہیں سکتا تھا کوئی دست بوسی یا قیام

پھر جو چاہا حق نے اظہارِ نبوت برملا
حالتیں پھر وہ کہاں نقشہ دگر گوں ہوگیا
عالمِ اسبابِ کی تاثیر کا خاکہ کھنچا
اور دبستاں عبدیّت کے رسم وآئیں کا کھلا
آفتابِ حسن پر ابرِ تعصب چھا گیا
دیدۂ خفّاش کا پردہ دلوں پر آگیا

یعنی اہلِ کفر کی ہر سمت سے یورش ہوئی
درپئے آزارِ ختم المرسلیں تھا ہر شقی
کافروں نے کوتہی ایذارسانی میں نہ کی
جس سے ایذا خود خدائے پاک کو ہونے لگی
پھر تحمّل آپ کا قدرت خدا کی تھی عیاں
صبر تھا یاسر بسر رحمت خدا کی تھی عیاں

اِک اشارہ سے بھلا شق القمر جس نے کیا
اُس کے آگے لشکرِ کفّار کا کیا حوصلہ
پر فقط اِخفائے اَسرارِ خدا منظور تھا
دیکھ لو اَلْحَرْبُ خُدْعَة سے اشارہ کردیا
پھر پہاڑوں سے بھلا تائید لیتے کِس طرح
اور ملائک کو مدد کا حکم دیتے کِس طرح

باوجود اس کے اٹھائے جب کہ صدمے اس قدر
تب کیا دعوٰی کہ ہوں میں بھی تمہیں سا یک بشر
ورنہ جو مسجود اِک عالَم کا ہووے سر بسر
اہلِ دانش کس طرح رکھتے وہ دعوٰی معتبر
کس مصیبت سے چھپایا راز کو اغیار سے
پھر بھی لَسۡتُ مِثۡلُکُمۡ فرمایا اخیار سے

اولیں آخریں کا علم گو موجود تھا
پر بحسب مصلحت کرتے تجاہل بارہا
تھی غرض تعلیم گو کرتے تھے شورٰی ظاہرا
حق نے لَمَّا یَعۡلَمِ اللّٰہُ گر کہا تو کیا ہوا
حوصلہ چاہئے عالی چشم پوشی کے لئے
چاہئے ہو شرحِ صدر ایسی خموشی کے لئے

جتنے تھے اصحاب سب یہ جانتے تھے بالیقیں
کہ ہیں واقف موت سے ہر یک بشر کے شاہِ دیں
بلکہ تاخیرِ اجل چاہیں تو کچھ وقت نہیں
جس کی جو مرنے کی جا ٹھہراتے وہ مرتا وہیں
اہلِ خلد و نار کا رکھا تھا دفتر ہاتھ میں
گویا تھا ہر شخص کا نقشِ مقدر ہاتھ میں

دست کی توصیف میں ہیہات قاصر ہے زباں
کیوں کہ دستِ عقل خود پہنچا نہیں اب تک وہاں
کُل خزانوں کی اُنہیں ہاتھوں میں ہیں سب کُنجیاں
اور اُنہیں ہاتھوں سے ہو گی فتحِ ابوابِ جناں
ہو تصرُّف کیوں نہ پھر اُس ہاتھ کا اکوان میں
جس کو خالق نے یَدُاللّٰہِ کہہ دیا قرآن میں

تھا نظر سے شاہِ دیں کے قدرتِ حق کا ظہور
یعنی تھا پیشِ نظر یک طور پر نزدیک و دور
دیکھتے تھے مقتدیوں کے خواطر کو حضور
ایک ساں تھی چشمِ نورانی کو تاریکی و نور
دیکھتے تھے واقعے روزِ قیامت کے عیاں
جس طرح ہیں دائما احوال اُمّت کے عیاں

حضرت موسیٰ نے جب دیکھی تجلی طور پر
گو نہ دیکھا حق کو تس پر بڑھ گئی ایسی نظر
کہ شب یلدا میں دس فرسخ پہ چونٹی ہو اگر
دیکھ لیتے طور کی رویت کا تھا یہ کچھ اثر
پھر جو خود اللہ کو دیکھا شہ دیں نے دوبار
کون سی شے ہے جو حضرت پر نہ ہوتی آشکار

❀❀❀

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ قَرط قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا حَلْقَةٌ كَأَنَّمَا قُطِعَتْ رُؤُوسُهُمْ وَإِذَا رَجُلٌ يُحَدِّثُهُمْ فَإِذَا هُوَ حُذَيْفَةُ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ اَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن قرط کہتے ہیں کہ ایک بار میں مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک حلقہ میں لوگ ایسے سر جھکائے بیٹھے ہیں کہ گویا اُن کی گردنوں پر سر ہی نہیں، اور ایک شخص حدیث شریف بیان کر رہے ہیں دیکھا تو وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اِنتھی ملخصًا

غزل

حبذا اے چشم کز تو دیدنیہا دیدہ ام

مرحبا اے گوش کز تو مژدہا بشنیدہ ام

(اے آنکھ! تو کتنی اچھی ہے کیوں کہ میں نے تجھ سے بہت سی قابلِ دید اشیاء دیکھیں ہیں۔

اے کان! تو بہت اچھا ہے کیوں کہ میں نے تجھ سے بہت سی بشارتیں سُنی ہیں)۔

اے نگاہم تابطوف گنبد خضراستی

دل بصد جانست، مصروفِ طوافت دیدہ ام

(اے میری نگاہ! جب تک تو گنبدِ خضراء کے طواف میں مشغول رہتی ہے میں نے دیکھا ہے

کہ میرا دل سو جانوں کے ساتھ تیرے طواف میں رہتا ہے۔)

اے مشامم جملہ اجزائے دماغم محوتست

بوئے اُنس ازخاک پائے تابتو بونیدہ ام

(اے میری ناک! میرے دماغ کے تمام اجزاء تجھ پر عاشق اور فریفتہ ہیں جب سے کہ

میں نے اپنے محبوب کے قدموں کی خاک سے محبت کی خوشبو تجھ سے سونگھی ہے۔)

اے دل رہبر فدایت باد سرتا پائے من

کز طفیلت دیدہ ام لطفیکہ ایں جادیدہ ام

(اے رہنمائی کرنے والے دل! میرا سر سے لے کر پاؤں تک سارا جسم تجھ پر قربان ہو کہ

یہاں جو مہربانیاں میں نے دیکھیں تیرے طفیل ہی دیکھی ہیں۔)

زیرِ بارِ منّتِ اُو گردنِ من هست خم
تا بریں در گہ فرود آمد سر شوریدہ ام

(اس کے احسان کے بوجھ کے نیچے میری گردن خم ہے جب سے کہ میرا فریفتہ سر اس درگاہ میں خم ہو کر آیا ہے۔)

از پے بوسہ لبم خم مے شود بر پائے من
زان کہ از سعیش رسیدن ایں جا تنِ کاھیدہ ام

(میرے پاؤں پر میرے لب بوسہ کے لئے خم ہو رہے ہیں کیوں کہ اُن کی کوششوں سے یہاں پہنچنے کے لئے میں نے اپنے جسم کو تھکایا ہے۔)

خندہ ام بادا فدائے مقدمت اے گریہ ام
زاب باری تو من بر خویشتن بالیدہ ام

(اے میری گریہ وزاری! میرا ہنسنا تجھ پر قربان تیرے پانی برسانے کی بدولت میں اپنے قد میں اُونچا ہو گیا ہوں۔)

کے تواند چشم گریانم ادائے شکرِ تو
اے دھان ایں جا بتو من شادماں خندیدہ ام

(اے میری رونے والی آنکھ! تیرا شکر کب ادا کیا جا سکتا ہے۔ اے منہ! تیری بدولت میں یہاں خوش ہو کر ہنس پڑا ہوں۔)

اے لبانم جانِ من مرھونِ احسان شماست
زان کہ از وجہ شما ایں عَتَبہ رابوسیدہ ام

(اے میرے لبو! میری جان تمہارے احسان پر رہن رکھی ہوئی ہے کیوں کہ تمہاری بدولت میں نے اس دہلیز کو بوسہ دیا ہے۔)

چشمِ من فرشِ قدومت اے خیالِ یارِ من
کز تو شد بیدار بخت روزہا خوابیدہ ام

(اے محبوب کے خیال! تیری آمد پر میری آنکھیں بچھی ہوئی ہیں کیوں کہ تمہاری بدولت میرا نصیب جاگ پڑا ہے ورنہ میں کئی دنوں سے سویا ہوا ہوں۔)

مردمِ چشمم زدستِ من بجاں مِنّت کش اند
گردِ کوی یار تا بر روئے شان مالیدہ ام

(میری آنکھ کی پتلی میں سامنے والی لوگوں کی تصویریں دل وجان سے میری احسان مند ہیں جب سے کہ میں نے محبوبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کوچہ کی خاک ان کے چہروں پر ملی ہے۔)

قامتم گشتہ دوتا ازبارِ احسانِ سرم
جَبْھَہ را تا برسرِ خاکِ درش سائیدہ ام

(میرا قد میرے سر کے احسان کے باعث دوہرا ہو چکا ہے جب سے کہ میں نے پیشانی کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاک پر رگڑا ہے۔)

ہست ممنونت سراپایم کہ از تو بردرش
ایستادم با ادب اے قامت بگزیدہ ام

(اے میرے منتخب قد! سر سے لے کر پاؤں تک سارا جسم تیرا احسان مند ہے کہ تیری بدولت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درِ اقدس پر باادب کھڑا ہوں۔)

انورا! این جا فدائے خودخودم در بے خودی
سخت حیراں بودہ ام از حالت پیچیدہ ام

(اے انور! میں بے خودی میں اپنے آپ پر قربان ہو رہا ہوں اپنی اس پیچیدہ حالت سے میں سخت حیران ہوں۔)

غزل

تشنہ کامان در جوارِ آب حیواں آمدیم

پیشِ عیسیٰ استخوانے چند بے جاں آمدیم

(ہم پیاسے لوگ آب حیوان کے پاس آئے ہیں، چند بے جان ہڈیاں بن کر گویا ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے آئے ہیں۔)

گرچہ از روزِ ازل خود زیرِ فرماں آمدیم

حالیا از فیضِ لطفت زیرِ داماں آمدیم

(اگر چہ روزِ ازل سے ہم آپ کے حکم کے ماتحت ہیں لیکن اب آپ کی مہربانی کے فیض سے دامن کے نیچے آچکے ہیں۔)

خواہ بخشی خواہ بکشی مابصد شوق وہراس

با امید و بیمِ تو خنداں وگریاں آمدیم

(آپ معاف فرمائیں یا قتل کریں ہم بے حد شوق اور بے حساب خوف کے ساتھ امید وبیم دلوں میں بسائے ہوئے روتے ہوئے اور ہنستے ہوئے آئے ہیں۔)

ہر کسے را مے کشد میلش بخوبے درجہاں

ما بحمداللہ پیش شاہ خوباں آمدیم

(دنیا میں ہر کسی کو کسی محبوب سے محبت کھینچتی ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم تمام حسینوں کے بادشاہ کے سامنے آئیں ہیں۔)

رحمتے بر حال زارِ ما کہ از دور و دراز
زیرِ بارِ معصیت افتاں وخیزاں آمدیم

(یارسول اللہ! ہمارے حالِ زار پر کچھ کرم ہو کیوں کہ ہم دور دراز سے گناہوں کے بوجھ کے نیچے دبے ہوئے گرتے پڑتے حاضر ہوئے ہیں۔)

بر مساکین ہم نگاہے تاشود دفعِ علل
اے دوائے درد منداں بہر درماں آمدیم

(ہم مسکینوں پر ایک نظرِ کرم فرمایئے تاکہ بیماریاں دور ہوں، اے بیمار لوگوں کی دوا! ہم علاج کے لئے آئے ہیں۔)

گریہ بر خود کردنی چوں بود حالِ زارِ ما
بے خود انہ زیں سبب چوں اشک غلطاں آمدیم

(اپنے حال پر ہمیں رونا چاہئے کہ ہمارا حال کیا ہوگا؟ اسی کے باعث بےخود ہو کر بےقرار آنسو کی مانند ہم آئے ہیں۔)

ما کجا وذات پاکِ تو کجا لیکن زدور
ذرہ آسا در ہوائے شمس رقصاں آمدیم

(ہم کہاں؟ آپ کی ذات پاک کہاں؟ لیکن ہم سورج کی خواہش میں ذرے کی مانند رقص کرتے ہوئے آئے ہیں۔)

سُرخ رُو آمد ہر آں کو در مدینہ آمدہ است
ما ہم انور آمدیم اما پشیماں آمدیم

(مدینہ منورہ میں جو آیا وہ کامیاب بن کر آیا ہے لیکن اے انور! ہم بھی آئے لیکن پشیمان ہو کر آئے ہیں۔)

غزل

ھر کسے را باتو رازے دیگرے

ناز وانداز ونیازے دیگرے

(ہر کسی کا آپ کے ساتھ الگ راز، ناز، انداز اور نیاز جدا جدا ہے۔)

شمع آسادم بدم عُشّاق را

میرسد سوز و گدازے دیگرے

(عاشقوں کو شمع کی طرح ہر گھڑی نیا سوز و گداز پہنچ رہا ہے)

عاشقاں را تابخلوت گاہ دوست

ھست پنہاں ترک تازے دیگرے

(محبوب کی خلوت گاہ تک پہنچنے کے لئے عاشقوں کی جدوجہد کا انداز جدا ہے۔)

میرسد در راہ پیچا پیچ عشق

ھر زماں شَیب وفرازے دیگرے

(عشق کے پیچیدہ رستہ میں ہر وقت نئے نشیب وفراز آتے رہتے ہیں۔)

ھست صناعی کہ صنعش میدھد

ھر عدم را اِمتیازے دیگرے

(وہ ایسا صنعت گر ہے جس کی صنعت ہر گھڑی میں ہر عدم کو الگ امتیاز عطاء کرتی ہے۔)

عاشقاں را در بیاں رازھاست

ھر حقیقت را مجازے دیگرے

(رازوں کے بیان کرنے کے لئے عاشق لوگوں کے لئے ہر حقیقت کا جدا مجاز ہے۔)

انورِ افتادہ را اے دست گیر
نیست جز تو چارہ سازے دیگرے

(گرے ہوئے انور کی دستگیری کیجئے، یارسول اللہ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا اس کا کوئی اور چارہ گر نہیں ہے۔)

غزل

بجسم پاکیزہ تر زجانی بجاں چہ گویم کہ جان جانی
مرا چہ یارا کہ گویم آنے بروں ز تخمین ہر گمانی

(آپ کا جسمِ اطہر روح سے لطیف تر ہے، آپ کی روح کے بارے میں کیا کہوں کیوں کہ آپ جانوں کی جان ہیں، میری کیا مجال کہ کہوں کہ آپ یہ ہیں آپ تو ہر گمان کے ہر اندازے سے برتر ہیں۔)

کلیم مدھوشِ لَنْ تَرَانِیْ حبیب مامورِ مَنْ رَانِیْ
بمرتبہ فرق درمیانے ازاں ست ظاہر چناں کہ دانی

(حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کا خطاب لَنْ تَرَانِیْ سنا تو بے ہوش ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ لوگوں کو کہہ دیں مَنْ رَانِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ جس نے مجھے دیکھا اُس نے رب تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار دیکھا، دونوں حضرات کے مراتب کے درمیان فرق ظاہر ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔)

بیکدم از لطفِ کبریانی جمیع اَفلاك طے نمانی
عجب تر آں کہ زعرش آنی بکاخ چوبین اُمِّ ہانی

(ذاتِ کبریا کی مہربانی سے ایک لحظہ میں آپ نے تمام آسمانوں کو طے کر لیا اور اس سے بھی

زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ عرشِ الٰہی سے اُتر کر حضرت حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لکڑی کے بنے ہوئے مکان پر تشریف لے آئے۔)

تو اوّلیں نورِ کبریائی باحمدی نیز دلربائی
ھر آنچه وصفت کنم سزائی که مبدا امرِ کُنْ فکانی

(آپ اللہ تعالیٰ کے پیدا فرمودہ اوّلین نور ہیں، اس کی حمد وثناء بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ اُس کے محبوب بھی ہیں، میں آپ کا جو وصف بھی بیان کروں آپ اُس کے سزاوار ہیں کیوں کہ آپ کُنْ فَکَانَ کے حکم کا آغاز ہیں۔)

بکرسی حق تو باشی آں دم که نَفْسِیُ نَفْسِیُ بگوید آدم
ترا چه نسبت بود به عالم مگر پئے مصلحت ازانی

(آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطاء فرمودہ اعزاز واکرام کی کُرسی پر تشریف فرما ہوں گے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام اس وقت نَفْسِیُ نَفْسِیُ پکار رہے ہوں گے، آپ کو عالَم سے کیا نسبت ہے لیکن مصلحت کی خاطر آپ اس میں شامل ہیں۔)

فلک حُبَابے زبحرِ جودت نمیٔ بحاراز یمِ وجودت
جناں گل از گلشن نمودت تو اصلِ ایجادِ دوجہانی

(آپ کے جود وسخا کے سمندر سے آسمان ایک حباب کی حیثیت رکھتا ہے، آپ کے بحرِ سخاوت کی بدولت سمندروں میں نمی موجود ہے آپ کی شان وشوکت کے باغ سے جنت ایک پھول ہے، دونوں جہانوں کی تخلیق کی اصل آپ ہی ہیں۔)

زمین وافلاك فرشِ راهت مقامِ محمود جائے گاهت
ملائک وانس وجاں سپاهت تو درعوالم شه شهانی

(زمین اور ساتوں آسمان آپ کی راہ کا فرش ہیں اور مقامِ محمود پر آپ جلوہ گر ہوں گے، فرشتے
انسان اور جن سب آپ کی فوج ہیں آپ تمام جہانوں میں سارے بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔)

بکوئے تو اوفتادہ انور زکار ماندہ بحالِ ابتر
بحقش اے شاہ بندہ پرور ہر آں چہ می خواہی میتوانی

(یارسول اللہ! انور آپ کے کوچہ میں پڑا ہوا ہے وہ ناکارہ ہے اُس کا حال بہت بُرا ہے،
اے بندہ پرور شہنشاہ! آپ اس کے حق میں جو چاہیں اس کے کرنے پر قادر ہیں۔)

غزل

الٰہی آں کہ نامش را بنامِ خویش ضم کردی
مرا سویش نمودی رہ چہا بر من کرم کردی

(الٰہی! وہ ہستی جس کا نامِ نامی تو نے اپنے نام مبارک کے ساتھ ملایا ہوا ہے اُس کی جانب
آنے کا رستہ تو نے مجھے دکھایا ہے، الٰہی! تو نے مجھ پر کیا کیا کرم فرمائے ہیں۔)

جزاك اللّٰہ خیرا اگر جفا کردی ستم کردی
ہزاراں جور بر عشاق کردی باز کم کردی

(اے محبوب! اگر تو ظلم کرے یا ستم ڈھائے تجھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے، تو نے
اپنے عاشقوں پر ہزار ہا ظلم کیے لیکن پھر بھی کم کیے۔)

ہلال ایں خم کہ میداری بدیں حسن از چہ روباشد
مگر ابروئے یارم دیدۂ تا پشت خم کردی

(اے ہلال! تو اتنا حسن رکھتا ہے لیکن تجھ میں خم اور جھکاؤ موجود ہے (اس کی کیا وجہ ہے؟)

شاید تو نے میرے محبوبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ابرُو کی زیارت کی ہے اُس کے احترام میں تو نے اپنی پیٹھ جھکائی ہے۔)

دلا تسلیم زلفی شو که صد چیں است تسخیرش
سراپا ما آهوت خوانم اگر زیں دام رم کردی

(اے دل! محبوب کی زلف کی اطاعت اختیار کر لے کیوں کہ اس کی فتوحات میں چین جیسے بہت سے علاقے ہیں، پھر اگر اس جال سے تو نکل بھاگے تو میں تجھے آہو (ہرن) مان لوں گا۔)

بیک تیرِ نگاهت یافت تسکینی زبے تابی
هزاراں لطف واحساں بر دل بے چاره ام کردی

(میرے بے قرار دل کو آپ کی ایک تیز نگاہ کی بدولت بے تابی سے تسکین میسر آتی ہے، آپ نے اس بے چارہ کے دل پر ہزاروں لطف و احسان فرمائے ہیں۔)

ثنائے تیغ ابرویت بود ایں‌ها که می گویم
که سر هرگز نه پیچم گرجدا از تن سرم کردی

(یہ سارے اشعار جو میں کہہ رہا ہوں آپ کی تیغ جیسے ابرُو کی ثناء گوئی ہیں، اگر میرے سر کو جسم سے جدا کر دیں تو میں ہرگز سر نہ پھیروں گا۔)

رواں تا ساحلِ مقصود کردی کشتی را
بسے لطف و کرم بر جانم اے چشم ترم کردی

(جب سے ساحلِ مراد کی طرف تو نے کشتی کو رواں کیا ہے، اے میری آنسوؤں سے تر آنکھ! تو نے میری جان پر بہت سا لطف و کرم کیا ہے۔)

بشادی می تواں مُردن بکوئے یار اے انور
نباشی لائقش گر بارِ دیگر چشم نم کردی

(اے انورؔ! محبوب کے کوچہ میں خوشی کے باعث مرنا گوارہ کیا جاسکتا ہے تو دوبارہ یہاں آنے کے قابل نہیں ہے اس لئے تو تیری آنکھیں نمناک ہیں۔)

غزل

اے آں کہ تجلی نخستین خُدائی
باحسن کہ داری یکے ردنہ نمائی

(یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اوّلین جلوہ ہیں، باوجودیکہ آپ حسن رکھتے ہیں (لیکن دوسرے حسینوں کی طرح) ایک شخص کورد نہیں فرماتے۔)

حلمِ توچہ حلمے کہ بآں فوجِ ملائک
مجروحی واز بہرِجزا لب نہ کشائی

(آپ کا حلم کتنا عظیم ہے، فرشتوں کا لشکر حکم کی بجاآوری کے لئے حاضر ہے، آپ طائف میں لگنے والے پتھروں کے باعث زخمی بھی ہیں لیکن بددُعاء کے لئے آپ ہاتھ نہیں اُٹھاتے۔)

گردید ہمہ سِرِّ نہفتہ زتو مکشوف
آئینہ روشن گر اسرار خُدائی

(تمام پوشیدہ راز آپ پر عیاں ہوگئے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کے اَسرار کو روشن کرنے والے ہیں۔)

آرام گہت را نرسد وھم فلک ہم
ہر چند کہ در خیمہ گہ ارض وسمائی

(آپ کی آرام گاہ کی عظمتوں کی رفعت تک وہم کی بھی رسائی نہیں ہے، اگرچہ آپ کا قیام

زمین اور آسمان کے خیمہ گاہ میں۔)

زان وجہ کہ دوری نتواں یافت بعقلت
ویں طرفہ کہ باایں همه نزدیک بمانی

(اس جہت سے کہ آپ دور ہیں آپ کو عقل کے ذریعہ سے پایا نہیں جاسکتا، اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس سب کچھ کے باوجود آپ ہم سے قریب ہیں۔)

بودی کہ بماهست نشان میدهد از تو
از ما نشدی دور گوئیم کجائی

(آپ تھے کیوں کہ چاند آپ کا پتہ بتا رہا ہے، آپ ہم سے دور بھی نہیں ہوئے، ہم کہتے ہیں آپ کہاں ہیں؟۔)

باز آئے ونگاهے بکن از لطف بر انور
رفتی نہ چناں دور کزاں باز نیائی

(آپ واپس تشریف لائیں اور انور پر مہربانی سے ایک نگاہ فرمائیں، آپ اتنے دور تو نہیں گئے کہ وہاں سے واپس نہ آئیں گے۔)

غزل

یاالٰهی دل زدستم می برد ایں بوئے کیست
ویں روهاے جانهائے عزیزاں سوئے کیست

(یاالٰہی! یہ کس کی خوشبو ہے جو میرے دل کو میرے ہاتھ سے چھین رہی ہے اور حسینوں کی جانوں کے رُخ کس کی طرف ہیں؟)

یارب ایں آشوب صد شام غریباں موئے کیست
فتنۂ روزِ قیامت قامت دل جوئے کیست

(یارب! یہ کس کے بال ہیں جو کئی شامِ غریباں کے لئے فتنہ بنے ہوئے ہیں، قیامت کے دن کا فتنہ یہ کس کا دلربا قد ہے؟)

وَالضُّحٰی راوجہ می یابی کہ قصد روئے کیست
معنی وَالَّیل میدانی کہ آں گیسوئے کیست

(والضُّحٰی کی توجیہ تم جانتے ہو کہ کس ہستی کے چہرۂ اقدس کا تعارُف ان الفاظ سے مقصود ہے؟ اور وَالَّیل کے معنوں کا تجھے علم ہے کہ اس لفظ سے کس مبارک ذات کے گیسوؤں کی تعریف کی گئی ہے؟)

کیست آں کہ روضہ اش کرّوبیاں را شد مطاف
سجدہ گاہ آسمانہا بر زمیں مشکوئے کیست

(وہ روضۂ انور کس کا ہے جو فرشتوں کی طواف گاہ بنا ہوا ہے؟ کس ہستی کی قیام گاہ ہے جو زمین پر آسمانوں کی سجدہ گاہ قرار پائی ہے؟)

باکہ مانی اے قمر تا منظرت شد دل پذیر
ویں حکایت اے ھلال عید ازا بروئے کیست

(اے چاند! تو کس کے ہمراہ رہتا ہے جس کے باعث تیرا نظارہ دلکش ہے۔ اے عید کے چاند! تو کس ہستی کے مبارک ابرُو کی نقل ہے جو تو نے اپنا رکھی ہے؟)

آں کہ خواندش رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْن رب العلٰی
سرّ معنی را ازاں دریاب تا ھم خوئے کیست

(وہ بابرکت ہستی جس کو اللہ تعالیٰ نے رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْن کے جلیل القدر لقب سے یاد فرمایا

ہے،اس لفظ کا معنی معلوم کرو تا کہ معلوم ہو کہ یہ کس کی عادتِ مبارکہ کا اظہار ہے؟)

ھر کہ می جوید لحد گویش حمد را بجوئے
تا کشاید بروے ایں معنی کہ جست وجوے کیست

(جو کوئی نبی پاک کی لحدِ انور کی تلاش میں ہے اُسے کہو کہ حمدِ باری تعالیٰ کی تلاش کرو، جہاں حمدِ باری تعالیٰ سب سے بڑھ کر ہوگی وہی لحد مبارک ہوگی تا کہ اُس پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ کسی کی تلاش کر رہا ہے؟)

ناصحا گوئی کہ تسکینِ دلِ آوارہ کن
آں کہ دل گویش باشد لیک درقابوئے کیست

(اے نصیحت کرنے والے! تو کہتا ہے کہ پریشان دل کو اطمینان دلاؤ، جس کو تو دل کہہ رہا ہے ممکن ہے کہ یہ دل ہو لیکن ذرا دیکھ تو سہی یہ کس کے قابو میں ہے؟)

از وضعِ فسردہ تسکینِ دلم ھرگز مجوئے
از نفس ھر دم نمی دانی کہ ھائے وھوے کیست

(میری وضع افسردہ ہے اس کے ساتھ میرے دل کی تسکین کو تلاش نہ کر (کیوں کہ افسردہ وضع کے ساتھ تسکینِ دل جمع نہیں ہو سکتی تجھے معلوم نہیں کہ) میرا سانس جو شور و غوغا کر رہا ہے کس کی وجہ سے کر رہا ہے؟)

انورا قصد تقرُّب باسگِ کویش کنی
ھیچ می دانی کہ آں سگ پاسبانِ کوئے کیست

(اے انورؔ! تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے کوچہ کے سگ کا قرب حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے، (یہ چھوٹا منہ اور بڑی بات والا معاملہ ہے) کیا تجھے کچھ علم بھی ہے کہ یہ سگ کس بابرکت ذاتِ والا کے کوچے کا پاسبان ہے؟)

غزل

شکرِ ایزد که سرم بردرِ کاشانۂ تست

جان آتش زدۂ هجرِ تو پروانۂ تست

(خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرا سر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانۂ اقدس کے دروازے پر پڑا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فراق سے میری جان کو آگ لگی ہوئی ہے اور وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پروانہ بنی ہوئی ہے۔)

دیدتا روئے تو مدھوش فتادہ است زمین

رقصِ افلاك بیک جُرعۂ پیمانۂ تست

(جب سے زمین نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخِ انور کی زیارت کی ہے وہ مدہوش ہو کر گری ہوئی ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیالہ سے ایک گھونٹ پی کر آسمان مصروفِ رقص ہیں۔)

موقف جن وملک بارگہِ عامِ تو هست

دخلِ کسں نیست بجائے کہ نہاں خانۂ تست

(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دربارِ عام فرشتوں اور جنوں کے وقوف کا مقام ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت گاہ تک کسی اور کی رسائی نہیں ہو سکتی۔)

دلِ عشاق فقط حجلہ گہِ یادِ تو نیست

درعوالم ھم گی شھرۂ افسانۂ تست

(عاشقوں کے قلوب ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یاد کے لئے مزین چھپر کٹ نہیں ہیں تمام جہانوں میں آپ کی باتوں کی شہرت پھیلی ہوئی ہے۔)

روکسے رانمائی ودلش صید کنی
دلبری شیوۂ انداز جداگانہ تست

(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی کو چہرہ دکھاتے نہیں لیکن نام لیوا کے دل کو شکار فرما لیتے ہیں، محبوبیت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وضع کا جداگانہ طریقہ ہے۔)

عاشقا هیچ مترس ز سخنِ دانشمند
عقل خود حلقه بگوش دلِ دیوانۂ تست

(اے عاشق! کسی عقل مند کی باتوں سے کچھ خوف نہ کھا کیوں کہ عقل تیرے دیوانے دل کی حلقہ بگوش غلام ہے۔)

سدِ راهت نشود جورِ حسود وناصح
لطف حق پیش روهمت مردانۂ تست

(کسی ناصح اور حاسد کا ظلم وستم تیرے رستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی تیری مردانہ وار ہمت کی خود رہنمائی کرنے والی ہے۔)

در دمی قلع مرضهائے درونیت شود
انورا کوئے مدینه چو شفاخانۂ تست

(اے انورؔ! ایک لحظہ میں تیرے قلبی امراض جڑ سے اکھڑ جائیں گے، جب کہ مدینہ طیبہ کا ہر گلی کوچہ تیرے لئے شفاخانہ ہے۔)

قصیدہ نعتیہ

محتاج گدا جود کند اھلِ کرم را

از سکہ بود وام وام دل آویز درم را

(یارسول اللہ! آپ کے درِ اقدس کا منگتا اور محتاج دوسرے لوگوں پر سخاوت کرنے والوں پر جودوکرم کرتا ہے، ٹھپہ سے دل کو لبھانے والے درہم کے کئی اقسام تیار ہو جاتے ہیں۔)

از فزا سعی کند هم تگ کافور

خورشید بکف مشعلۂ نور ظلم را

کے جز بہ عرق ریزی اجرام تواں شد

آرائش انواع حلل خاك وژم را

(اجرامِ فلکی کی عرق ریزی (بارش) کے بغیر افسردہ خاک کے قسم قسم کے کپڑوں کی آرائش کب کی جاسکتی ہے۔)

از فیض دلِ نطق سرا منبعِ الھام

منقارِ نواسنج بود چوب قلم را

(الہام کے نطق کے منبع سرادل کے فیضان سے لکڑی کی بنی ہوئی قلم کے لئے راگ گانے والی چونچ ہے۔)

افراشت زپامردی روح ملک اسپاہ

بر خاك فتادہ تن افسردہ علم را

(فوج کی مملکت کی روح نے زمین پر گرے ہوئے پژمردہ جسم پر اپنا جھنڈا اپنی قوت

سے بلند کر دیا۔)

استادہ ازل محض پے تربیتِ شاں

آرد بدبستانِ وجودِ اهلِ عدم را

(ازل صرف اُن کی تربیت کی خاطر کھڑا ہے تا کہ عدم کے رہنے والوں کو وجود کے مدرسہ میں لے کر آئے۔)

بینی طبقِ چرخ پُر از انجمِ رخشاں

هرصبح نثار یست چنیں خاك وژم را

(تم دیکھتے ہو کہ درخشاں ستاروں سے آسمان کا بھرا ہوا تھال ہر صبح کو ایسی غم گین اور افسردہ خاک پر نثار ہوتا ہے۔)

خورشید پئے آں که دهد نور بسایه

در راه تعقُّب نه کند سست قدم را

(سورج اس غرض سے کہ سایہ کو نور عطاء کرے پیچھے آنے کی راہ میں اپنے قدموں کو سست نہیں کرتا۔)

در کامِ جسد نفس بصد حیله بریزد

بے منِ او الذاذتِ اصناف نِعَم را

(نفس اپنا احسان جتائے بغیر جسم کے حلق میں کئی کئی حیلوں سے قسم قسم کی نعمتوں کی لذتیں ڈالتا ہے۔)

گر طفل ز مادر سپرد راه تغافل

از شیر بمهرش کند آماده سقم را

(اگر بچہ ماں کے دودھ پینے سے غافل ہو کر راہ طے کرے، یعنی کچھ عرصہ تک ماں کا دودھ نہ

پیئے تو ماں کی محبت اُس کو بیمار ہونے کے لئے تیار کر دیتی ہے۔)

رَو تا بدوھم سر کشد ازمہر مہِ تو

لیک او بعطارد ندھد کاھش کم را

(تم چلتے رہو تا کہ اس سے تمہارا چاند سورج سے آگے نکل جائے لیکن یہ عطارد کو کم نقصان نہ دے گا۔)

زاں ساں کہ زآرام گہش رحمتِ عالَم

کردہ پے بھبودِ جہاں رنجہ قدم را

(اسی طرح رحمتِ عالَم نے اپنی آرام گاہ سے دُنیا کی بہتری کے لئے قدم رنجا فرمایا ہے۔)

مطلع دوم

اے نیّرِ برجِ شرف اسرار قِدم را

سوزندہ بیک دم زدن اَظْلامِ عدم را

(اے اسرارِ قدم کی شرافت کے برج کے خورشید! آپ عدم کی ظلمتوں کو ایک سانس لینے کے وقت میں جلا دیتے ہیں۔)

مہر شرفت را ز شرف نیست ھبوطے

گو چند خساں قدر ندارند خدم را

(آپ کی بزرگی کے آفتاب کے لئے بزرگی کے مقام سے نزول نہیں ہے، اگر چہ چند کمینے لوگ خدام کی قدر کو نہیں پہچانتے۔)

زان سان که محاق است بدر زو بفلک کان

دایم کند انگشت نما بدرِ اتم را

سر باز بمانده است که بدوثنی سر

زاں در کہ بر آں سر بسجود است صنم را

نامِ تو بمالش چوزند دست بکوشش

زہرہ ہمہ تن آب شود شیراجم را

(آپ کا نام جب گوشمالی کے لئے شیر کے کان پر ہاتھ رکھتا ہے تو درختوں کے جھنڈ میں چھپے ہوئے شیر کا پورا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔)

عزمت چو قمر زہرۂ شیران بشگافد

انست بُرد از آہونے وحشت زدہ رم را

(آپ کا ارادہ جس طرح چاند کی مانند شیروں کے پتے کو پھاڑ ڈالتا ہے اسی طرح آپ کی محبت وشفقت وحشت زدہ ہرن سے بھاگنے کی کیفیت ختم کر دیتی ہے۔)

عشاقِ درت شانِ نظر انداز نمایند

حوران کہ بیارند بجلوہ خم وچم را

(آپ کے درِ اقدس کے عاشق حقارت کی نظر حوروں پر ڈالتے ہیں جو اپنے ناز اور جھکنے کے انداز سے اپنے آپ کو آراستہ کئے ہوئے ہوتی ہیں۔)

کیف عجبش را بدر آرد زتناهی

کمیکہ باضعاف رسیدہ زتو کم را

طبعت چو شود ملتفت خاطر اصلاح

از تغذیہ چارہ نبود قُوّت سَم را

(جب آپ کی طبیعت خیال کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتی ہے زہر کی خوراک کے بغیر غذا دینے میں کوئی چارہ نہیں۔)

زان بحرِ سخاوت کہ محیط است بعالم
نم سر زدہ و نام پدید آمدہ یم را

(سخاوت کے اس سمندر سے جو کہ جہاں کو احاطہ کئے ہوئے ہے نمی پیدا ہوئی اس سے سمندر کا نام ظاہر ہوگیا۔)

آں روز کہ حق مسندِ اقبالِ تو آراست
افراشت پئے ظلگیش هفت خیم را

(جس دن کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مسندِ اقبال کو آراستہ فرمایا اس پر سایہ کرنے کے لئے سات خیموں آسمانوں کو بلند فرمادیا۔)

آں کیست کہ گوئے سبق از تو بَرُ باید
گو طے بکند رِشتہ رقصاں رہ ورسم را

(وہ کون ہے جو آپ سے سبقت کا گیند چھین سکے؟ اگر چہ وہ راہ ورسم کے نازک دھاگے کو رقص کرتا ہوا طے کرے۔)

از فیض گدایانِ تو گردد شہِ شاهاں
هم پہلو خاك آں کہ کند مسند جم را

(آپ کے فیض سے بھکاری بادشاہوں کے بادشاہ بنتے ہیں، اُن کی خاک کے برابر جمشید جیسے بادشاہ کی مسند کو کون کرسکتا ہے۔)

مدحے کہ زند دم باصابت زرہ فخر
از فکر ونظر دور بَیفرَاشت علم را

(کس کی نعت گوئی فخر سے درستگی کا دم مار سکتی ہے کیوں کہ اس نے تو اپنا جھنڈا فکر و نظر سے بہت دور بلند کیا ہوا ہے۔)

واں مدح کہ نازند حریفاں بادایش
نسبت بجنابِ توشبیہ آمدہ ذم را

بر نعت نہ ہر خیرہ سرے چیرہ تواں شد
منطق نہ تواں کرد بفن جذرا صم را

پانعز رہست ایں نتواں رفت گراں سر
زیبد کہ زسر باز تَراشند قدم را

نے ہم چو کسانیکہ سپردند ہمیں راہ
لیکن ز سر فخر عصا کردہ منم را

زاں رو کہ خطا سرزدہ زانہا بفزونی
آنجا کہ خجالت بود افزونی ہم را

بل از سر محو یکہ زہستی بدر آرد
دستی نبود نیز براں محض عدم را

تابے خود وباخود ہمہ تن نعت تواں شد
در پر توش انوار دہد دست ظلم را

نعتت چویم ومدح سرائیم ازان نم
از بے سروپائے کہ خرد صورت نم را

بافعلیت حسنِ تہی کارِ من ار رہن
دادیم من وکار بہر تہلکہ ہم را

درنعتِ تو بافکر ردیف است خیالم
زان سانکه بجستم زپئے قافیه غم را
ورنه چه سرو کارر ھے را بچنین ھا
آقا تو رھانی زغم و فکر امم را
عمریست که از عشقِ تو دم میزند انور
قربان تو در کار کن ایں تیغ دو دم را

قطعہ تاریخ طبع کتاب انوارِ احمدی از محمد مظفر الدین معلّیٰ

قطعہ اُردو

حضرت انوار اللہ نے جو لکھی یہ کتاب   ہیں مضامیں اس کے پُر گنجینۂ اَسرار سے
مصرعۂ تاریخ طبع اس کا معلّیٰ نے لکھا   پُر تقدس ہے دو عالم احمدی انوار سے

۵   ۱۳   ۲۳

قطعۂ فارسی بصنعتِ تَخرِجه

مضمون ایں کتاب ز ارشادِ بارَشاد
مملو ز فیض اقدس لمعات سرمدیست
مالیده چشم اعمش جاهل ببیں منش
پُر نور دلِ ز جلوهٔ انوارِ احمدیست (۱)

۵   ۱۳   ۲٤
۱۰-
۵   ۱۳   ۲۳

قطعۂ فارسی بصنعت تَدْخِلَہ از محمد اکرام علی بودھنی

کرد ایں کتاب حضرت اُستاد من رقم

از انتخابِ دفترِ اخبارِ احمدی

از غوروقتِ صحت کاپی شد ایں یقین

هر حرف او ست گوہر شاہوار احمدی

اکرامؔ سالِ طبع بگو از زبانِ جان

(۳)

زیبا کتاب روشن انوارِ احمدی

۵۱۳ ۲۰

۳+

۵۱۳ ۲۳

تَمام شُد

جسکی وجہ سے انبیاء علیہم السلام نام مبارک کو اپنے انجاح مرام کا وسیلہ اور
ذریعہ ٹھیرایا ہے کیونکہ بعد نشاء عنصری حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی سب پر
مشہود و منکشف ہو جاوے اول سے یعنے علم بلا واسطہ کی نسبت یہ بھی ایک
قرینہ ہے کہ عموماً اموات کا سماع قریب سے بدلائل ثابت ہے چنانچہ
بخاری شریف میں روایت ہے کہ جو کفار بدر کے کنوین میں ڈال دیے گئے
تھے اون سے کفار جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا کہ
هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا یعنے کیا تم نے اپنے رب کے وعدے
کو سچا پالیا۔ صحابہ نے عرض کیا کیا آپ مردوں کو پکارتے ہیں یا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا ہاں ما انتم باسمع منہم ولکن لا یجیبون یعنے تم لوگ اون سے
زیادہ نہیں سنتے اتنے اور سوا اسکے سماع موتی کے باب میں کئی
روایات و آیات وارد ہیں الحاصل جب عموماً اہل قبور قریب سے سنتے ہوں
تو چاہیے تھا کہ قبر شریف کے پاس اگر کوئی شخص سلام عرض کرے تو اوسکی
اطلاع کے واسطے فرشتہ کا توسط نہو تا حالانکہ یہ سلام بھی فرشتہ ہی کے
ذریعہ سے پہونچتا ہے چنانچہ تصریحاً فرماتے ہیں ما من عبد یسلم علی عند
قبری الا وکل اللہ بہا ملکا یبلغنی رواہ فی الشعب کذا فی مسالک الحنفا۔
ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ مجھپر
سلام کرے گا میری قبر کے پاس تو ایک فرشتہ مقرر ہوگا کہ وہ سلام
مجھکو پہونچا دیا کرے گا۔ اور کنز العمال میں اسی حدیث کو اس طور سے روایت
کیا ہے ما من عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بہ ملکا یبلغنی وکفی امر آخرتہ و

عکس نسخہ مطبوعہ الکتاب لاہور

مجھے ملاقات ہے جسکو دیکھا اسی خوف میں پایا کہ مرتبہ صحابیت تو در کنار کہیں

منافقوں میں شریک نہ ہوں جیسا کہ بخاری شریف میں ہے قال ابن ابی

ملیکۃ ادرکت ثلاثین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخاف کلھم النفاق

علی نفسہ۔ اصل یہ ہے کہ ایمان کے تمام شرایط ولوازم جبتک پورے طور پر

بنائے جائیں گویا ایمان ہی نہیں چنانچہ امام احمد ابن حنبل اور بیہقی اور

نسائی اور ابن ماجہ نے انس رض سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ ووالدہ والناس

اجمعین۔ کذا فی العمال ترجمہ کوئی ایماندار نہیں ہوتا جبتک میری محبت اپنی اولاد

اور والد اور سب لوگوں سے بلکہ اپنی ذات کی محبت سے بھی زیادہ نہ ہو کما فی

مسند احمد ابن حنبل لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ کذا فی کنز العمال

اور مواہب لدنیہ میں بخاری شریف سے منقول ہے ان عمر بن الخطاب رض قال

للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لانت یا رسول اللہ احب الی من کل شی الا من نفسی

التی بین جنبی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لن یومن احدکم حتی اکون احب

الیہ من نفسہ فقال عمر والذی انزل علیک الکتاب لانت احب الی من

نفسی التی بین جنبی فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الآن یا عمر ترجمہ ایک بار

عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ سوائے اپنی ذات کے آپ کو

سب سے زیادہ دوست رکھتا ہوں حضرت نے فرمایا جبتک میری محبت اپنے

نفس سے زیادہ نہ ہو ایمان ہی نہیں تب عمر رض نے عرض کی قسم ہے خدا کی جس نے

آپ پر کتاب اتاری آپ کی محبت میرے نفس کی محبت سے بھی زیادہ ہے فرمایا اب

عکس نسخہ مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے وصال کے دو سال بعد
ترتیب دی جانیوالی کتاب "حدائق بخشش حصہ سوم" اور اس
کے مرتب مولانا محبوب علی خاں لکھنوی کی تحیر خیز داستان

مع اظہارِ حقیقت بر ماتم اوراقِ غم" از علامہ ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترتیب: مولانا محمد عزیز الرحمٰن بہاولپوری

النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی
کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور۔ پاکستان
+92 42 37247702

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفیض حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محدثین عظام

حیات و خدمات

مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی

ایم۔ اے، ایم۔ ٹی۔ ایچ، پی۔ ایچ۔ ڈی

استاذ جامعہ شمس العلوم، گھوسی، ضلع مئو (یوپی)

ناشر

النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی

کنار شید روڈ بلال گنج لاہور پاکستان

۷۸۶
۹۲
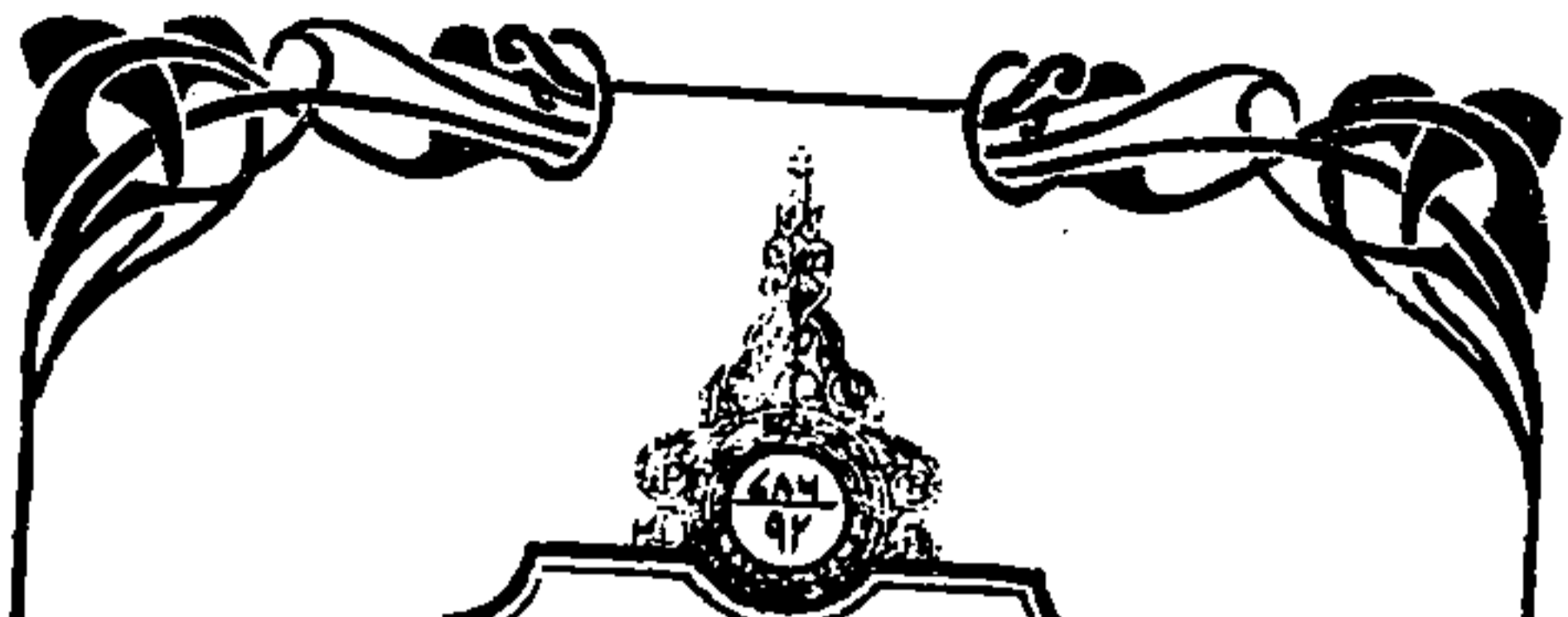
سلسلہ اشاعت نمبر ۸۴

تنقیدِ معجزات کا علمی محاسبہ

از

محمد احمد مصباحی
رکن المجمع الاسلامی ـــ استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی
کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور۔ پاکستان
+92 42 37247702

سوانح شیر بیشہ سنت

بنام تاریخی

مشاہدۂ مولانا حشمت علی

۱۳ ـــــــــ ھج ـــــــــ ۸۰

مؤلفہ

محبوب ملت مفتی اہلسنت حضرت مولانا محمد محبوب علی خان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی

کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور۔ پاکستان
+92 42 37247702

علمیت روحانیت اور معرفت کا خزینہ

اصل عربی فارسی کتب کا مرکز

- جواہر البحار (عربی)
- القول البدیع (عربی)
- شرح العقائد الجلالیہ (عربی) — علامہ جلال الدین الدوانی
- شرح العقائد الامام الغزالی (عربی) — سیدی احمد زاوق
- حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی (عربی) — علامہ شہاب الدین خفاجی
- الحاوی قدسی (عربی)
- شرح المواقف (عربی)
- نصب الرایہ (عربی) — تخریج احادیث الہدایہ
- مدارج النبوۃ (فارسی) — شیخ عبدالحق محدث دہلوی
- اخبار الاخیار مع مکتوبات (فارسی) — شیخ عبدالحق محدث دہلوی
- جذب القلوب فی دیار المحبوب (فارسی) — شیخ عبدالحق محدث دہلوی
- شرح سفر سعادت (فارسی) — شیخ عبدالحق محدث دہلوی
- المعتمد فی المعتقد
- المسامرہ شرح المسایرہ (عربی) — امام ابن ہمام
- کیمیائے سعادت (فارسی) — امام غزالی
- عینی شرح کنز (عربی) — علامہ بدر الدین عینی
- نادر المعراج (فارسی)
- معارج النبوۃ (فارسی) — علامہ معین الدین کاشفی الہروی
- مثنوی مولوی معنوی (فارسی) — مولائے روم مولانا جلال الدین رومی
- کلیات جامی (فارسی) — مولانا عبدالرحمٰن جامی
- سبع سنابل (فارسی) — علامہ عبدالواحد بلگرامی
- بہار باران۔ شرح گلستان — ملا غیاث الدین رامپوری
- ہشت بہشت (فارسی) — دیوان امیر خسرو
- شرح فتوح الغیب (فارسی) — شیخ عبدالحق محدث دہلوی
- المقاصد الحسنۃ

اردو کتب

- تنقید معجزات کا علمی محاسبہ — محمد احمد مصباحی
- فن شاعری اور حسان الہند — عبدالستار ہمدانی معروف برکاتی
- فیصلہ مقدسہ
- سوانح شیر بیشہ سنت
- الصوارم الہندیہ
- مکاشفۃ القلوب (اردو)
- شمع شبستان رضا
- محدثین عظام (اردو) حیات و خدمات
- تجلیۃ السلم
- مجموعہ نعت (اول) (دوم)
- نعت محل — اختر الحامدی
- منتخب حدیثیں
- ضرورت تقلید
- نعت حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
- جماعت اسلامی
- ذکر حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
- الوظیفۃ الکریمہ
- برا نہ کہو — علامہ سعید احمد کاظمی
- کھرا کھری کا مباحثہ

دار النور دکان نمبر 4 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور

النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی

کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور، پاکستان

0092-42-37247702, 0300-8539972, 0314-4979792